مقالاتِ غنی غیور

گوجری ادب جلد اوّل

تحقیق وتنقید

غنی غیورؔ

قاسمی کتب خانہ، تالاب کٹھیکاں، جموں

غنی غیور

MAQALAT-E- GHANI GHAYOOR(Gojri Adab Vol. 1)

by

Ghani Ghayoor

Year of Edition 20 June 2023

ISBN : 978-93-93271-19-8

Price : 595/-

نام کتاب	:	مقالاتِ غنی غیور (گوجری ادب جلد اول)
مؤلف	:	عبدالغنی جاگل
سن اشاعت	:	۲۰ر جون ۲۰۲۳ء
تعداد	:	300
قیمت	:	595/-
کمپوزنگ	:	فوزیہ کمپیوٹر سنٹر جموں
سرورق	:	مسعود عالم
زیرِ اہتمام	:	

پتہ

Top Hill, Near Green Valley Colony
Upper Jallalabad Sunjwan, Jammu
Pin Code 181152
Mobile No. +91-9419791802 | 7889837758

انتساب

میرے مزدور والدین کے نام

جنہوں نے بہت محنت کی ۔بچپن میں اپنے منہ کے لُقمے مجھے کھلائے اور انگلی پکڑ کر علم و ترقی کا راستہ دکھایا۔جنہوں نے خود پیوند لگے کپڑے پہنے اور مجھے نئے کپڑے دیئے ۔میری کامیابی کا راز میری محنت کے بجائے میرے والدین کی شفقت میں پوشیدہ ہے ۔میں وہ دن کبھی نہیں بھول سکتا ہوں جب میری والدہ نے میری اعلیٰ پڑھائی کے لئے اپنی شادی کے سیمیں زیورات تک بیچ دیئے تھے ۔مگر یہ تو بہت بعد کی بات ہے میں تو شروع سے ہی والدین کے احسانات کے نیچے دبا ہوں ۔ میرے والد مرحوم کی روح آج بھی میری خبر گیری کرتی ہے خدا کرے کہ میری والدہ تا حیات اسی طرح اپنے دونوں ہاتھ بلند کر کے میرے لئے نیک دعائیں کرتی رہتی ہیں خدا کرے کہ ان کی دعاؤں سے میری ہر مشکل آسان ہو اور میرے یہ سیمیں خیالات، زرتار کرنوں میں بدل جائیں ۔زہے نصیب

’’میں شاعری کی ہے تاں جے پڑھن آلاں ناں اپنا دل کی ہر ایک کیفیت کا گواہ بنا سکوں۔ میں کجھ کہن واسطے سوچ کا آزادی ناں اڈاری مارتا پنچھی جو گا پنجرا کدے نیں گھڑیا، ایک بے ناں جیو جذبو آپے میرے ہتھیں قلم تھماتو رہیو ہے۔ سارین جگ برتیں تے سر برتیں، گیت بن بن کے میرا دل تے دماغ کی دھرتی تے آپے اُمتی رہی ہیں۔ میں کد کے محسوس کیو تے کس رنگ ماںھ کہہ دِتو، اِس کو لیکھو نیں رکھیو اپنی سوچاں کی انگوری میں اپنا وطن کی دھرتی ماںھ ہی تیار کی ہے تے اتے کُجھ بوٹا پُھلیا پھلیا ہیں۔‘‘

(اقبال عظیم)

فہرست

	پیش لفظ		7
ا۔	سائیں قادر بخش	۱۸۵۸تا ۱۹۳۸	15
۲۔	میاں فتح محمد درہالوی	(۱۸۷۵تا۱۹۴۵عیسوی	21
۳۔	خدا بخش زار	۱۸۸۸تا مارچ ۱۹۸۲	25
۴۔	شمس الدین مہجور	۱۸۹۲تا۱۹۸۴عیسوی	33
۵۔	میاں نظام الدین لاروی	۱۸۹۷تا۱۹۷۲عیسوی	39
۶۔	علم الدین بن باسی	۱۸۹۹تا۱۹۶۹عیسوی	43
۷۔	مہرالدین قمر راجوروی	۱۹۰۱تا ۱۹۷۶عیسوی	46
۸۔	سائیں فقردین تُرابی	۱۹۰۳تا۱۹۸۷عیسوی	50
۹۔	احمدالدین عنبر	۱۹۱۲تا۱۹۹۶عیسوی	55
۱۰۔	محمداسمعیل ذبیح	۱۹۱۴تا۱۹۹۶ء	63
۱۱۔	میاں محمداسرائیل اثر	۱۹۱۵تا۲۰۰۸عیسوی	67
۱۲۔	محمداسرائیل مہجور	۱۹۱۶تا۱۹۹۶عیسوی	77
۱۱۔	چودھری محمدعلی بیتاب	۱۹۱۶تا۱۹۹۸عیسوی	83
۱۲۔	چوہدری حسن الدین حسن	۱۹۱۶تا۲۰۰۸/ ۹عیسوی	86
۱۳۔	محمدحسین بیدار	۱۹۱۷تا۲۰۰۵عیسوی	91
۱۴۔	سیدحاکم شاہ قمر	۱۹۱۹تا۱۹۸۵عیسوی	97
۱۵۔	فتح علی سروری کسانہ	۱۹۲۷تا۱۹۸۷عیسوی	105
۱۶۔	عبدالقیوم سوز ہزاروی	۱۹۳۰تا۲۰۱۰عیسوی	108

۱۷۔	رانا فضل حسین راجوروی	۱۹۳۱ تا عیسوی	111
۱۸۔	وزیر محمد عاصی	۱۹۳۱ تا ۲۰۱۷ عیسوی	120
۱۹۔	نذیر احمد نذیر	۱۹۳۳ تا ۲۰۰۳ عیسوی	132
۲۰۔	ڈاکٹر صابر آفاقی	۱۹۳۳ تا ۲۰۱۱ عیسوی	136
۲۱۔	غلام نبی شہباز راجوروی	۱۹۴۰ تا ۲۰۲۱ عیسوی	169
۲۲۔	اقبال عظیم چودھری	۱۹۴۰ تا ۲۰۲۱ عیسوی	174
۲۳۔	بشیر الدین نسیم پونچھی	۱۹۴۲ تا ۲۰۱۵ عیسوی	194
۲۴۔	بابو نور محمد نور	۱۹۴۲ تا عیسوی	220
۲۵۔	پروفیسر محمد رفیق بھٹّی	۱۹۴۳ تا عیسوی	228
۲۶۔	مخلص وجدانی	۱۹۴۴ تا عیسوی	236
۲۷۔	خوش دیو مینی	۱۹۴۷ تا عیسوی	264
۲۸۔	احمد آزاد کی گوجری شاعری	۱۹۴۸ تا عیسوی	268
۲۹۔	عبدالرشید چوہدری پریم کوٹی	۱۹۵۳ تا عیسوی	273
۳۰۔	منشا خاکی	۱۹۵۹ تا عیسوی	300
۳۱۔	حسن پرواز	۱۹۶۱ تا عیسوی	308
۳۲۔	ڈاکٹر رفیق انجم	۱۹۶۲ تا عیسوی	317
۳۳۔	غنی غیور	۱۲/اپریل ۱۹۶۲ تا عیسوی	325
۳۴۔	تاج الدین تاج	۱۹۶۶ تا عیسوی	338
۳۵۔	خاقان سجاد	۱۹۶۷ تا عیسوی	333
۳۶۔	جاوید راہی	۱۹۷۰ تا عیسوی	342

پیش لفظ

ادب معاشرے کی پیداوار ہے بلکہ یہ معاشرے میں پائے جانے والے تصادم یا ٹکراؤ سے پیدا ہوتا ہے نہ کہ آسمان سے نازل ہوتا ہے بچہ جس ماحول میں پیدا ہوگا وہی زباں، تہذیب اور ثقافت اسے متاثر کرے گی۔ اگرایک بچہ کو پیدا ہونے کے فوراً بعد مکمل تنہائی میں رکھا جائے اور وہ اسی حالت میں بڑا ہو جائے تو اس کی کوئی زبان نہیں ہوگی بلکہ وہ گونگا ہوگا۔ ہمارے یہاں لوگ سمجھتے ہیں کہ شاعروں کے خیالات آسمانوں سے اترتے ہیں ظاہر ہے کہ اسی لئے یہ ادب وفن، سیکھنے سکھانے کے مواقع نہیں ڈھونڈتے۔ نتیجتاً کورے کے کورے رہ جاتے ہیں۔ گوجری شاعری کا اصلی معیار سی حرفی اور بیت نگاری سے متعین کیا جائے گا کیونکہ یہی اسکی پرانی اور ہردلعزیز صنف ہے البتہ جولوگ اردو غزل کے مروجہ شعری سانچوں میں گوجری غزلیں لکھتے ہیں اُن لوگوں کو بہرحال انہیں عروضی اصولوں کے مطابق پرکھا جائے گا گوجری الفاظ کی املا کا انحصار مکتبو بی شکل written form کے ساتھ ساتھ ان کی ملفوظی شکل پر بھی ہوتا ہے۔

مخلص وجدانی اسرائیل اثر اور اقبال عظیم نے اردو بحریں بھی بکثرت استعمال کی ہیں عروض کے اصول ہر زبان میں ملتے جلتے ہیں عروض کو ہندی میں چھند اور پنجابی میں چھندا پنجابی کہتے ہیں تقطیع کا مقصد یہ ہے کہ الفاظ کو ہجوں میں کاٹ کر ان کو شمار کیا جائے اور وزن سے مراد دو مصروں میں ماتراؤں کا برابر ہونا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ گوجری شاعری عروض کی پابند نہیں ایسا کہنا درست نہیں گوجری سی حرفی کا وزن ہندی چھند کے مطابق لیا جاتا ہے پنجابی کی طرح گوجری میں چالیس ماتراؤں کی بحر رائج ہے اور ہندی کی طرح وقف/یتی سے استفادہ کیا جاتا ہے۔اور ماتراؤں کی تعداد مزید کم وبیش بھی کی جاتی ہے۔

گوجری کے شاعروں کے یہاں وزنی خامیاں انکی کم ریاضت اور عدم انہماک کے باعث ہیں ساتھ ہی گوجری کے لہجوں کی کثرت اور املا کے نہ مرتب ہونے کے باعث اچھی شاعری نہیں ہوسکی ہے آج سے ساٹھ ستر سال پہلے ہمارے بزرگ فقط پنجابی میں سی حرفیاں/ابیات لکھتے تھے۔آج ہمارے شاعر اردو بحور کو استعمال کر رہے ہیں گوجری میں غزلیں اور قطعات لکھے جانے لگے ہیں لیکن ہر جگہ بہت سے مسائل گوجری ادب کی راہ کی رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔

کاخ و کُو سے مکتب و مدرسہ تک،ایوان حکومت سے دادگاہ وعدلیہ تک،فقر کے پیالے سے سیاست کے پائیدان تک۔الغرض ہر جگہ خودغرضی،مطلب پرستی،لابی گری اور گروہ بندی کے سوا کچھ نہیں۔جس شخص کی کوئی نسبت یا جماعت نہیں ہمارے معاشرے میں وہ کبھی معزز و سرفراز نہیں ہوسکتا۔

یہاں قبائلی و نسلی چپقلس،مختلف مکتبہ ہائے فکر کی باہمی عداوت نے ہمارے قومی وقار کو سخت نقصان پہنچایا ہے فقہ کے ادارے فتوؤں کی انڈسٹری بن چکے ہیں صرف بے روزگار نوجوانوں کو بھکاری بنانے کے علاوہ ان کے پاس کوئی ہنر ہے ہی نہیں گوجر قوم چونکہ کم پڑھی لکھی ہے اس لئے اس کا استحصال بھی زیادہ ہوا ہے اور اور اب بھی ہو رہا ہے پہلے پہل چوہدری مقدم اور پیر پڑھائی لکھائی اور جدید علوم کی ترویج کے خلاف تھے لیکن آج کل کم وبیش تیس فیصد لوگ ان کے چنگل سے نکل چکے ہیں۔

پہلے پہل گوجری شاعروں اور ادیبوں کے سامنے صرف معیار پنجابی تھا لیکن اب اردو ادب ہے لہٰذا اردو ادب کے اثرات گوجری ادیبوں اور شاعروں پر پڑ رہا ہے۔

علم و ادب کے فروغ کی تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ توارد، تضمین طرح اور تقلید چاروں صورتیں روا ہیں۔توارد کسی دوسرے شاعر کا شعر یا شعر کا خیال کسی دوسرے شاعر کے شعر میں غیر شعوری طور پر وارد ہو جائے تضمین یہ ہے کہ شاعر شعوری طور پر کسی دوسرے شاعر کے مصرع یا خیال یا زمین سے متاثر ہو کر اسی زمین میں شعر کہہ دیتا ہے۔ طرح یہ ہے کہ شاعر زمین شعر کے علاوہ دوسرے شاعر کا ایک مصرع بھی مستعار لیتا ہے فروغ فن و ادب میں ہمارے اسلاف کا یہی طریقہ تھا گوجری شاعری و ادب پر لکھے گئے مقالات میں اس قسم کی بعض مثالوں کی نشان دہی کی گئی ہے۔

گوجری کے اکثر شعرا کے یہاں املا کی غَلطیاں مل جاتی ہیں انہیں سمجھ ہی نہیں ایک ہی غزل میں ایک لفظ کو مختلف اوزان پر باندھ دیتے ہیں مثلاً لگنُو (مصدر) سے "لگو" گ غیر مشدّد ہونا چاہیے لیکن گوجری میں مشدد بھی باندھا جاتا ہے لفظ رہی اردو کے برخلاف ری وزن پر لیا جاتا ہے ونڈ یا اس قبیل کے الفاظ مثلا جنگ، لنگھ وغیرہ کو (وڈ) اور (ونْ ڈ) دونوں طرح لیا جاتا ہے گوجری کے پرانے شعرا کے کلام میں ہر دو طرح باندھے گئے ہیں ایسے ہی چمکنُو (چمکْ +نُو) درست ہے اردو میں بھی چمکْتَا (چمکْ + تَا) درست لفظ ہے۔ایسے ہی گوجری میں چمکنُو سے۔چمکْتی (ایسے گوجری میں چمکنُو سے چمکْ + تی) درست لیکن چمکَتی (چَم +کَتی) غلط ہے۔

اپنی بستی کا نظارہ اپنے کولے رہن دے
(چمکتی) راتاں کا تارا اپنے کولے رہن دے

مذکورا بالا شعر بحر رمل میں ہے، فاعلاتن تین بار اور ایک بار فاعلن، دوسرے

مصرع کے رکن اول میں چمکتی (چَم+کَتی) کر دیا ہے جبکہ اسی شاعر کا بحر ہزج میں یہ شعر ملاحظہ کریں:

چمکتا شہر غا تیرا چُبھارا اوپرا لگیں
میرا حامی میرا دردی میری نظراں تیں دور ہویا

اگر اردو بحر استعمال کی گئی ہے تو جہاں میرا میں ی حذف کی گئی ہے وہاں مِر الکھنا ہی مطلوب ہے جیسا کہ اردو میں خاموشی کی تین ملفوظی و مکتوبی صورتیں (خاموشی، خموشی، خامُشی) ایسا نظام گوجری میں لاگو کیا جا سکتا ہے۔

گوجری میں بعض صورتوں میں حروف (ع، ح، ہ) محذوف کئے جاتے ہیں جیسے "تیں دور ہویا" کا وزن تِد ورو یا یعنی مفاعیلن لیا ہے جو کہ اردو کے برخلاف گوجری میں درست سمجھا جاتا ہے

بعض لوگ محض شعری کریفٹ شِپ کے در پئے رہتے ہیں یاد رہے:

"معنی کے بغیر ادب گولر کا پھول ہے"

محمد حسن عسکری لکھتے ہیں:

"لفظ تو علامتیں ہیں وہ ہمارے ذہن کو ایک خاص تصور اور ایک خاص معنی کی طرف لے جاتے ہیں۔ لفظوں کو خالص بنانے کے لئے ہمیں ان کے مقاصد کو نظر انداز کرنا پڑے گا اور اس کے بعد لفظوں اور آوازوں میں کوئی امتیاز ہی نہیں باقی رہ جائے گا یعنی ادب موسیقی میں مدغم ہو کر غائب ہو جائے گا۔"

تو جہاں تک ادب کا تعلق ہے اگر ادب کو اپنی ہستی برقرار رکھنی ہے تو وہ موضوع اور معنی سے اپنا پیچھا نہیں چھڑا سکتا۔ معنی کے بغیر ادب گولر کا پھول ہے" اقتباس از انسان اور آدمی۔

بڑی شاعری محض منفرد اسلوب کی حامل ہی نہیں ہوتی بلکہ اس میں شاعرانہ تصورات اور موضوعات کا بڑا ہونا ضروری ہیں۔

جیسا کہ پہلے بھی کہا گیا ہے گوجری ادب میں لہجوں کی کثرت بھی اسکے ادبی فروغ کی راہ میں رکاوٹ بن چکی ہے مثلا ایک جگہ میں نے لفظ مانجھیاں باندھا تھا یعنی ڈھیلّی مانجھیاں آلا (گوبر صاف کرنے کا مخصوص چھوٹے جھاڑو یا کوچیاں) لیکن بعض حضرات نے اس لفظ کو مانجھی بھینس چرانے والے پر محمول کر دیا جو محض شاخسانہ تھا میرا کہنے کا مطلب ہے کہ تنقید لکھنے سے پہلے لسانی ادراک ہونا ضروری ہے بعض اوقات شاعر محض اشاراتی اور استعاراتی معنی لئے ہوتے ہیں ایسی صورت میں مکتوبی معنی پر اکتفا کرنا درست نہیں ایسے تشکیل معانی میں سیاق وسباق اور لسانی آہنگ بھی غور طلب ہوتا ہے۔

ایک ہی لفظ کے مختلف معنی بھی ہوسکتے ہیں گوجری میں ایسے متشابہات کی کمی نہیں مثلاً ماں، ماں، ماں، تین الگ معنی کے حامل الفاظ ہیں ماں معنی ماں، ماں (اردو متبادل 'میں') 'ما' ہی لکھا جائے گا تیسرا ماں، مہینہ بہتر ہوتا اگر یہ ماںہہ لکھا جاتا ایسی بیسیوں مثالیں اور بھی ہوسکتی ہیں ایک اور مثال ،تُر و، تر و، تَر و (دھرو) پہلا تر و (مصیبت) دوسرا تر و یعنی بھینس یا گائے کا حمل گر جانا۔اور تیسرا ترُ و یعنی کھینچ ایسی مثالیں زبانوں کے اندر اور باہر بھی مل جاتی ہے۔

عربی میں لفظ غریب کے معنی ''اجنبی'' ہیں جبکہ اردو میں مفلس کے معنی ہی لیا جاتا ہے ایسے ہی لفظ ''دست'' کے فارسی میں معنی ''ہاتھ'' ہوتے ہیں جب کہ اردو اور ہندی میں اسی لفظ کے معنی پیچس یا جلاب ہوتے ہیں ہسپانوی زبان میں گدھے کو burro کہتے ہیں جبکہ اسی لفظ کے اطالوی زبان میں butter یعنی مکھن ہیں۔

انگریزی لفظ gift کے معنی ناروے اور جرمن زبان میں marriage ہیں وغیرہ وغیرہ لہذا اس میں کسی ایک زبان کو وحشی نہیں ٹھہرایا جاسکتا ہے نہ ہی ایسا لکھنا کسی دوسری زبان کی توہین ہے۔ نہ ہی کوئی دوسری زبان والے اس پر اعتراض کر سکتا ہے۔

یاد رہے ہر زبان کا الگ مذاق اور مزاج ہوتا ہے گوجری کے مذاق میں لسّی ڈھوک اور بہک کا ذکر مطلوب ہے نہ شراب و کباب اور محلوں کی محافل کا تذکرہ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بعض لوگ اردو غزلیات کو توڑ موڑ کر گوجری میں پیش کرتے ہیں گوجری بولی یا اگر ہم اسے زبان سمجھتے ہیں تو اسکے ادب کا اسکے اپنے فطری ماحول میں نشو ونما پانا ہی ضروری ہے اور یہی تنقید کا معیار ہے ہم اردو ادب کو اردو کے تہذیب کے تناظر میں بھی دیکھتے ہیں بار ہا عرض کر چکا ہوں

''ہر شاخِ جدت کلاسیکی شاعری کے تنے سے پھوٹتی ہے لہذا کلاسیکی شاعری کے منکرین کبھی راہ یاب نہیں ہوسکتے۔''(غنی غیور)

۲۰۲۲ عیسوی کے بعد بہت سے عزیزوں اور احباب نے گوجری میں لکھنے کی ترغیب دی مشورہ اچھا لگا آخری مادری زبان کی کشش نے گوجری شاعری کے مطالعہ کی طرف راغب کیا پچھلے دو سال کے عرصہ میں مَیں نے تیس سے زائد گوجری مجموعے پڑھنے کے بعد انکا تجزیہ بھی لکھنے کی سعی کی ہے اسی اثناء میں نے گوجری فونیٹکس پر" دستورزبانِ محلّی گوجری" کتاب شایع کی ہے اور جیسا کہ پہلے ہی لکھا ہے کہ کچھ مقالات بھی لکھے جنہیں ترتیب دینے کے بعد زیر نظر کتاب یعنی ''مقالاتِ غنی غیور''(جلد اول) مکمل ہوگئی ہے اور آپکے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے۔ میں محترم حسن پرواز صاحب کا شکر گذار ہوں کہ انہوں نے مجھے بہت سی نایاب کتابیں فراہم کی اور جناب شوکت جاوید ٹرسٹی

گورجر دیش چیرٹ ایبل ٹرسٹ کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں انہوں نے ٹرسٹ کی لائبریری سے کچھ کتابیں اسکین کروا کے دیں۔

کتابیات میں ان سب کتابوں کا ذکر کر دیا ہے گوجری کے یہ تذکرے/کتابیں بھی میرے سامنے رہے۔گوجری ادب (ڈاکٹر صابر آفاقی) شیرازہ گولڈن جوبلی نمبر، بنجارہ (ڈاکٹر رفیق انجم) اور گوجری ادبی تناظر (عبدالحمید کسانہ اور گوجری بیت (انتخاب) از ڈاکٹر جاوید راہی مطبوعہ ۲۰۱۴ عیسوی۔اس کے علاوہ تیس سے زائد شعر مجموعوں سے استفادہ کیا ہے۔

جدید گوجری شاعری کو بطور تحریک ۱۹۶۵ء کے بعد ہی فروغ ملا آزادی کے بعد تعلیم کے میدان میں بہت ترقی ہوئی اور پہلی مرتبہ پڑھے لکھے لوگوں کا گروہ اپنی کارکردگی دکھانے لگا گوجری کی افزائش محض گوجروں نے ہی نہیں کی بلکہ دوسرے قبائل کے حضرات نے بھی اس کی آبیاری کی۔آج ہم سید حاکم شاہ پروفیسر محمد رفیق (بھٹی راجپوت) خوش دیومینی، شیخ آزاد احمد آزاد وغیرہ کی شاعری پر فخر محسوس کرتے ہیں پہلے دور میں سب قبائل گوجری کی شیرینی کے قائل تھے۔

لہٰذا زیر نظر کتاب ''مقالات غنی غیور (گوجری ادب جلد اول)'' میں زیادہ تر گوجری کی کلاسیکی ادب کو سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے ساتھ ساتھ غزل گوئی نظم نگاری،قطعہ نگاری، ریڈیائی ڈرامہ وانشا پردازی وغیرہ پر نظر ڈالی گئی ہے فی الحال ادبی مواد نہ ملنے اور کئی وجوہات کی بنیاد پر گوجری کے چھتیس سینئر شاعروں اور ادیبوں پر مقالات کو ترتیب وار بلحاظ تاریخ پیدائش مرتب کیا ہے امید کی جاتی ہے کہ یہ کاوش آنے والے دور میں نئی بحثوں کے لئے زلزالی مرکز ثابت ہوگی۔

گر قبول افتد زہے عز وشرف

میں دور بھاگتا ہوں ہر فراغ دستی سے
میں سخت جان کہ پروردہِ کُہستاں ہوں
ملی ہے ''بادِ مخالف'' سے تقوِیت مجھ کو
میں اپنے بخت سے خوش ہوں کہ شاخِ امکاں ہوں

۱۱؍جون ۲۰۲۳ء
غنی غیور
جموں

سائیں قادر بخش المعروف
سائیں قادر یار پونچھی کی گوجری شاعری
۱۸۵۸ء تا ۱۹۳۸ عیسوی

سائیں قادر بخش گوجروں کی کٹاریہ گوت سے تعلق رکھتے تھے اور موتی سنگھ کے عہد میں (۱۸۵۸تا۱۸۹۷ء) میں پونچھ میں پیدا ہوا واجبی تعلیم حاصل کی اور محکمہ جنگلات میں محافظ بھرتی ہو گئے سائیں قادر بخش بقول بعض لوگوں کے موتی سنگھ کے عہد اور بعض کے بقول راجہ پونچھ راجہ بلدیو سنگھ (۱۹۱۸تا۱۹۲۷ء) پونچھ سے نکال دیے گئے تھے راج پریوار کی کسی دوشیزہ سے کوئی عشق کی کہانی مشہور ہے واللہ اعلم۔

سائیں قادر بخش فی البدیہہ اشعار کہتے تھے پونچھ راجوری میں شعر وسخن کے بڑے استاد سمجھے جاتے تھے سائیں فقر دین اور فتح محمد درہالوی نے بھی ان کی اقتدا کی ہے بقول محمد اسرائیل اثر (بحوالہ شیرازہ) اور میاں جاوید نظامی ان کے والد میاں نظام الدین لاروی بھی سائیں قادر بخش سے شعری اصلاح لیتے تھے۔ سائیں قادر بخش اپنے عہد کے بے حد مقبول شاعر تھے اور عوام کے ترجمان سمجھے جاتے تھے :

ک: کسٹم پولیس جنگلات نالے،
لُٹ کھاہدی ہے پونچھ پٹواریاں نے

خلقت لُٹ گئے نمبردار رل مل،
لوک تنگ کیتے ذیلداریاں نے

سِنگی لائی ہے خوب دکانداراں،
رت چوس لئی ہے شاہ بپاریاں نے

قادر بخش ہُن پونچھ دا بچن مشکل،
کیتے شروع شکار شکاریاں نے

الف :آ اِنگا چلیو چھوڑ کنگا
میری جان قُربان بسارئیے نانہہ

ہتھ بن کے کہہ یوہ غلام متّاں
مہیساں نال رہئیے بھانوں چارئیے ناں

جس نا یار کہیئے اُس غے نال رہئیے
دھوکھو لا غے اُس نا مارئیے نانہہ

قادر یار کہہ یوہ عشق آلو،
میرو گوجرو بول بسارئیے نانہہ
سائیں قادر بخش

میاں فتح محمد درہالوی نے سائیں قادر کی تضمین کی ہے بلکہ نقل کی ہے

ح حکم تیرو گھر بار گھر بار تیرو،
میری جان قُربان بسارئیے ناہہ
ہتھ بدھ کے تِناّں غلام سدّھے
مہیساں کول جائیے بھانویں چارئیے ناہہ
جس کو سنگ کرئیے اسکے نال مریے،
وقت نزع توڑی قولوں ہارئیے ناہہ
فتح محمد کو شعر یوہ عشق آلو
میرو گوجرو بول بسارئیے ناہہ

نیچے دیے گئے سائیں قادر بخش اور سائیں فقر دین کے ابیات کے تقابلی مطالعہ سے واضح ہوجاتا ہی کہ سائیں فقر دین نے بعض اشعار میں تضمین کی اور موصوف کے تتبع میں اشعار کہے:

ل :لوک بے درد پہار عشق والا
آپ چاندے نہیں او چان دیندے
گل وچ ہنجواں دے ہار سُچّے
نئیں آپ پاندے نہیں پان دیندے
صبر غم دو تھال نعمتاں دے
نئیں آپ کھاندے نہیں کھان دیندے
قادر بخش پوشاک ملامتاں دی
نئیں آپ لاندے نہیں لان دیندے
(سائیں قادر بخش)

الف اکھیاں نوں سُرمہ پانونا سی
نئیں او یار پاندے نہیں او پان دیندے

نوری آئی سی پوشاک لاونے نوں
نئیں او یار لاندے نہیں او لان دیندے

بھریا تھال سی کھنڈ تے کھیر والا
نئیں او یار کھاندے نہیں او کھان دیندے

قیدی عشق والی اوکھی فقر دینا
نئیں او یار جاندے نہیں اور جان دیندے

شین: شہر راجوری دا وطن چنگا،
چنگے لوک تے مِٹھیاں بولیاں وے

کُجھ اُرار وسدے کُجھ پار وسدے،
کُجھ پھردے ٹولیاں ٹولیاں وے

کُجھاں جائیے کے کوٹلی اپیل کیتی،
کُجھاں جموں تھیں مِثلاں موڑیاں وے

قادر یار جی مرن اوہ دشمن اساڈے
جنہاں لائیاں محبتاں توڑیاں وے

سائیں قادر بخش کی گوجری سی حرفی

نمونہ کلام

الف اُڈ کاگا میرو یارآوے
بنڈے دُکھ کرے پُچھ پہال مٹاں

ڈاہڈی ہوں ڈولی *گولی مارے بولی
ڈِٹّھا باہج ہے جین محال مِنّاں

رات سوؤں تے خواب خیال آوے
دِنیں دُکھ لائیں چھاتی نال مِنّاں

قادر یار باہجوں کھان پین بُھلّو
اِینگا آ ڈھولا دے جمال مِنّاں

الف : آ انگا کنگا بیس رہیو نوں ہی،
ایکلی چھوڑ کے اِت مِنّاں

تیرے باہجھ ہویو جین مُشکل،
دیکھن باہج آوے صبر کت مٹاں

تِنّاں بِسر گیو جا چیتو اُنگا،
ایسو چا تھاری رہِ نت مٹاں

قادر یار باہجھوں کھان پین بُھلّو،
ہوٹھے کِت لگّے ایسوں چت منّاں

ب : بُری سمجھے سارو لوک منّاں،
تیرا عشق نے کی بدنام ڈھولا

ٹھٹّھا کریں تے ہسیں یہ لوک سارا،
گواہنڈی کہیں تِنّاں سرسام ڈھولا

پُچّھیں لوک تِنّاں دخل کتّوں،
رون پیش آیو صبح شام ڈھولا

قادر یار کارن میرا نین روئیں،
آوے صبر نہ مول آرام منّاں
(سائیں قادر بخش)

اگرچہ سائیں قادر بخش نے گوجری میں تھوڑا ہی لکھا ہے لیکن انہوں نے گوجری کو معیار و وقار ضرور بخشا ہے اور وہ گوجری کے پہلے معتبر شاعر ہیں۔

ماخذات:

۱۔ 'تن ورق' تحریر مرتبہ عبدالغنی جاگل مطبوعہ ۲۰۱۵ عیسوی
۲۔ 'شیرازہ' گولڈن جوبلی نمبر مطبوعہ ۲۰۰۷ عیسوی
۳۔ گوجری ادب، ڈاکٹر صابر آفاقی

فتح محمد گورسی درہالوی کی گوجری شاعری

(۱۸۷۵ء تا ۱۹۴۵عیسوی

اپنا تعارف بزبان شاعر

قطعہ

سفر کرن کے لائق نہیں عاجز حال نمانو
وِچ ڈوڈاج سکونت میری تھنّہ جس کو تھانو
وِچ تحصیل راجوری وسوں ضلعو ریاسی کہیں
فتح محمد ناں بندہ کو، ہادی میرا پونچھ رہیں
ذات کو ہاں گوجر ہوں ،پُر تقصیر نکارو
مُرشد میرو خاص بخاری عالی شان منارو

ترجمہ:

یہ عاجز سفر نہیں کرسکتا ڈوڈاج درہال جس کا تھانہ تھنہ منڈی ہے تحصیل راجوی ضلع ریاسی میری سکونت ہے بندۂ ناچیز کا نام فتح محمد ہے اور میرا مرشد سید پیر حبیب شاہ بخاری ہے جن کا مقام ومنزلت اونچے منارے جیسی ہے۔

میاں فتح محمد درہالوی کے دادا میاں سجاول چنبل واس بانہال رہتے تھے میاں فتح محمد درہالوی کے والد میاں نور عالم پہلے مرہوٹ پھر راجوری درہال آبسے۔

آخر گل اپنی صرف در مے کدہ ہوئی
پہنچے وہاں ہی خاک جہاں کا خمیر ہو

ظاہر ہے آزادی سے پہلے درہال کا علاقہ ضلع ریاسی کے ساتھ تھا۔فتح محمد درہالوی زندگی بھر مالی مشکلات سے دو چار رہے ۔ان کا جواں سال بیٹا عبدالحمید ہند برطانوی فوج کے ساتھ جنگ میں شامل تھا اور ۱۹۳۹اور ۱۹۴۳ کے بیچ بیرون از وطن ہی بیمار ہو کر جاں بحق ہوا اسکی جدائی اور داغِ مفارقت نے فتح محمد درہالوی کو پانی میں رکھے ہوئے نمک کی طرح گھول دیا۔

ابیات کا نمونہ

م :مہیساں نا کھد لے ڈھوک چلاں
اگّے ہوکے بنجلی مار رانجھا
ساری مہیس تیریں پنج کلیان سوہنیں
چل پیئیں پانی ٹھنڈو ٹھار رانجھا
کمل چھنڈ کے موہنڈا پر رکھ لئیے
تیری بنجلی کو عجب کنکار رانجھا
فتح محمد کی ڈھوک ہیں بہت اعلیٰ
سوئے تلّا ما لَت بسار رانجھا

میاں فتح درہالوی نے پنجابی ہیر اور رانجھا کے بنیادی کہانی اور علائم کو گوجری میں بطرز احسن ڈالا ہے انکی طرز تحریر شستہ اور انداز بیاں عمدہ ہے البتہ پنجابی ادب سے متاثر تھے سلطان باہو رح اور میاں فتح محمد درہالوی کے ابیات کے موازنے سے میرے بیان کی تائید ہوتی ہے۔

پنجے محل پنجاں وچ چانن ڈیوا کت ول دھریئے ہو
پنجے مہر پنجے پٹواری حاصل کت ول بھریے ہو
پنج امام تے پنجے قبلہ سجدہ کت ول کریے ہو
جے صاحب سر منگے باہوؔ ہرگز ڈھل نہ کریے ہو

سلطان باہو

الف اک مکان تے پنج بوہے
پنج بادشاہ اک مکان والے
پنج محل تے پنج دیوان خانے
منشی پنج حساب لگان والے
پنج مسجداں تے وچ پنج منبر
پنجے مولوی وعظ سنان والے
فتح محمد نی رہنما پنجے ہادی
پنج نی راہ دکھان والے

(میاں فتح محمد درہالوی)

میاں فتح محمد درہالوی کی شاعری رموز وکنایات سے بھری پڑی ہے ۔عالم میثاق کے حوالے سے اِن کے بیت کا مضمون جزوی طور پر حافظ مقبل کے اشعار سے ملتا جلتا ہے ۔حافظ شاہ جہان مقبل نے اپنی مشہور ہیر مقبل کا، بیت ۱۳۹ ملاحظہ کریں:

ہیر آکھدی بابلا عقل گئی
بولیں دھیاں نوں کیہی زبان میاں
پاکدامناں بیبیاں حق کیتے
چھوڑ جاوناں جنہاں جہان میاں

میرا رانجھے دے نال نکاح پڑھیا
پنجاں پیراں نے وچّ بیابان میاں

غیر شرع دے باب نوں منّ ناہیں
مقبل ویکھ کتاب قرآن میاں
حافظ شاہجہان مُقبل

ن :نکاح میرو رانجھا نال ہویو،
اجاں اک خدا تھی ذات مائے

اجاں زمین اسمان بنیاد نہ تھی
نہ دینہ تھو تے نہ رات مائے

اجھاں لوح محفوظ نہ عرش کرسی
نہ صوم تے نہ صلوٰۃ مائے

فتح محمد تھو آپ خدا پہلاں
رانجھو تھو موجود حیات مائے
(میاں فتح محمد درہالوی)

ماخذات

۱۔ قد آور؛ میاں فتح محمد درہالوی، مولف حسن پرواز
۲۔ گوجر ادب از ڈاکٹر صابر آفاقی

خدا بخش زار کی گوجری شاعری

۱۸۸۸ تا مارچ ۱۹۸۲ عیسوی

خدا بخش زار گوجری کے پہلے دور کی شعرا کی صف اول کے بزرگ اور شاعر تھے اس دور میں محمد اسمعیل ذبیح اسرائیل اثر، مہرالدین فتح محمد درہالوی، خدا بخش زار وغیرہ حضرات نے گوجری شاعری کی داغ بیل ڈالی اس درخت کی آبیاری کی اس دور میں منظوم خطوط سی حرفیاں لکھنے کا رواج تھا لہٰذا اس دور کو سی حرفی نویسی کا سنہرا دور کہا جا سکتا ہے اس کے علاوہ نظمیں قطعات، اور بارہ ماں فراقیہ بھی لکھے جاتے تھے۔

خدا بخش زار درویش صفت بزرگ تھے اور حضرت عبیداللہ عبد جی کے حلقۂ ارادت میں شامل بلکہ ان کے خاص الخواص تھے۔ خدا بخش زار نے پنجابی اور گوجری دونوں ہی زبانوں میں طبع آزمائی کی لیکن گوجری میں ان کی شاعری بیحد مقبول ہوئی انکے پوتے ایاز احمد سیف نے اپنے دادا کی شاعری کو خوش الحانی سے پیش کیا ہے آج ادبی کُتب کے علاوہ یوٹیوب پر خدا بخش زار کا کلام سننے کو ملتا ہے۔

خدا بخش زار کی شاعری میں بیحد سوز وگداز پایا جاتا ہے انکی شاعری کی بنیادی رمز اوراشارہ اپنے مرشد باباجی لاروی کی طرف لوٹتا معلوم ہوتا ہے یہ راز و نیاز کی شاعری ہے البتہ عوام بھی اس شاعری سے فیضیاب ہوتی ہے۔ ان کی وفات پر محمد اسرائیل اثر نے مرثیہ لکھا:

ر :راز نیاز کا کاذ مُکّا،
سنیو چھوڑ دنیا فانی زار چلیا

قلم اٹھ ہُن ماتمی رنگ بھر لے
گیا قافلاں کی یاد گار چلیا

سخن گر تے سخن شناس گیا
نظم بزم کا کہیں معمار چلیا

بلبل پونچھ کا باغ تیں اُف چلی
شعر سخن کا سوہج وقار چلیا

خدا بخش زار کی سی حرفی کا نمونہ اور اس میں گوجری کے myths یعنی اسطوروں کا برمحل استعمال ہوا ہے۔ یہ اسطورے شعروں میں شیروشکر کی طرح گھل مل گئے ہیں اور چاشنی دوبالا معلوم ہوتی ہے۔

نمونۂ کلام :

ک :کاگ اُڈاواں تے فال گھلوں،
روٹی چرے بھلاوڑا کھاواں تیرا

پھر کے اکھ تے مکڑی چڑھے سر پر
پیہڑا ڈاواں تے پلنگ بچھاواں تیرا

رات چانی بیں غے راہ تکوں،
تاکی کھول چھوڑوں گیت گاواں تیرا

کہڑی گل تیں زار بسار چھوڑی
وفا داری کا رنگ ازماؤں تیرا

ترجمہ:

میں کوے اڑاتی ہوں اور فال نکلواتی ہوں، چولہے میں رکھی روٹی میں بھی چیر پڑ رہے ہیں۔ میری آنکھ پھڑک رہی ہے اور سر پر مکڑی چڑھ رہی ہے (تیرے آنے کے یہ آثار دیکھ کر) میں پیہڑا (چھوٹے پاوؤں والی کرسی) رکھ رہی ہوں اور پلنگ سجا رہی ہوں۔

چاندنی راتوں میں کھڑکی کھول کر تیرے راستے دیکھتی ہوں اور گیت گنگناتی ہوں لیکن اے محبوب تو نہیں آیا تو نے مجھے بھلا دیا البتہ میں تیری وفا داری کے رنگ آزما رہی ہوں۔

مثنوی طاقدیس میں مولنا احمد نراقی کہتے ہیں:

عشق باشد گر حقیقت گر مجاز
از غرضہا ہست پاک و بی نیاز

ولی دکنی بھی مجاز کو حقیقت تک رسائی یا پہنچنے کی سیڑھی سمجھتے تھے۔

شغل بہتر ہے عشق بازی کا
کیا حقیقی و کیا مجازی کا

آج تیری بھواں نے مسجد میں
ہوش کھویا ہے ہر نمازی کا

ولی دکنی

خدا بخش زار کے کلام میں بے پناہ سوز وگداز کی ملی جلی کیفیت ان کی انفرادیت پر مہر ثبت کرتی ہے خدا بخش زار گوجری سی حرفی کے ائمہ میں سے ایک امام ہیں۔
کبھی کبھار مزاحیہ شعر بھی کہتے تھے مگر ایسی اشعار بھی با معنی وفکر انگیز ہوتے ہیں

قطعو

قوم کی کُکڑی باز نے چائی
چوزاں کی ہوگئی تبائی
کنی بہن تے کنی بھائی
ہائے ہائے رے نصیباں کی ہار

نِکّا کہیں بڑا نہیں چنگا
ہر ہر گھر ماں پے گیا دھنگا

کسیں سب کھواویں گنگا
اج تھی لوڑ طبیباں کی

کی کتری سب کھوہ ماں سَٹّی
مھارا سیاناں کی یاہ کھٹّی
خدا بخش زار

ترجمہ:

شعر ا۔قوم کی مرغی کو باز نے اٹھالیا ہے اب سمجھو چوزوں کی بربادی ہی بربادی ہے۔
شعر ۲۔بہن الگ ہے اور بھائی الگ۔ہائے ہائے رے ہمارے نصیبوں کی ہار!

شعر ۳۔ چھوٹے (نوجواں) کہتے ہیں بڑے نہیں اچّھے ہر گھر میں دھنگا فساد برپا ہے

شعر ۴۔ چھوٹی چھوٹی نالیاں (کسیاں) خود کو مہان گنگا کہلوانے لگی ہیں۔ آج حکیموں کی سخت ضرورت تھی۔

شعر ۵۔ سب کیا کرایا کھوہ میں ڈالا ہے

یہ ہمارے بڑوں یعنی بعض رہبروں کی کھٹّی یعنی کمائی ہے

کمال کی طنز ہے یہ

ایسی ہی طویل نظم کا ایک نمونہ بطور نمونہ

نہ وفاناں بٹّا مار

جس دھیاڑے تیں ہوں خریدی

سودو ہوو چشم دِیدی

او ہلے کائے نہ رکّھی کار

نہ وفاناں بٹّا مار

ترجمہ:

جس دن تو نے مجھے خریدا تھا۔

یہ سودا تم نے اپنی آنکھوں دیکھ کر ہی کیا تھا میں نے تو تجھ سے کچھ بھی چھپا کر نہیں رکھا تھا۔ (اب) میری وفا کو بٹے نہ مار یعنی میری وفا کو عیب نہ لگا۔ خدا۔

نظم بڈھیمو از خدا بخش زار کا تجزیہ:

اک دن وقت نماشاں کو تھو شخص اک بھت ٹکورے
میں پچّھیو توں کِتّوں آیو! تے دس اِت کے لوڑے

کہن لگو ہوں اِت آیو،کم تیرے سنگ متّاں
تُحفہ بھی کُجھ لے کے آیو،جھڑا دیوں کو تنّاں

میں پُچّھیو ویہ تحفہ کے ہیں ، میں تے توں نہیں ڈِٹھو
کہن لگو ہُن اوپرو نہ بن،سمجھ پیارو مِٹّھو

میرو ناں بڑھیمو ہے جی،مساں مساں اج آیو
آ تِنّاں ویہہ تُحفہ دسّوں،جھڑا نال لے آیو

کھانسی تے سر دردی لے لے ، میری یاہ نشانی
ہور نشانی وی اک میری سر کو چکّر گھرانی

ہور نشانی ہے اک میری، آپے اُڑ جا بھائی
میں ویہ سب اُڑا کے دسّیا ، جس گھر بھوری ڈاہی

دُہرا کر کے کتنا دسیا تھا سرواں کا سنگی
آکے فِر ہرگز جاتو نہیں رِیت میری یاہ چنگی

کھاون تیں بغیر رجاؤں کتنا پیا ڈکاریں
دم کی تاول میرو تحفو طشت بھریں کھنگاریں

جنگ میرا ماں کوئے نہیں جتیو لکھ پیا سر ماریں
دھیچھو میرو شیراں جیہو زار جیہا سب ہاریں

ترجمہ

شعر ۱۔ اک شام کا وقت تھا ایک شخص دروزہ کھٹکھٹا تا تھا۔ میں نے پوچھا تو کہاں سے آیا ہے اور یہاں کیا ڈھونڈ تا ہے۔

شعر ۲۔ کہنے لگا میں یہاں ہی آیا ہوں تم سے کچھ کام ہے کچھ تحفے بھی لایا ہوں۔

شعر ۳۔ میں نے پوچھا وہ تحفے کیا ہیں؟ میں نے تجھے کبھی نہیں دیکھا؟ کہنے لگا مجھے اجنبی نہ سمجھ مجھے اپنا پیارا دوست سمجھ۔

شعر ۴۔ میرا نام بڑھاپا ہے میں ابھی ابھی آیا ہوں آوہ تحفے دکھاتا ہوں جو میں ساتھ لایا ہوں۔

شعر ۵۔ کھانسی سر درد میری نشانی ہے اسکے علاوہ اور نشانی سر چکرانا ہے

شعر ۶۔ ایک اور نشانی ہے تو خود ہی جھک جا میں نے جس کے گھر بوریا بچھایا ان سب کو مار جھکایا۔

شعر ۷۔ کتنے ہی سرو یعنی اونچے قد لوگوں کی پشت کو میں نے دوتا کر دیا ہے یہی میری رسم ہے۔

شعر ۸۔ کھانے کے بغیر ہی سیر کر دیتا ہوں کتنے ہی ڈکار لیتے ہیں اور سانس کی تیزی میرا تحفہ ہے اور بلغم سے بھری ہوئی طشتریاں ہیں۔

شعر ۹۔ اگر چہ کوئی لاکھ سر مارے، وہ مجھ سے بازی نہیں جیت سکتا۔ میر دھپاّ blow شیر جیسا ہے اور زار جیسے دلاوروں کو ہرا دیتا ہوں۔

بڑھاپا گوجری کی عمدہ نظموں میں سے ہے بڑھاپے کے آغاز کو سیاہ فام شام کے وقت سے تشبیہہ دی جو بیماریوں کی علامت ہے ظاہر زندگی کو سورج سفر تصور کیا ہے

بڑھاپے کی چند بیماریوں دمہ asthama، بلڈ پریشر چکر dizziness ڈِسک ریڑھ کی ہڈی کا دوہرا ہونا Age-related postural hyperkyphosis اور کھانسی کے ساتھ بلغم آنا الغرض بڑھا شیر کا پنجہ ہے اور ظاہر ہے کہ موت کو خطرناک اور غضب ناک شیر شیر تشبیہہ دی۔

بے شک خدا بخش زار مرحوم کی یہ نظم حساس قاری کو سوچنے پر مجبور کرتی ہے موت کا تصور آدمی لذت پسندیوں کو توڑتی یا کم کرتی ہے حدیث مبارکہ میں آیا ہے۔

أكثروا من ذكر هاذم اللذات الموت(الحديث)

لذتوں کو مٹانے یا ختم کرنے والی موت کو کثرت سے یاد کیا کرو۔

ماخذات

۱۔ زاریں شعری مجموعہ مرتبہ محمد ایاز سیف مطبوعہ ۲۰۰۱۹

۲۔ گوجری بیت (انتخاب) از ڈاکٹر جاوید راہی مطبوعہ ۲۰۱۴ عیسوی

حاجی شمس الدین مہجور کی گوجری شاعری

(۱۸۹۲ تا المتوفّی ۱۹۸۴) عیسوی

اپنا تعارف بزبان شاعر

ضلعو پونچھ پہاڑ ہے وطن میرو
سیلیں بسوں سُرنکوٹ تحصیل صدقے

گوجر گورسی قوم مہجور کی ہے
گرز زنی تیں لقب تفصیل صدقے

ذات پات کو نہیں سوال کوئے
عمل باہجھ نہیں کوئے سبیل صدقے

قبرستان ہے اصلی وطن میرو
دنیا رہن کو وقت قلیل صدقے

بُرھیا سری کی ماہل ماں مال چاراں
گُجّر لوک بسیں سب اصیل صدقے

حاجی شمس الدین مہجور

حاجی شمس الدین سرنکوٹ بفلیاز کے نواحی گاؤں سیلاں کے رہنے والے تھے سرگرم سیاسی وسماجی کارکن ہونے کے علاوہ بلند پایہ عالم دین اور مقبول شاعر بھی تھے ۔

حاجی شمس الدین میاں نظام الدین لاروی چوہدری غلام حسین کے ساتھ منسلک رہے پونچھ راجوری میں سیاسی شعور بیدار کرنے والوں فہرست میں وہ بھی شامل تھے حاجی شمس الدین نے نعتیں، مدحتیں اور منقبتیں بہت لکھی ہیں اور بہت سی نظموں میں اپنی قبیلے کو پیغامات دیے ہیں لاہور سے باقاعدہ مولوی عالم فاضل کی سندیں حاصل کی تھیں ۔شاعری میں صاف ستھری زبان استعمال کی ہے علم عروض و بیان پر دسترس رکھتے تھے ۔فراقیہ ابیات کا نمونہ:

ز :زرد ہویو رنگ ہجر اندر،
کد ملوں گو سجناں فیر مُڑ کے

کد مڑے بساکھ تے باغ اندر
بُلبُل بولیں گیں تتّر بٹیر مُڑ کے

کد دیکھوں گو سوہنیاں مجلساں ناں
کد لاہوں گو فیر ہُسیر مُڑکے

شمس دن کد ہجر کی رات مُکے،
آوے وصل کی کد سویر مُڑ کے

حاجی شمس الدین مہجور

حاجی شمس الدین مہجور نے مشہور نعت لکھی جس کے کچھ اشعار یہ ہیں :

خدایا مدینہ کو دربار دسّیے
شَہَنشاہِ دو عالم کو بازار دسّیے

سمندر کی لہراں میں نہ جہاز ڈُبّے
تو سنگ خیر کے جہاز ناں پار دسّیے

گلی بیر علی کی توں لنگتاں خدایا
مدینہ کا روضہ کا مینار دسّیے

رہوں دیکھتو سبز گنبد نا مُڑ مُڑ
مدینہ کا بنگلاں کا چمکار دسّیے

حاجی شمس الدین مہجور

مزاحیہ نظم سے منتخب اشعار

لانی دوستی بُراں *کے سنگ مندی
نوکر سنگ بھی کرنو پیار مندو

بھتیجو نہیں چنگو پوت بے لنگو
ساک بے ڈھنگو کرے خوار مندو

کُتی رن ان من تے جُتّی تنگپ
فاحشہ زن بدکار کو پہار مندو

بسنو بچ گھراٹ گواہنڈ کپتو
ڈیرو رکھنو بچ بازار مندو

ہوچھو شاہ تے رن شوقین مشکل
ہلکی گدڑی تے مست بگھیاڑ مندو

پیر لالچی ، جج نمائشی بھی
بڈھی خور سرپنچ سردار مندو

اوکھی ٹھوک ماں چارنو مال
نالے پانی جبڑی کو بُودار مندو

باڈی سرد سیّال ماں مال آلی
ہووے چون توں دل بیزار مندو

جاہل کوسنگ نالے ان منڈ لوئی
چنڈن باہج ہووے ہتھیار مندو

بھیڑا *لان تے کھان توں موت چنگی
سوڑا گھر کو ہووے سڈیار مندو

بہو بے طور تے چغل ان من لڑکو
ماں باپ کو ہونو بیزار مندا

چور یار بیکار بھی شمس دینا
پوت پڑھن باہجوں شرمسار مندو
حاجی شمس دین مہجور

ترجمہ:

شعر ا۔بھتیجا بھی کبھی بُرا ہوتا ہے اور نالائق بیٹا برا ہوتا ہے۔بے جوڑ رشتہ بھی بری طرح ذلیل وخوار کرتا ہے۔

شعر ۲۔بری کی صحبت بری گھر میں لڑائی ،سود خور کے ساتھ کاروبار تینوں بری باتیں ہیں۔

شعر ۳۔بدزبان اور گالی گلوچ کرنے والی عورت بری ہے اور فاحشہ عورت کا نخرا برا ہے۔

شعر ۴۔گھراٹ بدزبانوں کے پڑوس میں اور رہنا برا ہوتا ہے بازار کے بیچ ڈیرا ڈالنا برا ہے۔

شعر ۵۔چھچھورا مہاجن،شوقین بیوی،پاگل گیدڑی اور دیوانہ گھیاڑ برے ہوتے ہیں۔

شعر ۶۔لالچی پیر،دکھاوے کا حج رشوت خور سرپنچ گاؤں کا سردار برا ہوتا ہے

شعر ۷۔سخت دشوار اوکھڑی ڈھلوان ڈھوک میں بھینسوں کو چرنے کے لئے لے جانا برا ہے۔جوہڑ کا بدبودار پانی پینا پلانا بُرا ہے۔

شعر ۸۔ جس مویشی خانہ (باڑی) کی چھت،سرد موسم میں ٹپکتی ہے اور چھٹ کا ٹپکنا دل بیزار کرتا ہے برا ہے۔

شعر ۹۔ جاہل کی صحبت اوران دھوئی (ان ملی) ہوئی لوئی بری ہے بغیر چنڈ انے یعنی دھار بنوانے کے اوزار برے ہوتے ہیں یعنی کُند ہتھیار برے ہیں۔

شعر ۱۰۔ بُرا لباس پہننے اور برا کھانا کھانے سے مرنا بہتر ہے۔ تنگ گھر کی تنگی بھی بری ہے۔

شعر ۱۱۔ بے طور اور چغلی کرنے والی بری ہوتی ہے بہو نافرمان لڑکا جس سے والدین بیزار ہوں بی برا ہوتا ہے۔

شعر ۱۲۔ چور کی دوستی بے فائدہ ہوتی ہے بیٹا پڑھائی لکھائی اور روزگار کے بغیر عمر بھر شرمندگی اٹھاتا ہے برا ہے۔

ماخذات

۱۔ کلیات شمس الدین مہجور حصہ اول مرتبہ جاوید احمد راہی مطبوعہ ۲۰۱۶ عیسوی

۲۔ گوجری ادب، ڈاکٹر صابر آفاقی

میاں نظام الدین لاروی ؒ کی گوجری شاعری

۱۸۹۷ تا ۱۹۷۲ عیسوی

میاں نظام الدین لاروی ؒ کثیر الجہات شخصیت کے مالک تھے روحانیت و سیاست کے علاوہ خدمتِ خلق کے لئے مشہور ہیں ۔میاں نظام الدین لاروی نے گوجر بکروال قوم کی ترجمانی وقیادت کی نیز دیگر خانہ بدوش گُوجروں اور بکروالوں کے مسائل کا دیر پا حل کے لئے وقتی سرکار سے جدو جہد بھی کی۔

دلیری وجرأت مندی ہو یا تقویٰ وخوش خُلقی ،الغرض ہر جہت میں یگانۂ روزگار تھے اور انکی صورت وسیرت سے اگلے عہد کے عظماء اُمّتِ مسلمہ کی یاد آجاتی تھی ۔میرے والد الحاج وزیر محمد جاگل عاصی ان کے حلقۂ ارادت میں تھے بلکہ اپنے پیرومرشد پر سو دل وجاں سے نثار تھے اکثر اپنے خطبات میں حضرت عبید اللہ عبد جی اور انکے واقعات سناتے رہتے تھے۔

میاں نظام الدین لاروی رح کا دولت خانہ ان کی حیات کے ایام میں شاعروں کے لئے انجم کدہ اور صوفیوں کے لئے خانقاہ ومحل اقامت بن گیا تھا۔

اس مے کو نہ قطرہ قطرہ
گن گن کے نہ لے سانسیں اپنی

جینا ہے تو جی جینے کی طرح
جینے کا فقط الزام نہ لے

میاں نظام الدین لاروی کی شاعری عام مشاعراتی شاعری نہیں تھی بلکہ یہ سوز وگداز، ہجر وفراق، طلب وارادت سے عبارت ہے۔آپ سائیں قادر بخش سے ہی اصلاح لیتے تھے گرمیوں میں سائیں قادر بخش لار کنگن میں آپ کے دولت خانہ پر ٹھہرتے تھے البتہ احتراماً بڑے حضرت عبید اللہ عبد المعروف عبد جی رحمۃ اللہ و برکاتہ ۱۸۶۳ تا ۱۹۲۶ء کے سامنے کم ہی جاتے تھے اور دن کو بانسری لے جنگل میں چلے جاتے تھے۔

میاں خانوادہ وسیع المشربی کی ایک اعلیٰ تمثال سمجھا جاتا تھا آج بھی وہاں بلالحاظ ملت وقوم ہر برادری کے لوگوں کا آنا جانا لگا رہتا ہے۔میاں نظام الدین لارویؒ ۱۹۵۱ تا ۱۹۶۷ء حلقۂ کنگن کے ایم ایل اے بھی رہے اور ۱۹۷۲ عیسوی میں رحلت فرما گئے۔

آتھروں نظم

آتھرواں نا پُچھے کوئے ، دسّو کِتّوں آویں تم
کڈھ کے رت کلیجہ بچّوں، پانی کیوں بناویں تم

موتی دُر مکنوں یہ اصلی، کوڈی مُل بکاویں تم
رویں آپ شریکاں اگےّ ، ایویں مُل گھٹاویں تم

جھولی نا تم آلا بھولا، تر کریں کس کاری
رت سُکاویں کپڑا بھیجیں، مُجرے کھڑے آویں تم

ندی بھی سُک جائے آخر، پر تم کیوں نہیں سُکتا،
کِت نظام ہے چُشموں تھارو، کِتّوں آئیں جائیں تم

ترجمہ:

شعر ۱۔آنسوں سے کوئے پوچھے کہ تُم کہاں سے آتے ہوتم خونِ دل کھینچ کر پانی بناتے ہو یعنی آنسو۔

شعر ۲۔ یہ دراصل چھپا کر رکھے گئے موتی تھے جو ہمیں کوڑی کے مُل بیچتے ہیں یعنی رُسوا کرتے ہیں۔

شعر ۳۔تم رقیبوں اور شریکوں کے آگے ڈھلکتے ہو اور بغل میں دامن کو تر کرتے ہو۔

شعر ۴۔تم تو ہمارا خون سُکھاتے ہو اور کپڑے بھگوتے ہو کسی گز مجرے یعنی کسی شمار میں آتے ہو؟

شعر ۴۔دریا بھی (خشک سالی یا منبع ختم ہونے پر) سوکھ جاتے ہیں لیکن تمہارا سرچشمہ کہاں ہے اور کہاں سے آتے ہو۔مطلب واضح ہے کہ آنسو بارہ ماہی وسرمدی (perenial) ہیں۔

تجزیہ : یہ نظم بلاغت وفصاحت کا نمونہ ہے آنسوں کی شاعرانہ توضیحات نہایت خوبصورت ہیں آنسوؤں کو موتی کہا ہے اور آنسو سے گلہ کیا ہے کہ تم اپنے حامل کو کوڑی کے مول بکاتے ہو اور اغیار کے آگے (عوارض پر) ڈھلکتے ہو دامنوں کو بھگوتے ہو سب کچھ درست مگر تم بے وقعت کسی شمار میں نہیں آتے ہاں مگر تم اپنے حامل کو رُسوا ضرور کرتے ہو دراصل یہ آنسوں کے ساتھ یہ زبردست تخیلاتی مکالمہ ہے ہر دور میں اہل حال کو اشکوں سے گلہ رہتا ہے۔بقول شاعرِ دیگر:

پلکوں کی حد کو توڑ کے دامن پہ آ گرا
اک اشک میرے صبر کی توہین کر گیا

آنسو کے ایسے ہی مضمون پر حافظ شیرازی کے دو لازوال اشعار:

اشکِ غمّازِ من ار سرخ برآمد چہ عجب؟
خجل از کردۂ خود پردہ دری نیست کہ نیست

ترجمہ: میرا غماز یعنی چغل خور آنسو سرخ ہو کر نکلا ہے ایسا بھی کوئی پردہ دریعنی پردہ پھاڑنے والا نہیں ہوگا جو اپنے کئے پر نادم ہوا ہو یعنی آنسو سب سے بڑے رُسوا گر ہیں۔

تا بہ دامن ننشیند ز نسیمش گردی
سیل خیز از نظرم رہگذری نیست کہ نیست

ترجمہ: میں نے ہر راستے کو آنسوؤں سے تر کر دیا ہے تا کہ ہوا کے جھونکوں سے راستوں کی گرد اٹھ اٹھ کر تیرے دامن کو آلودہ نہ کر سکے۔

اس جا ماں لگیں ہویں تھا تھارا ڈیرا کدے کدے
خوشیاں کی کئیں رات گزاریں، ہویا سویرا کدے کدے
کئی کئی روز ات دل کے ہسّیا، کئی کئی رات اِت رُناں بھی
وصلاں کا کئی دور لنگھایا غم کا نھیرا کدے کدے

و: ورد وظیفوڑے بھل گئے نی، نشہ سر وچ عشق دیاں مستیاں دا
پوجا پاٹ کولوں طبع صاف مُڑگئی، فکر دل وچ حسن پرستیاں دا
سرداسوداإس سر دے نال کیتا، خریدار ہاں میں چیزاں سستیاں دا
نظام الدین ایہو میرا حجِّ اکبر، کراں طواف جے یار دی بستیاں دا

میاں نظام الدین لاروی ؒ

ماخذات

۱۔ اشعار نظامی ناشر میاں بشیر احمد لاروی ؒ

۲۔ گوجری کا لعل میاں نظام الدین، ایڈیٹر جاوید راہیؔ

علم الدین بن باسی کٹاریہ کی گوجری شاعری

(۱۸۹۹تا۱۹۶۹) عیسوی

بجے بانسری کرشن کی بناں مانھ
اوہ بھی گایاں کو چروال ہویو
مال چارنو کم پیغمبراں کو
بن باسی تائیں بکروال ہویو

علم الدین بن باسی

ترجمہ

جنگلوں میں کرشن کنیہا کی بانسری بجتی ہے۔وہ بھی گایوں کا چروال ہوا۔
مال مویشی چروانا پیغمبروں کا پیشہ ہے اسی لئے بن باسی بھی بکروال ہوا

مولوی علم الدین بن باسی کے آباو اجداد بالاکوٹ سے ہجرت کر کے کشمیر بارہ مولہ کے گاؤں ہر دوکھال ناڑوا میں منتقل ہوئے۔ان کے والد کا نام چوہدری فقیر محمد کٹاریہ تھا مقامی مکتب سے تعلیم حاصل کی۔کہا جاتا ہے کہ بن باسی کئی زبانیں جانتے تھے۔

ان کی صلاحیتیں دیکھ کر مشہور و معروف رئیس قوم گوجر حاجی اسرائیل کھٹانہ نے اپنی بڑی بیٹی کا رشتہ دیا۔بن باسی جدید گوجری نظم کے اول الاولین شعرا میں سے ہیں۔بیشک اچھی نظمیں خوب کہی ہیں گوجروں میں علمی بیداری و سیاسی شعوری کرنے

میں اہم کردار ادا کیا۔

ان کا پہلا شعری مجموعہ "منزل کونشان" ۱۹۵۳ء میں شایع ہوا۔ ۷۰ سال کی عمر میں کا چھوان اننت ناگ کشمیر میں وفات پا گئے اور وہیں ان کی قبر بھی ہے۔ گوجری زبان 'کی' بارہ میں کہتے ہیں

منتخب اشعار:

ہندوستاں کا باغ کی ہم بُلبُل،
بولی گوجری ہے گلزار مھاری

پئی جیبھ کا پَٹ ماھ رَت جس کی
مٹھی زباں اعلیٰ مزیدار مھاری

راکھی کرے وجود کی نت بولی
گلشن بچ بیٹھی پہریدار مھاری

جیتی کرے بن باسیا گوجری ناں
سُتی قوم یاہ ہوئے بیدار مھاری

علم الدین بن باسی

ترجمہ : ہم ہندوستان کے باغ کی بلبلیں ہیں اور گوجری بولی ہمارا گلزار ہے۔ زبان کے پتے میں یہ میٹھی اور مزیدار بولی ،خون کے بمنزلہ ہے یعنی اسکی قوت و غذا ہے۔ یہ گوجری بولی ہماری بقا کے گلشن کی رکھوالی کرتی ہے۔

ظاہر ہے بن باسی کے نزدیک زبان ہمارے ہونے کا ثبوت ہے اور ہماری

پہچان بھی ہے۔ یہ نظم انہوں نے ۱۹۴۶ء میں لکھی تھی۔ غالباً اسی دور کی ایک نظم سے چند اشعار :

باسی ہم قدیمی ہاں اِت کارے
یوہ دیش ہے ہندوستان مہارو

چپّہ چپّہ زمیں کا ہم مالک
ہر ہر رگ ماں خون روان مہارو

ہر ہر بوٹا کا ہم ہاں راکھا
جنگل جُو بستی بیابان مہارو

ہر ہر پُھل تے پَت ماںھ رَتْ مہاری
مالی ہم اس کا یوہ گلستان مہارو

علم الدین بن باسی

ماخذات

۱۔ گوجری کا لعل علم الدین بن باسی نمبر مرتبہ حسن پرواز
۲۔ گوجری ادب، از ڈاکٹر صابر آفاقی

مہرالدین قمر راجوروی

۱۹۰۱ تا ۱۹۷۶ عیسوی

مہرالدین قمر اوانہ کا تعلق راجوری کے گاؤں ڈھنڈ کوٹ سے تھا گوجری کے اہم شاعر ہیں ۔ ۱۹۴۷ عیسوی میں ہجرت کر کے ایبٹ آباد ہزارہ میں جا بسے ۔مہرالدین کی سیاسی سماجی و دینی خدمات فراموش نہیں کی جا سکتی ہیں ۔ ہزارہ جا کر بھی اپنے آبائی مسکن و وطن کو یاد کرتے رہے :

سوہنا وطن کا باغ بہار سوہنا،
پیارا وطن کی شان بھی یاد مناں

سارا کوہ جنگل بیابان بیلا،
سارا باغ بُستان بھی یاد مناں

ڈنّی دہار دنہور، پنہڈ، سوکڑ
چنبی تاڑ، ریحان بھی یاد مناں

لڑ کُتّی ،سمیاج ،دراج موہڑو بُڈّھل
گھبّر بتھان بھی یاد مناں

لٹّھی درمن سموٹ تے کاندرو بھی
پھلنی کنڈر دان بھی یاد مناّں

قمر نے محض اپنے درجنوں گاؤں کو ہی نہیں یاد کیا ہے بلکہ گوجروں کی گوتوں کا بھی ذکر کیا ہے۔

بیٹھ جاتا ہوں جہاں چھاؤں گھنی ہوتی ہے
ہائے کیا چیز غریب الوطنی ہوتی ہے

حفیظ جونپوری

چیچی، گورسی، ٹُنچ، پسوال جیندڑ
دِھدڑ، نون، کھٹان بھی یاد مناّں

ڈھینڈا چاڑ بجاڑ بھروال، لادی
کولی، کلس، چوہان بھی یاد مناّں

پریہار، کٹاریہ، طور، سانگو، دھکڑّ
تانگ، بڈھان بھی یاد مناّں

ہکلہ، پھامڑاہ، چھاوڑی پوڑ، کھاری
مونن پال کلگان بھی یاد مناّں

مہرالدین قمر کی گوجری زبان حصہ اول مطبوعہ ۱۹۶۶ عیسوی اور حصہ دوم ۱۹۶۷ عیسوی سی حرفی پیغامِ قمر وغیرہ مشہور ہیں۔ قمر گوجر جاٹ کے سرگرم رکن تھے اور بہت سی اصلاحی شاعری کی انہوں نے عشقیہ شاعری نہیں کی گوجری میں پہلی بار ماہیے لکھے جس کا ذکر ڈاکٹر صابر آفاقی نے ''گوجری ادب'' ص ۱۶۴ پر کیا ہے۔

دو پتّر اناراں کا
مہاری گلی لنگھ ماہیا
تاپ ٹٹّیں بیماراں کا

دو پتّر لسوڑی کا
چھنکار دسا بالو
ذرا اپنی چوڑی کو

گل کُرتو شاہیا کو
کل جیہڑو خط آیو،
بچ فوٹو ماہیا کو

گوجر دیس کے بارہ میں لکھتے ہیں :

قطعو

گوجر دیس ہے ناں دو لفظ بھانویں
پوری قوم کو نشان ہے یوہ

زندہ رِہ گو جگ ماں ناں اِس تیں
کلچر ادب تاریخ زبان ہے یوہ

سُتّی قوم نا آئے گی جاگ اِس تیں
اُٹّھن واسطے ایک سامان ہے یوہ

راجستھان کشمیر چترال توڑی
مھارا گُجراں کو ترجمان ہے یوہ
مہرالدین قمر

ماخذات

۱۔ گوجری ادب، ڈاکٹر صابر آفاقی، بنجارہ از ڈاکٹر رفیق انجم
۲۔ گوجری ادبی تناظر عبدالحمید کسانہ

سائیں فقر دین بڈھانہ کی گوجری و پنجابی شاعری

(۱۹۰۳تا۱۹۸۷)

الف اللہ جیئیو بادشاہ کوئے نہیں ،
چن کوئے نہیں چودھویں رات جیئیو

نبی کوئے نہیں پاک رسول جیئیو،
جلوو کوئے نہیں پہاڑ کوہ طور جیئیو

ولی کون ہویو دستگیر جیئیو،
کوئے عاشق نہیں شاہ منصور جیئیو

گنہگار نہیں ہے فقر دین جیئیو
بخشنہار نہیں رب غفّار جیئیو

سائیں فقر دین

ترجمہ: الف اللہ تعالیٰ جیسا کوئی بادشاہ نہیں اور چودھویں کے چاند جیسا کوئی اور چاند نہیں ۔ ہمارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کوئی رسول نہیں کوہ طور جیسا کوئی اور جلوہ نہیں یعنی تجلی ۔ ولیوں میں شیخ عبدلقادر جیلانی جیسا کوئی ولی نہیں ہوا عشاق میں منصور جیسا کوئی عاشق نہیں ۔ فقر دین مجھ جیسا گنہگار نہیں اور رب جیسا کوئی غفار نہیں ۔

سائیں فقر دین دراصل پٹھانہ تیر مینڈھر کے رہنے والے تھے ۔ والد کا نامؑ دیدار

بخش اور سائیں فقر دین بنیادی طور پر ایک صوفی بزرگ تھے۔ساری عمر عشق حقیقی میں ڈوبے رہے۔ان کے نغموں میں بھی وجدانی کیفیت موجود ہے محمد بوٹیا کی طرح انکا کلام بھی ہمارے دلوں میں روحانی مسرت اور عشق حقیقی کی پُر کیف جوت جگا تا ہے۔وہ سائیں قادر بخش سے متاثر ہوئے۔کسی ماہر فن نے کہا ہے:

''اچھی شاعری وہ ہے جسے بار بار پڑھنے کو جی چاہے اور
بہت اچھی شاعری وہ جسے چھوڑنے کو جی نہ چاہے۔''

میرے خیال میں یہ صوفیانہ شاعری پڑھنے اور نہ چھوڑنے سے آگے کی بات ہے یہاں آدمی کیف و مستی میں ڈوب جاتا ہے بقول سرمد

سرمدؔ غم عشق بوالہوس را ندہند
سوز دل پروانہ مگس را ندہند

عمرے باید کہ یار آید بہ کنار
ایں دولت سرمد ہمہ کس را ندہند

سرمد دہلوی

حصول فقر کے سلسلہ میں،سائیں فقر دین چوبیس برس تک کشمیر قابل قندھار اور پتہ نہیں کن کن آبادیوں اور بیانوں کی دھول پھانکتے رہے بالآخر کشمیر بانڈی پور کے سید رسول شاہ صاحب المعروف نانگا باجیؒ سے ملاقات ہوئی اور دوئی کی سب زنجیریں ٹوٹ گئیں اور خم خانۂ وحدت میں داخل ہو کر بذات خود مئے عرفان سے سرشار ہوئے۔اور لوگوں میں بھی لبالب پیالے تقسیم کئے ہیں اور روحانی سلسلے غیر مختتم ہیں۔

یہ رُتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں ؟

عشق کی قیدی کے متعلق ایک بیت میں کہتے ہیں

الف　:اکھیاں نوں سُرمہ پانونا سی
نئیں او یار پاندے نہیں او پان دیندے

نوری آئی سی پوشاک لاونے نوں
نئیں او یار لاندے نہیں او لان دیندے

بھریا تھال سی کھنڈ تے کھیر والا
نئیں او یار کھاندے نہیں او کھان دیندے

قیدی عشق والی اوکھی فقر دینا
نئیں او یار جاندے نہیں او جان دیندے
سائیں فقر دین

ش۔ شرع اسلام نو پکڑ بندے
نیکی عمل والا بدنام کھیڑا

جنہاں عاشقاں نوعشق چوٹ لگی
سُتّا رات نو نال آرام کھیڑا

جھڑا پیر دی نظر نگاہ اندر
رہیا محنتاں وچ ناکام کھیڑا

نیک نیت والا بندہ فقر دینا
کر کے نوکری خالی غلام کھیڑا
سائیں فقر دین

اوپر دیے گئے ابیات میں جو کیفیت اور تاثیر ہے وہ بیان سے باہر ہے یہ وجدانی کلام ہے اس کی تاثیر ہی اسکی کسوٹی ہے۔

اس قسم کا کلام پڑھ کر ہم لفظوں کی املا اور انکے اوازن کے سلسلوں کو بھول جاتا ہے یہاں انسان حرف وصوت سے ماورا کسی جہان عشق میں چلا جاتا ہے۔

مزید پنجابی/ پہاڑی میں بکثرت ابیات کہے گوجری میں کم ہی لکھا مگر چونکہ انکی پنجابی بہت عام فہم ہے پہاڑی اور گوجری حلقوں میں مقبول ہے اس لئے اس کا ذکر کیا ہے ایک گوجری نظم بھی بہت مشہور ہے اور سرگی نامہ شاہکار نظم ہے سرگی واقعۂ معراج سے چند اشعار

لوح قلم اسمان زمین اندر،
دن رات وچّوں سردار سر گی

ہویا شب معراج رسول تائیں
جبرائیل ہویا شامل کار سرگی

ستمیں طبق اُتے جبرائیل گیا
اگےّ نہیں لنگھیا آخر کار سرگی

کیتا سیر جو لوح محفوظ والا
محمد خاص آقا نامدار سر گی

سائیں فقر دین کی ایک گوجری نظم جو بھائی چارہ کی اپیل ہے اور گوجروں کو نظر انداز نہ کرنے کی درخواست ہے کچھ بند ملاحظہ کریں۔

ہم گل عجب یاہ کانہہ تمناں
تم غیر پچھانوں نانہہ ہمناں

اللہ واحد مالک ساراں گو
ہندو مسلم رب مکاراں گو

اک باپ مائی انساناں گو
اکو ہندو مسلمانوں گو
تم رام پڑھیں لا الہ ہمناں
مہاری قبر تے دیں جلا تمناں

یاہ قوم گجر کی سادی ہے
تائیں پیش آئی بربادی رے

کیوں تم کریں بدناں ہمناں
کم کار نہ ہم لگاں تمناں
سائیں فقر دین

ماخذات

۱۔ مدح رموز الگنج تصنیف سائیں فقر دین

۲۔ ضیاء القمر تصنیف سائیں فقر دین

احمدالدین عنبر کی گوجری شاعری

۱۹۱۲تا۱۹۹۹عیسوی

تری زُلف ہوتا عطر نا کے کرنو
تنا تک کے حج کا سفر نا کے کرنو

ترجمہ

تیری مہکتی زلف کے ہوتے عطر کو کیا کرنا تجھے دیکھنے کے بعد حج کے سفر کو کیا کرنا؟

احمدالدین عنبر جموں کے رہنے والے تھے ۱۹۴۵ء میں منشی فاضل کی ڈگری حاصل کی تھی۔ پہلے جموں ریلوے کے ملازم ہوئے بعد میں فارسی کے مدرس رہے۔ رموز واسرار گوجری شہکار کے صفحہ ۸ پر رقمطراز ہیں:

''گوجری زبان کے شعرا میں سائیں قادر بخش سب اعلی ارفع بلند اور امتیازی شان کا حامل ہے ۱۹۸۴ بکرمی یعنی ۱۹۲۷ء میں ماجیتی میں مرزا محمد حسین پڑہوٹوی کی شادی میں قبلہ سائیں قادر بخش سے ملاقات ہوئی لیکن اس وقت فقیر کا لڑکپن تھا سخن فہمی کا ادراک نہ ہونے کے باعث زیادہ دلچسپی نہ لے سکا''

۱۹۴۷ء میں ہجرت کر کے گوجرانوالہ کے گاؤں تمبولی میں مقیم ہو گئے۔ ریڈیو سے

جڑے رہے انکے تینوں شعری مجموعے میرے پاس ہیں ۔ڈاکٹر صابر آفاقی نے گوجری ادب میں پتہ نہیں کیوں ان کا ذکر کوتاہ کر دیا ہے ۔عنبر گوجری کے پہلے معتبر غزل گو ہیں ۔

غـــزل

نہ دل دیتو تِنّاں نہ ناکام ہوتو
نہ لوکاں کی نظراں ما بدنام ہوتو

محبت نہ کرتو کدے نال تیرے
جے معلم محبت کو انجام ہوتو

مِرا دل ما گھر نہ وہے آ جے تِر و
جے معلَم محبّت کو انجام ہوتو

گیو سڑ ہے عنبر جدائی ما تیری
عُمَرْ ساری نوکر وہ بیدام ہوتو

غـــزل

وِرَدْ تیرا ناںْ کو کروں گُفتی گُفتی*
محبّت ما تیری مروں گُفتی گُفتی

مِرا کر ختم دن جدائی کا یارب
دعا دل ہی دل ما کروں گُفتی گُفتی

مِرا کر ختم دن جدائی کا یارب
دُعا دل ہی دل ما کروں گُفتی گفتی

مصیبت کا دن میرا مُک جاتا اِک دن
وَصَل کی اُڈیک ہوں کروں گُفتی گفتی

جے غلطی میری کوئی دسّو نا کھڑی
تم عنبر نا کیوں تنگ کروں گُفتی گفتی

- گفتی گفتی یعنی خفیہ خُفیہ یا سب سے چُھپ چھپا کر
- گفتی گفتی: اُس نے کہا اُس نے کہا
- لاٹھی میں چھپا کر رکھی گئی چُھری
- گُفتی: دوڑی سوٹی مارکھی جان آلی لمی چھری (گوجری لغات مطبوعہ کلچرل اکیڈمی جلد ۵

وِرَدْ تیرا ناںْ کو کروں گُفتی گُفتی*
محبّت ما تیری مروں گُفتی گُفتی

ترجمہ: میں تیرے نام کا ورد کرتا ہوں خُفیہ خُفیہ میں تیری محبت میں مرتا ہوں خُفیہ خُفیہ

تشریح:

یہاں اس شعر میں گُفتی گُفتی معنی خفیہ خُفیہ ہی فٹ آتا ہے جیسے گُفتی یعنی لمبی سوٹی یا لاٹھی کے خول میں چھُری/ چاقو چھپی رہتی ہے ایسے ہی میں تیرا ورد ساری دنیا سے چھپ چھپ کر کرتا رہتا ہوں۔

ث　:ثابت نہ رہ گیو دل میرو،
جس دِن تیں وہ ملول ہووَ

دِتّا شربت انار دینار سارا
ذری فائدو نہ سگوں طول ہووَ

آوے سمجھ نہ کوئی حکیم ناں وی،
روگ ایڈ یوہ کوئے مجہول ہویو

عنبر آپ چل غے ناڑی تک میری
دسّیں لوک ہیں دخل دخول ہووَ

غـزلیہ اشعار:

تِری زلف کا جال نے ہوں پھسایو
ذرہ وی نہ میرے عَقَل کار آیو

کیو مست تِرا حُسن نے ہوں اِتنو
پے جائے جس را جے پریاں کو سایو

احمد دین عنبر

شعر

ترا عشق ما میں بڑی مار کھاہدی
ہوں اس واسطے گل کروں گُفتی گُفتی

میں نے تیرے عشق میں بہت مار کھائی ہے میں اس لئے سب چُھپ چُھپ کر

باتیں کرتا ہوں۔

گیو سڑ ہے عنبر جدائی ما تیری
عمر ساری نوکر وہ بیدام ہوتو

ترجمہ :عنبر تیری جدائی میں جل گیا ہے کاش یہ تیرا بے دام نوکر ہوتا۔

عنبر جدید گوجری کا پہلا معتبر غزل گو شاعر ہے۔انہوں نے غزل کے لئے مناسب الفاظ کا چناؤ کیا ہے اور انکی غزل غزل معلوم ہوتی ہے۔

عنبر ۱۹۴۷ عیسوی سے پہلے ہی غزل اور سی حرفی کے مقبول ومعروف شاعر مشہور ہو چکے تھے انہوں نے اپنی تحریروں میں پورے جموں وکشمیر کی سیر وسیاحت کا ذکر کیا ہے۔عنبر نے ہر صنف میں کامیاب طبع آزمائی کی ہے غزل اور سی حرفی انکا اصلی میدان ہے۔

ان کے تین شعری مجموعے ا۔گوجری للکار پُھلا ں کو پیار، ۲۔گوجری گیان عنبر غو دیوان، ۳۔رموز و اسرار، گوجری شہکار بہت پہلے چھپ چکے ہیں اور میری نظر سے گزرے ہیں انتخاب اشعار وابیات بھی مرتب کیا ہے۔

کیو وعدو تھو عید شبرات ڈِھّی
عُمَرَ لنگھ چلی نہ کوئی بات ڈِھّی

رہیو ٹالتو روز آوَں گو بھلکے
نہ سُکھ غو سِنہو دِلو نہ سوغات ڈِھّی

تھوڑو تھوڑو دیتو رہئیو حوصلو
تاں ہوں اڈی دورتک گیو

ذ :ذائقو چکھ عشق آلو،
پُچھ عاشقاں ناں کھڑو حال ہووَ

دل ما عیش آرام غی تھی نیّت
اُلٹو دُکھ تکلیف وبال ہووَ

سُک سُک تیلو ہووَ رنگ پیلو
کدے تک آ غے کے جنجال ہووَ

عنبر دُکھاں نے تناّں ہے گھیر لیو
تیرو بچنو ہُن بڑو محال ہووَ

م :مندر مسیت ماں لوڑیو،
پتو یار غو کوئی نہ ہتھ آیو

کرتو رہئیو کمائی زمیندار بن کے،
منگھر مہینے نہ سیر نہ پتھ آیو

خشک سالی نے ساڑیو فصل میرو،
نہ مانہہ مُنگی نہ کلتھ آیو

عنبر رب میرو ہوری باہن آلو،
اپنی محنتاں غو مجو چکھ آیو

ی :یاد رکھے گوجر قوم ساری،
شعر کہنو ہے بڑو محال پیشو

رکھو خیال ردیف تے قافیہ غو،
وزن پورو ہے بے مثال پیشو

کھڑی بحر اِت لگے،
تول مصرعہ تے شعر کمال پیشو

کریں تُک بندی اجکل عنبر،
پہلاں کدے تھو لازوال پیشو

س :سدو نہ رہنو یُہ حسن تیرو،
کرتو مفت ماں پھرے گمان کاہنجو*

چمکدار جُتّو مِٹّی رُلْ جانو،
مناں دستو پھرے تو شان کاہنجو

دیدے حسن غنی اج زکات ویلو،
بھلکے کہیئے نہ بھلّو انسان کاہنجو

عِنبر نال نہ کرو افہار اڑیا،
پُچّھو کھلو ہے وہ حیران کاہنجو

* کاہنجو یعنی کس لئے

ط : طلب ہے تیری سب طالباں ناں،
جانے رب ہُن کھڑو پسند آوے

آوے کول مہارے کہے ہوں تھارو،
کول اُنہاں غے چا سوگند آوے

کرے کس طرح کوئے یقین پکّو،
کرے کس طرح کوئی یقین پکّو،

روتو مُڑے غو یا خورسند آوے،
عنبر چل تماشو تک لے ناں،
جت کھڑا غی کھڑو پابند آوے

ماخذات

۱۔ رموز واسرار گوجری شہکار، ناشر احمد الدین عنبر تمبولی گجرانوالہ مطبوعہ دسمبر ۱۹۸۳ عیسوی
۲۔ گوجری للکار، پُھلا ل غو پٹار، مطبوعہ اکتوبر ۱۹۸۶ عیسوی
۳۔ گوجری گیان عنبر غو دیوان، مطبوعہ نومبر ۱۹۸۴ عیسوی

مولوی اسمعیل ذبیح کی گوجری شاعری

۱۹۱۴تا۱۹۹۶ء

تعارف بزبان شاعر

گجر قبیلو گوت میری، ہے پیچھی پٹنو ال
تاریخاں تے بڑکاں کی جا لکھی لکھنوال

ہے گجرات پنجاب ماں ہی یوہ لکھنوال مقام
کتنا پیچھی کھنڈیا اتوں جا جا کیو قیام

لکھنوال تیں بڑکو مھارو گیو کے پٹن لنگ
اُس کی نسل تیں آخر اک، چلے گیو پتلنگ

اس نے ات بسائی بستی، کی پتلنگ آباد
اسے جاماں اج وی بسے، اس کی آل اولاد

ہوا ہم پٹن کی نسبت تیں پیچھی پٹنو ال
دادا لکھن کی نسبت تیں بنیا لکھنوال
اسمعیل ذبیح

اسمعیل ذبیح برصغیر کے مانے ہوئے عالم ہوئے ہیں۔ اور گوجری کے بڑے شاعر

سی حرفی و نظم میں انکا کوئی ثانی نہیں ۔ ۱۹۴۷ میں ہجرت کر کے موضع ساکھ میر پور چلے گئے اور بعد ازاں ایبٹ آباد جا بسے ۔گوجری شاعری کے بنے ادگزاروں میں سے ایک ہیں ۔شاعری کا آغاز ۱۹۴۷ کے آس پاس ہوا۔ممتاز عالم دین ہوتے ہوئے انہوں نے اپنی مادری زبان کو نہیں بھلایا بے شک انکے ابیات گوجری ادب کا معیار ومقام متعین کرتے ہیں سوز وگداز نغمگی انکے کلام کا بنیادی وصف ہے ۔

ان کے منظوم خطوط جو چودھری حسن دین کے نام لکھے ہیں منظوم خط نگاری کا نمونہ ہیں ۔انہوں نے بیس رکنی بحر میں بے مثال سی حرفی کہی ہے :

الف اللہ کو واسطو جا قاصد،
میرا یار نام میرو پیغام دے آ

میری روح تے جان حیران طرفوں،
بنھ کے ہتھ سلام کلام دے آ

کہنو رکھنو یاد پردیسیاں ناں
قسم واسطو رب کو نام دے آ

ذبیح یار ناں اک حقیر تحفو
میری زندگی عمر تمام دے آ

قومی رواداری اور بھائی چارہ پر بے مثال بیت:

نون ، ندی تیں جس طرح نہر نکلیں
پانی ندی کو ہی آئے ساریاں ماں

یافر کسے درخت کی کھنڈیں ڈالیں،
پوہچے رس جڑ کی ساری ڈالیاں ماں

اسے طرح جگ ماں جتنا آدمی ہیں،
بھائی بھائی ہیں کُل رشتہ داریاں ماں

ذبیح ہیں اولاد اک باپ ماں کی،
اُچی ذات کائے نیں گوری کالیاں ماں

گوجری شعری مجموعہ ''نالۂ دل'' مطبوعہ ۱۹۶۵ء، ''یاد وطن'' مطبوعہ ۱۹۶۶ء، ''آثار'' ۱۹۷۲ء، ''انتظار'' مطبوعہ ۱۹۸۷ء ہے۔

ب :بسار بیٹھا تم پردیسیاں نا،
مہارا دل ماں ہے نقش یاد تھاری

بھانویں اُجڑیا ہم بے وطن ہویا،
بستی دیس ما ہے آباد تھاری

مُدّت ہوئی آیو تھارو خط کوئے نہیں،
نہ کوئے خط پتو روئیداد تھاری

اِنتظار، اڈیک ما عمر گزری،
بھلّی ذبیح نا کدے نہ یاد تھاری

ج :جسم میرو پاکستان بسے،
روح وطن کی ماہلیاں ماہلیاں ما

پھرے جان انجان حیران میری،
شنگراں اُچیاں اُچیاں خالیاں ما

پُھل پُھل بوٹے بوٹے بسے،
پتّر پتّر تے ڈالیاں ڈالیاں ما

ذبیح رہ خیال ہر حال میرو،
اپنا دیس کی نالیاں نالیاں *ما

* نالیوں سے مراد وہ سبز پوش ڈھلوانیں ہیں جن کے بیچوں بیچ جھرنے بہتے ہیں گوجری میں انہیں نلّے کہا جاتا ہے اور اسی سے اسم تصغیر نلّیاں یا بالیاں۔ ڈھوکوں میں نلّے اور نلّیاں یا نالیاں ایسی خوبصورت جگہیں ہیں جہاں زندگی کا تموج دکھائی دیتا ہے گوجر لوگ گرمیوں کے موسم میں یہاں بھینسیں چراتے ہیں اور کہیں دشوار گزار ڈھلوانوں اور کھڑی چٹانوں سے گھاس کاٹ کر لاتے ہیں۔ ذبیح نے انہی کا ذکر کیا ہے۔ ذبیح کی منظر کشی اور پیکر تراشی لاجواب ہے۔

ماخذات

۱۔ ''انتظار'' مطبوعہ (کلیات ذبیح) ناشر: رحمان برادرز لاہور۔ ۲
۲۔ گوجری ادب، ڈاکٹر صابر آفاقی

میاں محمد اسرائیل اثر کی گوجری شاعری

۱۹۱۵ء تا ۹؍دسمبر ۲۰۰۸ عیسوی

بعض خوبصورت اشعار کا نمونہ:

تاثیر دعا کی ہوگئی کسے چنگے ویلے منگی تھی
میں اُس کا آوَن تیں پہلا ارمان بدلا چُھڑیا

ترجمہ

میری دعا میں تاثیر پیدا ہوگئی کسی اچھے وقت مانگی تھی لیکن میں نے اُس کے آنے سے پہلے (وصال) سے پہلے ہی اپنے ارمان بدل دیے۔

او کلیو رُت بسنت کیو یوہ تھارو روپ سُلکھنو رہ
میں چاہت اپنی کا پُرزہ باغاں تیں دور کھنڈا چھڑیا

ترجمہ:

اے بہار کی کلیو تمہارا حسن ہمیشہ اقبال مند رہے میں نے اپنی چاہت کے پرزوں کو باغوں سے دور بکھرا دیا ہے۔ یعنی اگر باغوں میں پہنچتے تو لوگ پھولوں کی خوبصورتی کو بھول جاتے۔

بے کسی کی موت مرنو نہ کفن تے نہ مزار
او پتنگ اُس حسن پر جندڑی گھمانو چھوڑ دے

لُٹ لیا ارمان سارا غم تیرا ہویا وصول
ہُن تے اوظالم زمانہ آزمانو چھوڑ دے

یہ لِشکیں بھانڈا شیشاں کا
پر بچّوں پانی تتا ہیں

اِت ٹھنڈا دودھ بھی ہویں تھا
پر تھا پتیلاں بوڑاں ماں

اسرائیل اثر

اسرائیل اثر بنیادی طور پر غزل کے اچھے شاعر ہیں غزل کے بعض اشعار میں تخیل کی پرواز بہت اونچی ہے البتہ اردو تراکیب کے بکثرت استعمال نے کہیں کہیں ان کے گوجری کلام کو بوجھل بنا دیا ہے بعض استعمال شدہ تراکیب :

رفیق راہ، شامِ غم، حسنِ منتظر، شمع حیات فصلِ گل، بوئے یار وغیرہ یہ اردو تراکیب ،گوجری میں اضافہ کی بھی ایک صورت ہو سکتی ہیں ۔

اسی طرح اسرائیل اثر نے پنجابی اور ہندی کے الفاظ کو بھی اپنی شاعری میں راہ دے کر گوجری کا دامن کشادہ کرنے کی سعی کی ہے مثلاً چھدّم، سانوریا، بلم، پریت، پیت بسنت پیتم بھاگن ، پی پی، بائی لاز، وغیرہ الفاظ کا بے جھجھک استعمال کر کے گوجری طرح ڈالی ہے ۔

ع بھاتی نہیں رسم پیار کی اس دور نا بلم
اسی طرح عروض وقوافی میں آزادی کے طرف دار ہیں مثلاً

دیوانہ تیرا اُن طوفاناں ما تیریا
رُکی آ کے جت ہشیاراں کی دنیا

اس شعر میں اسرائیل اثر نے دیوانہ، تیرا، اور طوفاناں الفاظ کو علی الترتیب، دِوانہ، تِرا اور طُفاناں، اوازان پر باندھا ہے۔ لکھنا بھی اسی طرح مطلوب تھا۔

اسی طرح ، رہن کہن سہن کے ساتھ ساتھ ایک ہی غزل میں پین ،چین اور دین صوتی قوافی استعمال کئے ہیں۔ بعض اشعار میں دیسی الفاظ استعمال کر کے نئے لکھنے والوں کے مشعل راہ بنے ہیں: مثلاً بٹنگی ، کَسی وغیرہ

پیار کا جت اقرار کیا تھا جاتے سیانی ہوئے گی
پتھر سِل بٹنگی کسی کائے نشانی ہوئے گی

ورساں کی ایک گزری گھڑی انتظار کی
حسرت گئی نہ کائے دلِ داغدار کی

مصرع ثانی تو اردو کے اس مشہور شعر کے مصرع ثانی کا چربہ ہے

کہہ دو ان حسرتوں سے کہیں اور جابسیں
اتنی جگہ کہاں ہے دلِ داغدار میں

ایسی ہی ایک اور مثال

پیش کر سکیا نہ تحفہ حسنِ کاروبار ماں
فر بھی ہم فرض ِ وفا نہ کجھ سرچا گیا

یہ شعر اردو کے شعر کا متبادل اور ہم پلّہ معلوم ہوتا ہے۔

مانا کہ اس زمیں کو نہ گلزار کر سکے
کچھ خار کم تو کر گئے گزرے جدھر سے ہم

اسرائیل اثر کے اردو زدہ گوجری اشعار کی مثال:

تقویٰ تے زُہد سارا درِ ناز تیں تھا دور
اُس بارگاہِ خاص ماں میری خطا گئی

ویہ ارمان کچھ تھک کے ہُن سو گیا ہے
زمانہ کا دکھ تو ذری نہ ہلائیے

اس شعر کا ماخذ میر کا شعر معلوم ہوتا ہے

سرہانے میر کی آہستہ بولو
ابھی ٹک روتے روتے سو گیا ہے

ان اشعار میں بندشیں ملاحظہ کریں:

شعر ۱

زمانہ اپنی قدراں ناں بدھاتو جا سراہتو جا
ذری دسیے محبت کا ان اعتباراں کو کے ہویو

شعر ۲

مِرا عیب جے پردہ ما رکھ نہ سکیا
مِری جان اُنکی اشاعت نہ کریں

شعر ۳

بلیں بلیں ٹُر کے بھی ہم نیڑے اُن کے پوہچیا
دوڑن آلا منزلاں کے کول دھوکو کھا گیا

اس میں کوئی شک نے اسرائیل نے اچھی شاعری کی ہے اور اس میں کوئی مضائقہ بھی نہیں وہ اردو کی شاعری سے متاثر ہوئے اور بہت سے اعلی خیالات کو گوجری قالب میں سلیقے سے منتقل کر دیا ہے انکی غزلیں بعض اردو غزلوں کے ہم پلّہ معلوم ہوتی ہیں۔

تقابلی مطالعہ

اردو غزل از شکیل بدایونی

نہ ملتا غم تو بربادی کے افسانے کہاں جاتے
اگر دنیا چمن ہوتی تو ویرانے کہاں جاتے
چلو اچھا ہوا اپنوں میں کوئی غیر تو نکلا
اگر ہوتے سبھی اپنے تو بیگانے کہاں جاتے
دعائیں دو محبت ہم نے مٹ کر تم کو سکھلائی
نہ جلتی شمع محفل میں تو پروانہ کہاں جاتے
تمھیں نے غم کی دولت دی بڑا احسان فرمایا
زمانے بھر کے آگے ہاتھ پھیلانے کہاں جاتے

گوجری غزل از اسرائیل اثر

نہ پھلتیں آرزو میریں تے ارماناں کو کے ہوتو
یہ ہاسا معتبر ہوتا پریشاناں کو کے ہوتو

چنگیاری پیار کی اک بخش دتّی سوز نے دل ناں
محبت کی نہ لو لگتی تے مستاناں کو کے ہوتو

عَقَلمندی کدے اِن ساراں درداں کی دوا ہوتی
خدا جانے جے فر انجام دیواناں کو کے ہوتو

بُجھا چُھڑتی کدے یا ہوشمندی اِس محبت نا
میرا ان اتھرواں کا خاص نذرانہ کو کے ہوتو

جہان آلا تیرا غم کی کدے کجھ داد دے چُھڑتا
اثر فِر زندگی تیری کا جرماناں کو کے ہوتو

اسرائیل اثر نے بعض علائم اور الفاظ کو استعمال کیا ہے اور کیف زا اشعار کہے ہیں تقلید ل نو آنوز شاعر بھی یہ الفاظ مثلاً بنجارا وغیرہ استعمال کرتے ہیں مگر جو کیفیت اسرائیل اثر کے یہاں پائی جاتی کی دوسری مثال نہیں ۔

لفظ بنجارہ پر اشعار:

نشانی بَخَشتی رہیں گی مٹاں درداں کو سرمایو
مِرا اُن جوگیاں راہیاں تے بنجاراں نا کہہ چھوڑیو

باغ ما کھڑ کھڑ ہسن آلا درداں کا بنجارا تھا
جا جا ٹھوکر کھان آلا بھی الفت کا آوارہ تھا

اسرائیل اثر

مجموعی طور پر اسرائیل کی شاعری سے بہت کچھ سیکھنے کو ملتا ہے اور گوجری میں ہنوں نے بہت سی نئی شعری زمینیں ہموار کر کے گوجری پر احسان کیا ہے۔

بعض اشعار غور طلب اور دقیق سہی مگر اسرائیل اثر نے اپنی عمدہ کریفٹ شپ اور مہارت کا اظہار ضرور کیا ہے اور عمدہ شاعری بھی کی ہے۔

وہ قافلو ہی سارو جد لنگھ گیو کولا تے
ہستو نصیب میرو منّا جگا کے رُنّو

عمراں کو میرو دشمن دیکھے تھو کھو ہری نظریں
پر میری بے کسی پر وہ منہ چھپا کے رُنّو

ذری ہولیں توں او ماہلاں کا پنچھی گیت گا اپنو
تڑفتاں وا میرا استاو اڈُ کھ فِر جاگ جائیں گا

ٹھہر جا او اتھرواں کی آرزو
راہ تیرا ماں پیار کو اک ساز تھو

مِناں پرہیز لکھ چنگو ہے ہوشیاراں کی محفل تیں
کہ بے ہوشی کی حداں توں وی ہے کجھ گل پراں میری

غزل

منا کجھ نہ کہیے بہاراں کے باندھے
توں رتا پُھلاّں داغداراں کے باندھے

ات عاماں تیں کھسیا ہیں خاصاں نے ٹکڑا
نہیں کرنی یاہ گل بے سہارا کے باندے

حسن کی ہے قیمت جے ہے عشق مہنگو
یاہ گل چھیڑئیے نہ نظاراں کے باندھے

پتو نہیں ویہ پُن تھا جے تھا پاپ سارا
پرہوتا رہتیا ان مزاراں کے باندھے

ان ہویا وی احسان وی چاہڑ چھڑیا
نہیں ہوں بول سکیو پیاراں کے باندے

جے ڈولے تھی کشتی تے ہوں کس نا کہتو
وے دیکھیں تھا کھل کھل کناراں کے باندے

اصولاں کی قبراں نا بھی دیکھ آئیے
ہوس کی سیاسی کھناراں کے باندے

اسرائیل اثرؔ

اسرائیل اثر کی نعت گوئی

اِنْ نَلْتِ یَا رِیْحَ الصَّبَا یَوْمًا اِلٰی اَرْضِ الحَرم
بَلِّغْ سَلاَمِیْ رَوْضَۃً فِیْہَا النَّبِیُّ المُحْترم

امام زین العابدین

نسیما ! جانب بطحا گزر کن.
ز احوالم محمد را خبر کن

جامی

شفیع المذنبین کی بارگاہ ماں سر نوا دیئے
صبا بطحا ماں جا کے درد میرا کل سنائیے

اسرائیل اثر

ع کونین میں ہے جو کچھ وہ ہے تمام تیرا

داغ دہلوی

یہاں قافیہ ''تمام'' کو ''نکھار'' سے بدل کرنئی زمین بنائی ہے

''کونین ماں ہے جو کجھ وہ ہے نکھار تیرو''

نعت

شوکت تے شانِ شاہاں کی اّکھاں ماں فِر نہ جَچّی
اک وار جس نے ڈّھو حسنِ نگار تیرو

آبِ حیات کو ہوں احسان بھی نہ چاوَں
تھائے جے مثّاں مرکے قرب و جوار تیرو

آبِ حیات کو ہوں احسان بھی نہ چاؤں
کونین ہے جو کچھ وہ ہے ”نکھار“ تیرو

ایک نہایت خوبصورت شعر

بڑو ہے شان اُچّو رحمۃُ اللّعالَمین تیرو
مِری مٹی نا اپنا در کی سردل ہیٹھ جا دیئے

سردل یا دروٹنی دروازے کی نچلی لکڑی یا حصہ ہے شعر کیا ہی خوب شعر ہے لیکن کلچرل اکیڈمی کے نسخہ میں درکو درد لکھا ہے اس طرح شعر بے وزن ہو جاتا ہے اور ویسے بھی یہاں لفظ ”در“ کا ہی محل ہے۔

یہ ٹیپا* کل تے ہر ذرّہ نسیھے
درود اِتنا محمد ناں پہچا یے

اسرائیل اثر

ماخذات

۱۔ کلام اثر، مدیر اقبال عظیم چودھری مطبوعہ ۱۹۹۶ عیسوی

۲۔ کلام اثر حصہ دوم مدیر جاوید راہی

محمد اسرائیل مہجور راجوروی کی گوجری شاعری

۱۹۱۶ تا ۱۹۹۶ عیسوی

چنگی ہووے نہ جد تک ماں کوئی
پُتّر ہووے نہ نیک نہاد پیدا

مٹھی گوجری جہی زبان کھڑی
اردو اسے کی ہوئی اولاد پیدا

مہجور راجوروی

ترجمہ

جب ماں اچھی نہ ہو تو اس کی کوکھ سے نیک نہاد بیٹا پیدا نہیں ہو سکتا۔ گوجری جیسی میٹھی کونسی زبان اردو بھی اسی کی اولاد ہے۔

پیروں کی تضحیک کچھ یوں کرتے ہیں:

ہنڈو پالیو تیرے ہی واسطے میں
دن رات ہے تیری اڈیک پیرا

تیرا گنڈّاں تعویزاں تے بتّیاں تیں،
میرا کم تے کاج ہیں ٹھیک پیرا

شِرنی واسطے کر نہ فکر کائے،
مال دیوں گو کھد تے شیک پیرا
لگیں تیریں دعا بد دعا ڈاہڈیں
تیری گل ہیں پتّھر پر لیک پیرا
اسرائیل مجور راجوروی

ترجمہ:

اے میرے پیرومرشد (باانداز طنز) میں نے تیرے لئے مینڈھا پالا ہے اور دن رات تیری انتظار میں رہتا ہوں۔ تیرے بٹے ہوئے دھاگوں کی ڈوروں (گٹ) تعویزوں اور بتّیوں سے میرے کام کاج درست ہو جاتے ہیں۔شیرینی (نذرونیاز) کی فکر نہ کرنا میں مال مویشی (بھیڑ بکریاں بھینیں بھینسے) تجھے ہانک کر دیدوں گا۔
تیری دعائیں اور بددعائیں لگتی ہیں تیری بات تو پتھر پر لکیر سمجھی جاتی ہے ناں

گوجری سی حرفی نویسی کا نمونہ

ش :شام تیں لے کے صبح توڑی ،
ہویو نہ رون ہے کم میرو

رہیو چھڑو قلبوت ہے ہڈیاں کو،
سکّو جسم کو ماس تے چم میرو

دے کے واسطے رب کو کہوں تناّں ،
دیکھ آ کے دم ماں دم میرو

تنّاں نہیں مہجور پرواہ میری،
دس ہووے گو کھڑا نا غم میرو
اسرائیل مہجور راجوری

اسرائیل مہجور راجوری مولنا ذبیح راجوروی کے چھوٹے بھائی تھے اردو گوجری کے نامور شاعر تھے اور شاعری میں قوم کے نام بہت سے آفاقی پیغام دیے ہیں ۔

ہم کو قاصد بھی ملا لکنت زدہ
ٹکڑے ٹکڑے کردیے پیغام کے
مہجور راجوروی

اب دیکھئے اسرائیل مہجور راجوروی درس دیتے ہیں

دورِ انصاف اب بھی ہے غائب
ظلم کی صبح و شام آج بھی ہے

آدمیت کی اب بھی ہے تذلیل
ابن آدم غلام آج بھی ہے
مہجور راجوروی

مہجور نے گوجری میں عمدہ شاعری کی ہے ان کی یہ شاعری طنز و مزاح اور پند و نصیحت سے بھری پڑی ہے ۔ اسرائیل مہجور ذبیح راجوروی اور صابر آفاقی ان تین شعرا کے یہاں زبان اور فن کا برمحل استعمال ہوا ہے تلاش بسیار کے بعد بھی کم ہی کوئی غلطی ملتی ہے ۔ صابر آفاقی کی گوجری شاعری پر اردو فارسی کا اثر ضرور پڑا ہے لیکن ذبیح اور اسرائیل مہجور راجوروی کی زبان تسنیم میں ڈھلی ہوئی زبان ہے اور دونوں نہایت معیاری اور ٹکسالی زبان استعمال کرتے ہیں ان کی زبان کا بہاؤ پہاڑ سے گرتی ہوئی آبشار کی طرح

ہمارے دل و دماغ پر ساحرانہ کیفیت مرتسم کرتا ہے۔

قطعہ

حق کسے انسان گو کھان نالوں
کسے چیز گو ماس حرام چنگو

اگے کسے گے ہاتھ پھیلان نالوں
رہنو بھوک مانھ صبح تہ شام چنگو

جھوٹ موٹ گا نام ناموس کولوں
کسے گٹھ مانھ رہن گمنام چنگو

بڈیؔ دے گے کم بنان نالوں
ساری عمر مہجور ناکام چنگو

مہجور راجوروی

ترجمہ:

شعر ا۔کسی انسان کا حق کھانے سے حرام جانور کا گوشت کھانا بہتر ہے۔

شعر ۲۔کسی کے آگے ہاتھ پھیلانے صبح تا شام بھوکا رہنا بہتر ہے۔

شعر ۳۔جھوٹے نام و ناموس یا شہرت کی طلب کے بجائے کسی کونے کھدرے میں چھپ کر بیٹھ رہنا بہتر ہے۔

شعر ۴۔رشوت دے کر کام نکلوانے سے ساری عمر ناکام رہنا بہتر ہے۔

نظم

سید ہووے یا سیّد کو بال ہووے

دوہتاں پوتاں کی لگّے نہ تھوڑ متاں
کسے چیز کو کدے نہ کال ہووے

لگّے کنڈ نہ عمر ما کدے میری
تیری مدد امداد جے نال ہووے

میری مہیں تے گاں تے گھر گلّو
دھی پوت وی تیرو ہی مال ہووے

تیری داڑھی تیں قربان پیرا
اٹھتا بیستاں تیرو خیال ہووے

ہتھیں بدھیں رہوں کھلو ہوں پیر اگّے
برھیا ہووے تے بھانویں سیال ہووے

شِرنی پیراں کی دیوں ہوں گھرلے کے
تنگی ہووے یا وقت خوشحال ہووے

رکّھوں جمعہ کو دُدھ ہمیش سُچّو
انہاں گلاں کو ڈاہڈو خیال ہووے

دیوں یارہویں چن توں چن ما ہوں
سید ہووے یا سیّد کو بال ہووے

ماخذات

۱۔ گوجری ادب، ڈاکٹر صابر آفاقی
۲۔ بنجارہ از رفیق انجم مطبوعہ ۲۰۰۷ عیسوی

محمد علی بیتاب درہالوی کی گوجری شاعری

۱۹۱۶ تا ۱۱ جولائی ۱۹۹۸ عیسوی

میاں فتح درہالوی اور چوہدری فیض انقلاب ہم عصر اور قریبی ساتھی تھے فیض انقلاب اور بیتاب درہالوی دونوں محکمہ سوشل ویلفئیر میں ملازم ہونے کے ساتھ ساتھ دونوں ہی سرگرم سیاسی وسماجی رکن تھے ۔بیتاب درہالوی میاں فتح محمد درہالوی کی صحبت میں رہے اور اسی صحبت نے ان کی طبع کو شاعری کی طرف پھیر دیا۔

بیتاب درہالوی نے زیادہ تر اصلاحی شاعری کی ہے۔

طنزیہ کلام کا نمونہ

بند ا

کتی رن تے چور کو سنگ مندو،
جُتّی تنگ نالے مرد چُڈّو مرد مندو

دھی چغل خور لوفر پوت پھیڑو
کانی اکھ تے دند کو درد مندو

کُھچّل گھوڑو تے لُنڈی مہیس مندی،
کونگل* گاں نالے ہکل داند مندو

ہلکیو کُتّو تے چھوٹو مارن آلو،
خونی ہاتھی تے سپ کو ڈنگ مندو

سود کھتری کو گھاٹو گھنیتری کو
ڈِھکو یار کو تیل دیار* مندو

گھٹ تولنو تے وعدو جھوٹھ کرنو
ہٹّی کو باہر اُدھار مندو

چھوٹا منہ بچّوں گل پھیڑی
کرنو نیچ کے نال پیار مندو

بڈّھی خور حاکم چوکیدار چاتر
کمزور ہووے نمبردار مندو

دینی دھی تے لینو مُل *اُس کو
بڑو فعل تے نالے بدنام مندو

خفے ہووے نہ کوئے میری گل اُپر
بندہ بولتا کو ہووے طور مندو

دنیا سب چنگی سارا لوک چنگو
محمد علی بیتاب جئیو نہ کوئے ہور مندو
محمد علی بیتاب

حل لغات

چُڈّو : جو سر نیچے جھکائے رکھے ڈرپوک اور شرمیلا ہو

کونگل یا کننگل گوجروں کی گوت ہے اور یہاں مارنے والی گائے مراد ہوسکتا

کنگر گوجری میں کمزور اور ہڈیوں کے ڈھانچے کو بھی کہتے ہیں۔

* دیار کا تیل بدبودار ہوتا ہے۔

ماخذات

۱۔ بنجارہ از رفیق انجم مطبوعہ ۲۰۰۷ عیسوی

۲۔ گوجری ادبی تناظر مرتبہ عبدالحمید کسانہ مطبوعہ ۲۰۱۵ عیسوی

حسن الدین حسن گورسی کی گوجری شاعری

۱۹۱۵تا ۲۰۰۹عیسوی

تیری یاد ماں جان برباد ہوگئی،
آبشار بن کے چلیں نم اتھروں

چشم زدن اندر چشم نم جاری
دل ما غم چشمو ہر دم اتھروں

تیرو ہجر فراق گیو ساڑ سینو
اوہلے بیس روؤں چھم چھم اتھروں

حسن دُکھاں کی موج بہار اجکل
گھڑی پل بھی نہیں ہوتا کم اتھروں

چوہدری حسن الدین حسن

چوہدری حسن الدین حسن گورسی کا تعلق موضع ہاڑی مرہوٹ تحصیل سرنکوٹ پونچھ سے ہے ان کے تایا چوہدری میر بلند خان، پونچھ راجہ کے مشیر خاص تھے اور میر لقب

ملا تھا۔ چوہدری حسن الدین حسن ۱۹۴۷ء میں ہجرت کر گئے تھے کچھ عرصہ راولپنڈی کیمپ میں رہے بعد ازاں سہالا میں مقیم رہے چوہدری حسن الدین حسن جیّد عالم دین اور گوجری کے اہم شاعر ہیں ۱۹۵۴ء میں واپس اپنے آبائی گاوں ہاڑی مڑہوٹ میں آ گئے ۔گوجری کے ممتاز شاعر اسمعیل ذبیح کے قریبی دوست ہیں پیامِ حسن (گوجری کلام)اور گلدستۂ حسن (پنجابی کلام)منظرِ عام پر آ چکے ہیں ۔

چوہدری حسن الدین نے بے تکلف اشعار کہے ہیں انکی گوجری شاعری بالخصوص سی حرفیاں نہایت معیاری اور ٹکسالی گوجری ہیں ۔چوہدری حسن الدین حسن کے منظوم خطوط کا جواب اسمعیل ذبیح نے بھی لکھا ہے یہ خطوط گوجری ادب میں منظوم خط نویسی کے نادر نمونے ہیں اسمعیل ذبیح کی تصنیف ''انتظار'' میں چوہدری حسن الدین حسن کا بھرپور ذکر ہوا ہے اور جوابی خط بھی شامل کیئے گئے ہیں ۔جس سے ان کے مقام و منزلت کا پتہ چلتا ہے ۔

چوہدری حسن الدین حسن کا ایک نعتیہ بیت پڑھتے ہوئے فتح مکہ کا منظر آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے جب آنحضرتؐ نے اعلان کیا ''لاتثریب علیکم الیوم'' ابوسفیان نے یہ اعجاز دیکھا تو دل و جان سے مسلمان ہوگیا یہاں اس بیت میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اسی قسم کی گوناگوں بخششوں اور مہربانیوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے

نعت

جمیو نہیں نہ جمّے گو کدے جگ ما،
نبی پاک جیہو ہور انسان کوئے

ہوئی نہیں نہ ہوئے گی اِیڈ ہستی،
اتنی محترم اِیڈ ذی شان کوئے

اتنا بڑا اخلاق کو ہور دوجو، جمیو
کون ہے بچ جہان کوئے

اتنا ظرف کو کون جے دشمناں پر،
کرے اِیڈ عظیم اِیڈ احسان کوئے

س :سہکتاں سہکتاں عمر گزری،
راہ تکتاں تکتاں سال ہویا

گھڑی گِنتاں گِنتاں تھک مُکّا،
سال گُذریا نہیں وصال ہویا

گزری عمر اڈیک جدائیاں ما،
دن ہجر کا سال مثال ہویا

حسنؔ بدن تیں جان حیران چلّی،
انتظاریاں ما بھیڑا حال ہویا

چوہدری حسن الدین حسن چوہدری کالا جواب خط جس کا ذکر مولوی اسمٰعیل ذبیح نے ''انتظار'' میں بھی کیا ہے۔ بلاغت کا ایک نمونہ سمجھا جاتا ہے

قلم پکڑیے رب کو نام لے،
لِکھ گھلیے چند اشعار وطنی

لکھئے چٹھی پردیسیاں راہیاں نا،
جھڑا وطن نا گیا بسار وطنی

دسّوں دل کو سوز گداز کس نا،
کرگیا جگر کا کئیں لنگھار وٹنی

مندو صدمو ہووے جدائیاں کو
اس روگ کا نیہہ واقف کار وٹنی

دتّو آ بڈھیما نے زور اجکل
قبر کر رہی ہے انتظار وٹنی

زندہ رہاں تاں مِلا ں جے رب میلے
ہے زندگی کجھ بے اعتبار وٹنی

کریں یاد پردیسیاں راہیاں نا
جل تھل بیلا جنگل بار وٹنی

ڈھوک، بہک، تلاّ زارو زار روویں،
روویں شنگر پہاڑ کھنکھار وٹنی

تھاری جا زمین قدیم بنجر تے
مکان ویران کھنڈار وٹنی

جگہ جگہ تھاریں زار و زار روویں
رونویں گل گلزار تے خار وٹنی

مہنڈر پونچھ راجور دھنور کنڈی
ڈھنڈ کوٹ بھڑوٹ سالدار وطنی

پنج ناڑ، درہال ،الال ،سوکڑ
تھنّہ ،لاہ ،شاہدرہ دربار وطنی

رووے بُدھل بتھان ڈھنڈوٹ،
گوئل جملان دیول زار و زار وطناں

حسن اللہ ملاوے تے فیر ملیے
اجاں ملن اے مُچ دشوار وطنی

ماخذات

۱۔ 'پیام حسن' شعری مجموعہ چوہدری حسن
۲۔ 'گلدستہ حسن'

محمد حسین بیدار کھٹانہ کی گوجری شاعری

۱۹۱۷ء تا ۲۰۰۵ عیسوی

جوٹھ تکّھ توں ہولو بیدار ہووے
لکّھاں من وزن سچّی گل ماں رے
میاں محمد حسین بیدار

ترجمہ:

اے بیدار جھوٹ تنکے سے بھی ہلکا ہوتا ہے اور سچی بات لاکھوں من وزنی ہوتی ہے

محمد حسین بیدار سردیوں میں موضع گاندری رام بن میں قیام کرتے تھے اور گرمیوں میں حالن ڈوروشاہ آباد چلے جایا کرتے تھے کھٹانہ گوت سے تھے علم الدین بن باسی کے قریب رہے اور حاجی اسرائیل کے حلقہ بگوش۔

سیالکوٹ کے مشہور پیر جماعت علی شاہ صاحب کے مرید تھے سی حرفیاں بارہ ماہ اور نظمیں بھی خوب کہی ہیں صاحب حال صوفی بزرگ تھے ان کے کلام کی تاثیر اور سوز و گداز بیان سے باہر ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ کلام سن کر وجد طاری ہو جاتا ہے :

م : مہیں چارے تھو ولی جمال بابو،
ملیو سرگی نا خضر پیر اڑیا

ستاں پُشتاں نا بخشیں کرامات رب نے،
ہویا مست قلندر فقیر اڑیا
زاہد ، عابد، عالم ہزار ہویا،
صاحب کشف روشن ضمیر اڑیا
بیدار قلم کیں کرامات ساریں،
اللہ آپ مہارو دستگیر اڑیا

حضرت خضر نے دیکھیو جمال ولی،
بجّی تار توحید کی دل ما رے
نیک رات وصال جدائی گی رے،
پیر کُھب گیا نیلی سِل ما رے
ملیو پیر حقانی رب گی مہربانی ،
بدّل گئی تقدیر گھڑی پل ما رے
جوٹھ کگھ توں ہولو بیدار ہووے
لکّھاں من وزن سچّی گل ما رے

ب : بکری چارے تھو محمود باجی،
اللہ ہو کا تار بجا ہر جا
گایا گیت توحید کا شُنگراں ما،
معرفت کا دیا جلا ہر جا
گُجّا راز ہوویں عاشقاں صادقاں کا،
گیا دینہہ چن تارا شرما ہر جا

اسم ذات کا دن رات گِنیا،
خُفیہ راز بیدار سمجھا ہر جا

محمد حسین بیدار کی ایک گوجری نظم مع ترجمہ

اج ہے تاریخ گواہ مہاری، حکمران تھا ہم سنسار ما،
عظمت وطن کی خاطر قُربان ہویا، فتح مند تھا ہر پیکار ما
ناز وطن کرے مہاری ہمّتاں ور، فخر قوم ناں تھو تلوار ما
وفادار تھا ہم ہر وعدہ کا عزّت مند تھا ہر دربار ما
خدمت دیس کی تھی سپرد مہارے مالی ہم تھا اس گلزار ما
حاصل کیا خراج حکومتاں کا عجب شان تھی مہارا سالار ما
کرو قومی اتّحاد کی پھر مجلس، حاصل کرو اپنا وقار ما

بارہ ماہ

اسو : آس خدا کی رکھنی کم سولاّ سارا
باڑیاں ماں بن باسی مُڑیا، لُگّا رہ گیا ڈھارا
دھائیں مکّی پکّی ساری، لپّیں ہر جا کھلیاڑا
خوش بیدار زمیندار ہیں سارا،
بھریں کٹھار تے کھارا

نظم

کئی سال آزادی کا گزر گیا بھائی گُجرا اج نہ سار تیناں ں
تیری سادگی دیکھ کے راشیاں نے، سمجھیو نالائق تے بیکار تیناں ں

ٹھگتا رہتیا متعصب محرم لیڈر نہ ملیو وفادار تناّں
دس دِتّا دس سو درج ہویا لیڈر کئی دِتّا ہزار تناّں
سبز باغ دسیا ووٹ خاطر، ٹھگ بنگال کا ٹھگیں مکار تناّں
کھوٹا کھرا نا لئیو پہچان آپے ہر وار نہ کریں خوار تناّں
عمل نال زندگی بدل جائے، سچّی گل سنائے بیدار تناّں

ترجمہ

آزادی ملے کئی سال گزر گئے اے بھائی ابھی تو نے اپنی خبر نہیں لی، تیری سادگی دیکھ کر رشوت خوروں نے تجھے نالائق اور احمق سمجھ لیا ہے، تجھے متعصب لیڈر ہر بار ٹھگ لیتے رہے اور تجھے وفادار لیڈر نہیں مل سکا، گوجروں کے لئے جو امدادی رقم آئی ذرا تو بتا تجھے اُس میں سے کتنی ملی؟ دس روپے تجھے دیے اور کھاتے میں دس سو یعنی ہزار لکھ دیئے یعنی نو سو نوّے روپے ہڑپ کر لئے ہیں ایسے ہی لیڈر تجھے بکثرت ملے ہیں۔

ان بنگال کے جادوگروں نے ووٹ کے لئے کیا کیا سبز باغ دکھائے ہیں۔

تم خود ہی کھوٹے کھرّے کو پہچان لو حسبِ دستور وہ تمہیں کہیں ذلیل وخوار نہ کریں عملی کاوش سے زندگی کے حالات بدل سکتے ہیں بیدار تمہیں سچی باتیں سناتا ہے۔

آخری شعر میں قرآنی آیت کی طرف اشارہ ہے:

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ (القرآن)

بیشک اس دنیا میں جو کہ علّت ومعلول کی دنیا ہے دنیوی ترقی کا ہر راستہ عمل یعنی محنت مشقت اور حکمت کے میدان سے ہو کر گزرتا ہے۔

محمد حسین بیدار کی قطعہ نگاری

ایک اور نظم میں گجر لیڈروں کی درگت بنائی ہے جو بیچارے گجروں کو اپنے نقلی اور جھوٹے دبدبہ، کاروں کوٹھیوں اور بنگلوں سے مرعوب کرنا چاہتے ہیں حالانکہ ان لوگوں کی یہ بڑی بڑی جائیدادیں اور مال و دولت سب لوٹ مار اور مکر و تذویر کا نتیجہ ہے دیانت دار لیڈر کبھی امیر ہو ہی نہیں سکتا۔عربی کے شاعر متنبی نے پتے کی بات کی مال و دولت اور عزوشرف کا چولی دامن کا ساتھ ہے بلکہ یہ لازم وملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں۔

فلا مجد في الدنيا لمن قل ماله
ولا مال في الدنيا لمن قل مجده

المتنبي

محمد حسین بیدار نے ان لوگوں کو جونک (طفیلی) Parasite کہا ہے یہ لوگ آکاش بیل کی طرح اپنے حامل کو شکار بناتے ہیں یعنی عوام الناس کو۔

قطعہ

مرکز ہند نے دِتّی رقم لکھا
کھرا گجّر نا دسّو نصیب ہوئ
جونک ہار مظلوم کی رت چوسی،
ساری قوم اجکل غریب ہوئ
ڈنڈا نال نہ قوم مغلوب ہووے،
انّی سیاست تگاری عجب ہوئ
علم ہنر ماں گوجر بیدار پچّھے،
کہے تاریخ یاہ قوم ادیب ہوئ

قطعہ

قومی یکجہتی کی اج بہار آئی،
تھوڑا تھوڑا دِسّیں خار ہم نا
خون پسینہ کی لُٹّی کمائی مہاری،
کوٹھیں بنگلہ تے نہ دسّو کار ہمناں
شکل نوری تے کم شیطانی تھارا،
نقلی شُہرت کا دسّیں وقار ہم نا
سچّی گل ہمیشہ کوڑی ہووے،
سمجھیں تم اج کل گنہگار ہم نا
آخر فتح مظلوم عوام کی ہووے
ہمّت نال جگائے بیدار ہم ناں

محمد حسین بیدار

ماخذات

۱۔ بنجارہ از ڈاکٹر رفیق انجم مطبوعہ ۲۰۰۷ عیسوی
۲۔ گوجری ادبی تناظر مرتبہ عبدالحمید کسانہ مطبوعہ ۲۰۱۵ عیسوی

پیر حاکم شاہ قمر کی گوجری شاعری

۱۹۱۹ تا ۲۰ مئی ۱۹۸۵ عیسوی

پیر حاکم شاہ قمر بنیادی طور پر موضع سنئی بالا سرنکوٹ کے رہنے والے تھے لیکن تقریباً پچاس سال پہلے نقل مکانی کر کے کالاکوٹ راجوری کھڑک گاؤں میں جا بسے اور تقریباً پینسٹھ ستّر برس کی عمر میں ۲۰ مئی ۱۹۸۵ عیسوی کو وفات پا گئے حق تعالیٰ مغفرت کرے

حاکم شاہ قمر عوامی حلقوں میں بہت مشہور ہوا کرتے تھے اور ۱۹۷۰ء کے آس پاس پیر حاکم شاہ صاحب ہمارے علاقہ میں آتے رہتے تھے ہم نے انہیں بزرگی کے ایام میں دیکھا سر پر کلہ و دستار بھی باندھتے تھے بچپن میں ہم انکی مزاحیہ نظم سن کر خوش ہوتے تھے ان دنوں سرنکوٹ کے بازار کا کیچڑ بہت مشہور ہوتا تھا انہوں نے ایک نظم لکھی تھی ۔

چکّڑ گارو سِر تیں اُچّو
کپہڑو رہ گیو پاک سُچّو

یعنی کیچڑ اور گیلی مٹی سر سے اونچی چڑھ رہی ہے ایسے میں کس کے کپڑے پاک رہ گئے ہیں؟ ایسی ایک اور لافانی نظم میں کہتے ہیں

موسم سیال : نظم ازسید پیر حاکم شاہ

بند ا

گل کریں تھیں گجری نار
اڑیا ٹھنڈ نے کیو لچار

بہلی بہلی اٹھ اگ بال
میرئے اِڈی نہ پُچھ حال
تنگ کرے یو موسم سیال

بند ۲

کھنگ چلے ٹھاوَں ٹھاوَں
میرییَٔ اِڈی کتیاں جاوَں
بارش نے اج کیو بے حال
تنگ کرے یوہ موسم سیال
میرئے اِڈی نہ پُچھ حال
تنگ کرے یو موسم سیال

بند ۳

پوہ تے ماں غی مندی ریت
برف برے تے لگے سیت
مہارو مُلخ پہاڑ پنچال
میرئے اِڈی نہ پُچھ حال
تنگ کرے یوہ سیال

بند ۴

نیلی لکڑیں پے گنیو دھووَں
نالے پھوکوں نالے روَں

سر نا چھڑیو درد کمال
تنگ کرے یوہ موسم سیال
میرے اِڈی نہ پُچھ حال
تنگ کرے یو موسم سیال

بند ۵

روٹی ساگ پکانو مُشکل
نالے پانی لیانو مشکل
دُدھ رڑکن ہویو مُحال
میرے اِڈی نہ پُچھ حال
تنگ کرے یو موسم سیال

بند ۶

باہر برف تے لوہری ٹھنڈ
بدّل پھانڈو کڈّے چنڈ
اندر تسایو تڑفے مال
تنگ کرے یو موسم سیال

میرے اِڈی نہ پُچھ حال
تنگ کرے یو موسم سیال

بند ۷

پیر　حاکم　شاہ　قمر　پچھان
گھر　منگایو　ختم　خوان
ختم　پڑھاؤں　کس　ڈھنگ　نال

میرئے　اِڈی　نہ　پُچھ　حال
تنگ　کرے　یو　موسم　سیال

بظاہر یہ نظم ہلکی پھلکی ہے مگر اس نظم میں آج سے ساٹھ ستر سال پہلے کے حالات و واقعات سانسیں لے رہے ہیں پنجال کے دامن میں گوجر مرد موسم سرما میں مزدوری کے لئے پنجاب چلے جاتے تھے گھر کی ساری ذمہ داریاں ایک عورت پر پڑ جاتی تھیں۔

ترجمہ: بند ا۔گوجر قبیلہ کی عورتیں آپس میں بات کرتی ہیں (چھوٹی اور بڑی بہن)

اڑیا یعنی ارے آپا سردی نے پریشان کر رکھا ہے، جلدی جلدی اٹھ اور آگ جلا سردی کے موسم نے تنگ کیا ہے

بند ۲۔کھانسی ٹھاؤں ٹھاؤں چلتی ہے اے میری بہن کہاں جاؤں کیا کروں بارش نے بے حال کر دیا ہے اری میری آپا حال مت پوچھ اس موسمِ سرما نے تنگ کر رکھا ہے۔

بند ۳۔ترجمہ : پوہ اور ماگھ کے مہینے کی بری ریت یا رواج ہے برف گرتی ہے اور سردی لگتی ہے ہمارا ملک پنجال یعنی پہاڑی سلسلہ ہے بارش نے بے حال کر دیا ہے اری میری آپا حال مت پوچھ اس موسم سرما نے تنگ کر رکھا ہے۔

بند ۴۔گیلی لکڑیاں ہیں اور دھواں پڑ گیا ہے چولہا پھونک پھونک کر سر کو درد ہو گیا

ہے اری میری آپا حال مت پوچھ اس موسمِ سرما نے تنگ کر رکھا ہے۔

بند ۵۔ روٹی پکانا اور برفپوش کھیتوں سے سرسوں کا ساگ چن کر پکانا مشکل ہے دور چشمے سے جا کر پانی کی گاگر کیسے لاؤں بارش نے بے حال کر دیا ہے اری میری آپا حال مت پوچھ اس موسمِ سرما نے تنگ کر رکھا ہے۔

بند ۶۔ترجمہ۔ باہر برف ہے اور باد و باراں، جھکڑ اور آندھی طوفان برپا ہے اور مویشی خانہ میں مویشی پیاسے تڑپ رہے ہیں اری میری آپا حال مت پوچھ اس موسم سرما نے تنگ کر رکھا ہے۔

بند ۷۔ پیر حاکم شاہ قمر کو پہچان لو اسے ختم پڑھانے کے لئے بلوایا ہے لیکن ختم کس طرح پڑھاؤں اس اری آپا حال مت پوچھ اس موسم سرما نے تنگ کر رکھا ہے۔

یہ پیر حاکم شاہ صاحب نے عین جوانی میں لکھی ممکن ہے آزادی سے ذرا پہلے لکھی ہو کیونکہ اس وقت پونچھ راجوری کے سب مرد مزدوری یا پڑھنے کے لئے لاہور پنجاب کی طرف چلے جاتے تھے۔

گوجری طنزیہ و مزاحیہ اشعار

سگ وزیر و گربہ میر و موش دربانی کنند
این چنین ارکان دولت ملک ویرانی کنند

(ناشناس)

گوجری قطعو

کُتّو ٹوریو کرے گوشت کی راکھی
بوجوں ٹوریو سِٹا پکا لیاوے

بلّی ٹوری سمہالے جا دودھ مکّھن
شیر ٹوریو مال چرا لیاوے

نستا گھوڑا پکڑن لوہلو ٹور دتّوں
رنڈو ٹوریو ساک منا لیاوے

حاکم شاہ قمر ہوں جاوَں کنگا
جانے رب کے موج بنا لیاوے

ترجمہ

شعر ۱۔انہوں نے کتے کو گوشت کی رکھوالی کے لئے بھیجا ہے اور بوجو یعنی بندر کو مکی کے سٹّے یا بھُٹے بھننے کے لئے بھیجا ہے۔

شعر ۲۔انہوں نے بلی کو دودھ اور مکھن کو سنبھالنے کے لئے تعینات کیا ہے اور شیر کو مویشیوں کو گھاس چرنے کے لئے نگہبان مقرر کیا ہے۔

شعر ۳۔انہوں نے بھاگتے ہوئے گھوڑوں کو پکڑنے کے لئے لنگڑے بھیجے ہیں اور رنڈے مرد کو دوسروں کے لئے رشتہ تلاش کرنے کے لئے بھیجا ہے۔

شعر ۴۔حاکم شاہ جب صورت حال زمانہ یہ ہے تو میں کہاں جاوں
پتہ نہیں وہ رنڈا مرد کیا موج مستی کی کتھا بنالائے گا

اسی قسم کی ایک اور طنزیہ و مزاحیہ نظم :

چال زمانہ غنی

نظم

الف اس زمانہ غی چال کیسی،
نت نواں فُتور بنا لیاوے

باشو ٹوریو چڑیاں ناں چوگ گھلے
پہلا جھپٹ ما ساریں مُکا لیاوے

چوہو ٹوریو سامے سامان گھر غو،
کر حفاظت ہر چیز بچا لیاوے

باغ میواں اوپر ٹھیکدار طوطا
مالک باغ غو نفعو کما لیاوے

مرغی خانہ غا گیدڑ بنایا راکھا،
مُرغا پال غے بانگ دوا لیاوے

گُنگو ٹوریو دے اذان اُچّی،
سارا شہر ناں کھوؤں لرزا لیاوے

چور بھیجیو کرے تقسیم لنگر
رجے آپ یا لوگ رجا لیاوے

سید حاکم شاہ قمر ہُن دیکھ دنیا
کیسی چال زمانو الٹا لیاوے

۔۔سید پیر حاکم شاہ

کلام حاکم شاہ

۱۹۵۷/۵۸ میں بیگار پر سڑکیں بنوائی جاتی تھیں ہر گاؤں سے نمبر دار چوکیدار سب لوگوں کو اکٹھے کر کے بیگار پر لے جاتے تھے اور اس کا چشم دید ذکر پیر حاکم شاہ نے اس قطعہ میں کیا ہے

قطعہ

ست برس دے بچّے تھیں لے، سٹھ برس دے بُڈّھے
سڑکاں اوپر روڑی کٹّن، وِچ روزگاراں رُدّھے

اک چھٹاکی فی نفر نوں، فی ڈھنگ ملدا آٹا
جے کر ہور منگو تاں، اگّوں حاکم بھنّن گاٹا

آپ جھڑے بہوں نفساں آلے، ڈِھڈّ پیراں تک لمّے
بُکھیاں نوں رجاون والے، کد ماواں نوں جمّے

ماخذات

۱۔ گلزارِ سخن تحقیق و ترتیب غنی غیور (زیر اشاعت) اصل غیر مطبوعہ نسخہ راقم نے سید حاکم شاہ کے صاحب زادہ سید اقبال شاہ ساکنہ کھڑک کالاکوٹ سے حاصل کیا۔

فتح علی سروری کسانہ کی گوجری شاعری

۱۹۲۷ تا ۱۹۸۷ عیسوی

دُکھ پرایا جے سہنا تھا
میں دُنیا پر کنجھ آیو

میں مریو تے قبر سرہانے
سجّن کڈھتو سِنجھ آیو
سروری کسانہ

ترجمہ:

اگر میں نے ہمیشہ پرائے دُکھ ہی سہنے تھے تو پھر میں دنیا پر کیوں آیا تھا۔ جب میں مرگیا تو وہ میری قبر کے سرہانے رشتہ داری کا سراغ نکالتے ہوئے آیا۔

فتح علی سروری کسانہ مشہور صحافی، گوجری ادب کے بنیاد گزاروں میں شمار ہوتے ہیں بعض کتابوں میں ان کی تاریخ پیدائش ۱۹۳۷ء لکھی ہے جو کہ قرین قیاس نہیں کیونکہ سروری ۱۹۵۲ء کی گوجر اصلاحی کمیٹی کے سرگرم رکن تھے انکا گھر ہی ان سرگرمیوں کا دفتر تھا اس دور کی تصویروں کی رلاوہ اس سلسلہ میں ہم نے سروری مرحوم کے اقربا سے بھی رجوع کیا انہوں نے وضاحت کردی ہے جس کے تحت سروری مرحوم کی تاریخ پیدائش

۱۹۲۷ء ہی ہے ۔ندائے قوم مشہور اخبار کے مدیر تھے جموں کشمیر میں گوجروں کی اصلاح آباد کاری میں سروری کسانہ نے زبردست رول ادا کیا ہے ان کی نظمیں عزم وہمت کی گواہ ہیں ان کے گیت ان کی ہمدردی کے جیتے جاگتے ثبوت ہیں گوجروں میں پڑھائی لکھائی کی تحریک بھی ایسے ہی درویش صفت گوجرلیڈر راجوری کے فیض انقلاب بھی انہی کے ہم نوا تھے ۔

جموں کی گوجری کا لہجہ ذرا مختلف ہے ہزارہ پونچھ راجوری میں (ضمیر واحد متکلم) ''ہوں'' ہی کہا جاتا ہے جبکہ جموں میں ''میں'' بولا جاتا ہے بناں یا تلاں (تلے) کو کھلکے پاسے کس را (کس طرح) کو کِکن ۔اِس را کو اینجھ ،کس را کو کنجھ وغیرہ بولا جاتا ہے ۔ بولیوں کے لہجہ اور بعض الفاظ میں تبدیلی آنا ناگزیر عمل ہے کیونکہ بولیاں روز مرّہ سے آگے نہیں بڑھتی یہ کسی مخصوص جگہ کے ایک گروہ یا چند کنبوں کی بول چال تک محدود رہتی ہے اس کے برخلاف زبانوں کا دائرہ وسیع ہوتا ہے ان میں کئی لہجوں کی گونج سما سکتی ہے لیکن بولیوں کے برخلاف ان کے زبانوں کے باقاعدہ صرفی ونحوی اور علم بیان و بدیع کے اصول ہوتے ہیں جبکہ بولیاں مروجات سے پاؤں باہر نہیں رکھتی ہیں اس طرح ان کی مثال جمود کے شکار یا راکد تالابوں جیسی ہے ۔جبکہ زبانیں روان وسیال ندیاں ہوتی ہیں اور ان کی گرامر یعنی صرف ونحو کے قواعد ہوتے ہیں ۔

بولیاں مختصر حلقوں تک محدود سہی مگر ان کی بھی اپنی اہمیت ہے وہ ثقافت کے تحفظ میں اہم رول ادا کرتی ہیں ۔اوران کی اپنی ہی فرہنگ ہوتی ہے اگر آپ کسی بکروال سے پوچھیں گے تو وہ بکریوں کے کانوں رنگوں اور سینگوں کی بنیاد پر کئی قسمیں گنوا دے ایسے ہی گوجر بھینسوں کے متعلق منفرد معلومات رکھتا ہے بہر حال سروری کسانہ نے جموں میں بولی جانے والی لہجہ کا بھرپور اظہار کیا ہے-ایک نعت پاک بطور نمونہ کلام ملاحظہ کریں ۔

نعت

تم صاحب لولاک ، محمد
تم سُچّا پاک محمد
اوکھے سمے فریادی ہویو
میں بندو غمناک، محمد
تھارو ناںْ سِر میرے چھاں
تاں اڈو بے باک ، محمد
تم رحمت کا بنڈن ہارا
میں رحمت کو گاہک، محمد
چِنتا اوکھت حال نہ چھوڑے
اُوْکھ نا چھوڑو ٹھاک، محمد
سروری لبھی فتح علی نا
تھارا در کی خاک،محمد
صلی اللہ و علیہ و سلّم

فتح علی سروری کسان

ماخذات،کتابیات وحوالہ جات

ا۔ قد آور،فتح علی سروری کسانہ مدیر ڈاکٹر شاہنواز

۲۔ ’نوائے قوم‘ کے شمارے

عبدالقیوم سوز ہزاروی کی گوجری شاعری

(۱۵ جون ۱۹۳۰ تا ۲۰۰۵ عیسوی)

عبدالقیوم ٹھیکریہ سوز ہزاروی ہزارہ کے علاقہ بالاکوٹ سے تھا شروع میں ۱۹۵۵ء میں محکمہ تعلیم میں بطور استاد نوکری کی شروعات کی اور پھر اسلامیات میں ایم اے کی گوجری میں شعر کہتے تھے نوائے قوم اور شیرازہ گوجری میں انکا کلام چھپتا رہا۔ نظمیں سی حرفیاں اور ماہیئے خوب کہتے تھے۔

ماہیا

چنّاں لکڑی چیر آکے
سجناں کی یاد آویں
لگیں سینہ ماں تیر آکے

ترجمہ:

اے چاند تو آکے لکڑیاں کیوں نہیں چیرتا
مجھے معشوق کی یاد آتی ہے (یعنی میں دلگرفتہ ہوں) میرے سینہ میں تجھے دیکھ کر تیر لگتے ہیں۔

گوجری کے خوبصورت ابیات ملاحظہ کریں:

سی حرفی

ح: حال تیں ہوئی بے حال ایسوں، سجنا تیرو غم منا مار گیو
ملنو یار کو ہن کوئے کال دسے۔ جھڑ و لنگھ سمندروں پار گیو
کیا اپنا سکھ قربان اس تیں، جھڑ و بھل کے قول قرار گیو
سکھیا جگ پر سوزؔ نصیب میرو، اس جگ ماں جیتو ہار گیو

ف :فکر کر کجھ سفر اپنا گو فر چلیا یار سامان لیکے
منزل وار تے راہ اجاڑ تیرا مشکل دسے یاہ جان پہچان لیکے
چھوڑ مڑیں گا یار آشنا تیرا رینو اُت ہے ایکلی جان لیکے
سوز جھڑا وی درد تیں دل خالی نہیں جاہیں گا کدے ایمان لیکے

* دکھ درد ما ہووے شریک جیہڑو،
سکّاں بھائیاں تے اوہ انسان چنگو
اُچّی کوٹھیاں محل تے منزلاں تے
لگّے اپنو بُرو مکان چنگو
پیرس قاہرہ تے ہانگ کانگ کولوں
مِنّاں اپنو شہر ویران چنگو
تُرکستان ایران تے روم تیں بھی
لگّے سوز نا دیس کاغان چنگو

بحوالہ گوجری ادب ص ۵۷

کسے ملک کا شاہ سلطان کولوں
بھنگی وطن کو اتے چمیار چنگو

کسے دیس کا ام انگور کولوں
آپنا دیش کو تُرش انار چنگو

کسے ملک کا باغ گلزار کولوں
آپنا دیس کا بن کو ہار چنگو
دجلہ نیل فرات تے سندھ تے بھی
لگّے سوز کہنار لکھ وار چنگو

بالاکوٹ کے نزدیک درّہ شوہال میں ایک بہادر عورت گذری ہے جس کا نام مریم تھا یہ پہلوان عورت ایک ہاتھ سے پتھر اٹھاتی تھی جس کا وزن ساڑھے تین من تھا یہ پتھر آج بھی بالاکوٹ کے ریسٹ ہاؤس میں رکھا گیا ہے اسی مریم سٹون کے بارہ میں سوز ہزاروی نے قطعہ لکھا ہے۔

دنیا رنگ برنگی گذری، مسکین غریب تے شاہ سُلطان مائَ
دنیا حسن کو کوئے سلطان گزریو،کوئے عقل کو مردمیدان مائَ
حسن فکر ما بے مثال گذری ،کوئے ہند ما نور جہان مائَ
قوت زور ما بے نظیر مریم،دِسے ہور نہ کوئے پہلوان مائَ
عبدالقیوم سوز ہزاروی

ماخذات

ا۔ شیرازہ گولڈن جوبلی نمبر مطبوعہ ۲۰۰۷ عیسوی

رانا فضل حسین کی گوجری شاعری

۱۹۳۱ تا عیسوی

اپنی گوگی ہر کوئے سیکے
لالچ کو تندور بھکھا کے
تُوں ہوراں کی لو بن لِشکے
دل کا ساڑ انگارا کر
رانا فضل حسین

ترجمہ:

لالچ کا تندور گرم کر کے اپنی روٹی ہر کوئی سینکتا ہے لیکن تو اپنے دل کو دہکتے انگاروں کی طرح جلا جلا کر دوسروں کے لئے فروزاں ہونا۔

شعر

گنڈھن کدے نہ ہوئی مُڑ کے
بیل ٹُٹی وی پیار کا پھل کی

ترجمہ

پیار محبت کے بیل سے جب پھل ٹوٹ کر جدا ہو جاتا ہے تو وہ اُس بیل سے دوبارہ کبھی نہیں جڑ سکتا۔

سام سمیٹ پلیٹ رکھی تھی، ایویں اک بیگانی شے
میرو ہی دل تھو ہور کسے گو، چیز پرائی ہار گئیو

ترجمہ

میں نے یونہی ایک بیگانی چیز کو سنبھال سمیٹ اور لپیٹ کر رکھا تھا
دراصل میرا دل تھا ہی کسی اور کا، پرائی چیز کو میں ہار گیا۔

رانا فضل پروڑی درہال سے ہجرت کر گئے لیکن دل سے انہوں نے اپنے علاقہ کو نہیں بھلایا ان کے اشعار گیتوں اور نظموں میں کشمیر کے قدرتی مناظر اور آبشاروں کی جھلکیاں رواں دواں دکھائی دیتی ہیں۔

انہوں نے ایمانداری سے اپنے فن کے ماخذات کی نشاندہی کر دی ہے ان کی شاعری، میاں محمد بخش صاحبؒ کی زمینوں سے حیات بخش رس لیتی ہے

ایک شعر

میاں محمد کی زمیاں ماں پیار کا پندا لگیں
لار کا پانی منگلے آکے باغ میرا ناں سکیں

رانا فضل غزل کے بجائے نظم اور گیت کے میدانوں کی شہسوار ہیں ان کے گیت ساون کی پھوار میں پڑی ہوئی دھنک جیسے خوشنما ہیں۔ ان کے کلام میں دھنک کے رنگ، اور خوشبوؤں کے پیرہن بکھرے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ رانا فضل حسین کی شاعری منفرد اسلوب کی آئینہ دار ہے۔

رانا فضل حسین عشق خدا اور عشق رسولؐ سے سرشار نظر آتے ہیں
نعت کا ایک شعر دیکھیں:

تھارا ناں کی خوشبو سارے اللہ نے مہکائی
عرشیں فرشیں تے اسمانے رہ ہبکار محمدؐ

ترجمہ :اے نبی مکرمؐ اللہ تعالی نے آپ کے نام کی خوشبو سے عرش وفرش اور سماوات معطر کر دیے ہیں۔

گلِ وحدت کے تصور میں ڈوبتے ہی رانا فضل حسین کے دل و دماغ گل وگلزار کی طرح مہکنے لگتے ہیں اور وہ ماسوا سب کچھ بھول جاتے ہیں ان کے بعض گیت مشہور عوامی گیتوں کے مصرعوں اور مضامین کے حامل ہیں۔

''کنگناں گوری دیا بنی ہے مجول'' سے کنگناں رے گوری کیا بنی ہے مجول اسی طرح کاگ کے گیت ہندی پنجابی میں صدیوں پہلے سے رائج ہیں میرا بائی ملک محمد جائیسی اور بابا فرید نے کوے پر لافانی دوہے اور اشعار کہے ہیں:

کاگا سب تن کھائیو چُن چُن کھائیو ماس
دونیناں مت کھائیو ، پیا ملن کی آس

Kaga sab tan khaiyo chun chun khaiyo maas,
do naina mat khaiyo mohe piya ke milan ki aas.'

پی سے کہیو سندیسوا اے بھونرا اے کاگ
سو دھن برھیں جر موئی، جہک دھواں ہم لاگ

ملک محمد جائسی

ترجمہ:

میرے معشوق سے کہنا کہ تیری نئی نویلی دلہن فراق کی چتا میں جل کر مرگئی ہے۔ اس کی لپٹوں کے ساتھ نکلتا دھواں ہمیں لگا اور ہمارے بال و پر بھی کالے ہو گئے ہیں۔

پنجابی میں گھڑے کے گیت مشہور ہیں اور تاریخی عشقیہ کہانی سوہنی ماہیوال سے

جڑا ہے۔

مینوں پار لنگاہ دے وے
گھڑیا منتاں تیریاں کردی۔

یا پھر ایک لافانی پنجابی گیت

پار چناں دے دِسّے کُلی یار دی
گھڑیا گھڑیا، آوے گھڑیا

رات ہنیری ندی ٹھا ٹھاں مار دی
اڑیئے اڑیئے ہاں نی اڑیئے

کچّی میری مِٹی کچّا میرا نام نی
ہاں میں ناکام نی
کچّیاں دا ہوندا کچّا انجام نی
اے گل آم نی
کچّیاں تے رکھیے نہ اُمید پار دی
اڑیئے اڑیئے ہاں نی اڑیئے

رات ہنیری ندی ٹھا ٹھاں مار دی
اڑیئے اڑیئے ہاں نی اڑیئے

رانا فضل حسین نے انہی گیتوں کے تتبع میں کچھ گوجری گیت لکھے ہیں۔

کائے گل امڑی کی دس گھڑیا
فر پانی بھرتا ہس گھڑیا

دو کنگن پے گئیا باہنیاں ماں
ہُن بسنو پئیو پرایاں ماں
کجہ لوکاں بے از مایاں ماں
مت کھوہری بولے سس گھڑیا

کائے گل امڑی کی دس گھڑیا
فر پانی بھرتا ہس گھڑیا

رانا فضل حسین کا اچھا گیت ہے:

میریا محرم محرم گھڑیا رے
کدے ڈھاک کدے سر چڑھیا رے

بہلو اُڈ جائیے توں چٹیا کبوترا
کہئیے میرا چن ناں ملیا تیرا چبوترا

یہ گیت سوز و درد میں ڈوبے ہوئے ہلکے پھلکے بول ہیں کہیں کہیں ان میں کوئی گہری رمز بھی مل ہی جاتی ہے۔ایسے ہی کچھ گیت برائے طبع تفنن لکھے ہیں:

گھوڑی چڑھ آیو رے جی لاڑیا
پنچھیا، مہندی سینکڑوں گیت لکھے ہیں

رانا فضل حسین کا ایک مشہور گیت:

او سوہنا کشمیر کی مکھیئے رے
کے پھرتی پردیس لوڑے

پُھلاّں کی ہر ڈوڈی توڑے
سُدھراں کی باساں ناں سونگھے
پھلیں پھرے مکھیر کی مکھیئے رے
بھُن بھُن کرتی دُکھڑا جُھنکے
پیر پنجال کی ماہلیں بھُنکے
چن کی چٹیاں چاننیاں ماں
برف نزول خمیر کی مکھیئے

رانا فضل حسین کے گیت ایک اعتبار سے گوجری ثقافت اور رسمیات کی اصطلاحات سے بھرے پڑے ہیں۔ گجر پہاڑوں اور سبزہ زاروں پر رہتے ہیں انکا رشتہ پرندوں کے ساتھ استوار چلا آیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کوا، کبوتر، لکو، پکھنو وغیرہ ان کے احوال و کوائف کے نامہ بر بن جاتے ہیں۔

ان کے ایک گیت میں رانگلی مدھانی کاذکر ہے چاٹی چلہو نگے اکرانی وغیرہ ٹھیٹھ الفاظ ہیں اکرانی یعنی چاٹی کو مانجھ کر جڑی کا دھواں لگانے کے عمل سے اس سے دہی کی کھٹاس کی بو دور ہو جاتی ہے۔

رانگلی ہے دودھ رڑھک مدھانی
مکھّن سجرو منگے ہانی
مغری چاٹی دھوئے گوری
کوچے بھانڈا چاہڑھ اکرانی

الہڑ دوشیزہ کے حسن کی تعریف کرتے ہیں مگر محتاط انداز میں:

حسن چٹّو مکھناں کو پیڑو

بھر　کے　نظر　تکّے　گو　کھڑو
سُچّو　روپ　تیرو　گُجرانی۔۔۔
رکھیئے　ری　بے　داغ　جوانی

ترجمہ:

تیرا گوراتن بدن مکھن کا پیڑا ہے کس میں تاب ہے کہ تجھے نظر بھر کر دیکھ سکے؟
اے گُجرانی تیرا حسن فطری اور اصلی ہے یعنی مصنوعی آرائش کا محتاج نہیں
اری او بی! اس تن بدن کو داغ نہ لگے۔

رانا فضل حسین کی بانپھل بانپھل پانی گوجری شاعری کی اچھی کتاب ہے جس میں نظمیں غزلیں شامل ہیں۔ رانا فضل حسین کی غزلوں اور نظموں میں خاص فرق نہیں ہوتا۔ الفاظ کے انتخاب میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھتے رانا فضل حسین کی اکثر شاعری عقیدتی نوعیت کی ہے۔

گیت اور نظمیں خوب کہے ہیں۔

نظموں میں ''او جانو'' جو مزدور یا کسان کے بارہ میں پُر درد نظم ہے ایسے ہی پیر پنجال نظم میں منظر کشی مثالی ہے رانا فضل حسین کی کریفٹ منفرد ہے لیکن بلند خیالی اور جذبہٴ عقیدت اوج پر ہے۔ البتہ دانشورانہ شعر شاذ و نادر ہی کہتے ہیں۔

نظم

اپنی　گوگی　ہر　کوئے　سیکے

اپنی　گوگی　ہر　کوئے　سیکے،
ہوراں　کا　چارا　کر

کھوہری اّکھیں جے کوئے دیکھے
اس کی گھور گوارا کر

بے مہراں کی اس بستی ماں
سِر سٹ کے جینو سنگیا
اپنا درد پھلور نہ دسیئے
سب کا درد پیارا کر

اس نگری مِاں کون کسے کو
کس نا سّجھے پیڑ پرائی
غرض کا سجن ٹوہ ٹوہ ڈھّا
جاتا تکیس لارا کر

اپنی گوگی ہر کوئے سیکے
لالچ کو تندور بھکھا کے
تُوں ہوراں کی لو بن لِشکے
دل کا ساڑ انگارا کر

اج آوت کل جاوت ہونی، سکھنے ہتھیں جانو رے
دولت کو نہ بندو بنئے، قضیاں نال گزارا کر

پتر پئَی تریل حیاتی ساہ
آیا کو فر بسا کے

جوبن حُسن تے روپ رنگاں ور
مان بھی اِیڈ نہ یارا کر

غزل کے اشعار:

گنڈھن کدے نہ ہوئی مُڑ کے
بیل ٹُٹی وی پیار کا پھل کی

تتے جیبڑ سٹّی کس نے،
مچھّی نیل سراں کی

لوڑ لکاڑ کی پوتھی تکّی میں
لکھیا درد کا اکھر کالا مُکتا نہیں

راہ کوہ قاف پیار کے سنگڑ ہیں، پہرا ہیں عفریتاں کا
کون گھسیٹے اوکھے پینڈے، پیریں سنگلیں ہڑیاں ناں
کورا لگر برف گلے تے بانپھل نچڑیں
دو اکھاں کا بگیا نالا مُکتا نہیں
رانا فضل حسین

ماخذات

۱۔ کلیات رانا فضل حسین
۲۔ رانا فضل حسین کی گوجری شاعری کا تنقیدی مطالعہ، محمد نذیر مسکین مطبوعہ ۲۰۱۵

وزیر محمد جاگل عاصیؔ مرحوم کی گوجری شاعری

۱۹۳۱ تا ۲۰۱۷عیسوی

میرے والد گرامی حاجی وزیر محمد عاصی نے زیادہ تر گوجری کی روایتی اصناف کو ہی فروغ دیا نظم نگاری پر زیادہ توجہہ دی ہے انکا سفر نامہ حج جو انہوں نے ۱۹۷۲ء میں دوران سمندری سفر لکھا تھا اس دور کی یاد تازہ کرتا ہے ان دنوں حج کا سفر ایک مہم سمجھی جاتی تھی۔

۱۷ نومبر ۱۹۷۲ء بروز جمعہ آغاز سفر حج کیا دوسرے دن جموں سے جا کر ریل کے ذریعہ بمبئ کی طرف چل پڑے۔ مسلسل تین دن رات کے سفر کے بعد صابو صدیق سفر خانہ میں باقی حجاج کرام کے ساتھ ٹھہرے سارے احوال منظوم سفر نامہ میں لکھ دیے ہیں پھر وہاں سے ۲۸ نومبر ۱۹۷۲ عیسوی مطابق ۱۲ منگھر ۲۰۲۹ بکرمی بحری جہاز اکبری میں سوار ہوئے۔

باراں منگھر دو ہزار انتری بکرم دن سوار پیارو
بائی شوال تیراں سو بانویں ہجری سَن نیارو
اُنّی سو بہتر عیسوی سن مشہوری
بمبے چھوڑ روانہ ہویا چلّیا مکّے نوری

آٹھ دس دن کے سمندری سفر کے ہولناک مناظر دو حاجیوں کے مرنے اور نعشیں سمندر میں پھینکے جانے کا واقعہ کا ذکر کیا ہے:

کسے جگہ ماں نیلو پانی، کسے جگہ ما کالو،
خُشکی نالوں بڑو مُچ سمندر، جانے قدرت آلو

عدن جہاز گیو نہ مہارو، باہر وارو چلّے
سمندر اندر مسجد تکّی ، نہ واہ ہلّے جُلّے

سمندر اندر اک جگہ ما ،وہیل * بڑو نظر آیو
ماہل بروبر دِسّے تھو دھندا کار مچایو

سنگیو اُسے دن جہاز اندر حاجی دو مرگیا
حاجیاں نا بے چینی ہوئی، فکر اندیشہ پیا

غسل جنازو کر انہاں کو، سمندر اندر سٹیا
سنگی انہاں حاجیاں کا میں، دُکھی ہویا وی تکیا

اسی سفر نامہ میں ان کے خطوط بھی شامل ہیں جو انہوں نے اپنے والد مقدم ناظر کی طرف لکھے تھے اسی سفر کے دوران ان کی شاعری کے جوہر سامنے آئے۔

بسم اللہ بسم اللہ کرکے قلم ہتھ ما چاؤں
شوق محبت جاگی دل ما،باپ نا خط پہچاؤں
باپ بزرگوار قبلہ، اسلام علیکم
آس امید رب کے پاسوں، خیر تھاری منگوں ہر دم
تھاری سنگ دعا کے بابا ہوں، آیو یالم لم
چھوڑ آیاں نا مُدّت ہوئی، رب حوالے کر کے
پی لیا میں سفر سمندر صبر پیالہ بھر کے

رخصت الوداع کے ویلے، سُن لے باپ پیارا
دُکھ کر کے غش پیو تھو، ہوش گیا بھل سارا

ایسی غشّی پئی تمناں جسراہ سفر جہانوں
روح پرواز کو شک نہ کوئے، واہ گل یاد آنوں

واہ گھڑی وچھوڑا آلی، یاد منّاں جد آوے
ہوش حواس دل اپنا کا، سارا وا گماوے

غنیؔ رضیہؔ ہور بچّیں نثارؔ خوشگوارو
انہاں ساراں ور رحم کمانو، سایو لوڑے تھارو

تھارے باجھ باپ صاحب، دِسّے جگ اندھیرو
بیت اللہ تے پاک مدینے، چانن نور بھلیرو

اے چٹھیے توں رستہ اندر ماسا دیر نہ لائیے
عاصی وزیر کو سندیشو، باپ کے کول لے جائیے

اس کی جوابی چٹھی جو میرے دادا مقدم ناظر نے لکھی وہ بھی میرے پاس محفوظ ہے۔ اسطرح حج کے بعد ۹ فروری کو مکہ سے واپسی کا بیان بھی کیا ہے ۱۹ فروری ۱۹۷۲ یعنی ۱۰ دن کے بعد بمبئی پہنچے بمبئی میں کسٹم والوں کی زیادتیوں کا بھی مفصل ذکر کیا ہے۔ انہوں نے نیشنل پیناسونک کمپنی کا ایک ریڈیو، ویسٹ اینڈ واچ گھڑی اور پارکر پن (Pen) لائے جو انہوں نے ڈاکٹر ممتاز بخاری کو دے دیا تھا مجھے اچھی طرح یاد ہے انکا سارا سامان ایک چائینی اٹیچی کیس میں تھا اس کے علاوہ کچھ لائے تو تھوڑی

سے کھجوریں اور گیلن بھر میں آبِ زمزم تھا۔

وِچ بمبئی کسٹم چوکی، ناپیں سارا کپڑا
بڑھی رشوت دے چھڑائیں پیسہ آلا ٹکڑا
ملے نہ رشوت جنہاں کولوں، کریں تنگ انہاں ناں
منگیں محصول نہ انہاں کولوں، اک ریڈیو گھڑی جنہاں کا

میرے والد نے بہت سی نظمیں لکھی ہیں شاید ان سے کچھ مقصد کی باتیں بھی ہاتھ آہی جاتی ہے چند نظمیں گوجری کے نامور بزرگ شاعر چوہدری پریم کوٹی کو بھیجیں تھیں انہوں نے نہ صرف پسند کیں بلکہ جامع و مبسوط مضمون بھی لکھ دیا ہے

وزیر محمد عاصی باغ و بہار شخصیت

مضمون و رائے از چوہدری عبدالرشید پریمکوٹی:

''گوجری زبان صدیوں سے سینہ بسینہ چلی آرہی ہے۔ اسے لکھے جانے کی ریت بہت دیر بعد چلی۔ پنجابی، پہاڑی، سرائیکی، پوٹھواری سمیت برِصغیر کی کئی زبانوں اور بولیوں کی طرح اس کا اپنا کوئی رسم الخط بھی نہیں۔ حالات کی ستم ظریفی نے جب گوجر قبائل کو جموں کشمیر اور ہزارہ کے سنگلاخ پہاڑوں میں دھکیلا تو وہ اپنی زبان اور کلچر بھی ساتھ لے گئے جسے انہوں نے صدیوں سے زمانے کی دستبرد سے بچائے رکھا۔ قرطاس وقلم اور شہروں سے رشتہ ٹوٹ جانے کی وجہ سے گوجری زبان مدتوں تک خالص رہی۔ پہاڑوں کی سنگلاخ چوٹیوں سرسبز چراہگاوں میں گوجر قبائل کو ایک طرف شدید موسموں، وحشی درندوں کا سامنا تھا تو دوسری

طرف حکمرانوں اور بالادست طبقے کے استحصال کا بھی سامنا رہا۔ آج بھی پہاڑوں کی چوٹیوں سے اٹھتی ہوئی کوئی سریلی آواز، بیت یادوہا سارے ماضی کی تلخیاں سمیٹ کر دھرتی کے سینے پر بکھیر دیتا ہے تو سارا ماضی سامنے آجاتا ہے۔ قبائل کے درمیان رقابت، حسد اور کشمکش کے مناظر لوک گیتوں، ابیات دوہوں، رزمیہ اور مزاحمتی تاریخ کو لئے ہوئے ہے۔ دھرتی کے لوک ادب کے اشعار سے پتہ چلتا کہ اگر اس دور میں لوگ پڑھے لکھے ہوتے تو خدا جانے کتنے دیوان مرتب کئے ہوتے۔ مگر وہ سب کچھ ان ہی جنگلوں پہاڑوں اور چراہگاوں میں گم ہوگیا۔ ان ابیات کے ساتھ ساتھ کبھی کبھار زمانے کی دستبرد سے بچی ہوئی کسی شاعر کی ڈائری کے اوراق ہاتھ آجائیں تو ان میں بھی کہیں موسم کی شدت اور کہیں حاکموں اور بالا دست طبقے کے ہاتھوں ہونے والے جوروجبر کا تزکرہ پایا جاتا ہے۔ بہار کے بعد خزاں سیال رت کا پیش خیمہ ہوتی ہے جو اپنے ساتھ بہاریں سمیٹ کر لے جاتی ہے اور مصائب کے انبار اپنی ساتھ لاتی ہے۔ گوجری کی کہاوت ہے کہ سیالا کی کالی راتاں مانھ سوالکھ بلا اشمانوں چھڑیں ''رُت خزاں'' کے بارے میں آج گوجری زبان کے شاعر وزیر محمد عاصی کی ایک نظم ہاتھ لگی ہے جس میں جاتی بہار اور آنے والے شرد (سیالے) کا خوف جھلک رہا ہے۔''

رت خزاں نظم

ازوزیر محمد عاصی

رت خزاں فر مُڑ آ گئی ہے
رونق دھرتی غی نسا گئی ہے

ترجمہ: خزاں پھر لوٹ آئی ہے اور دھرتی کی ساری رونقیں بھگا کرلے گئی ہے

دور خزاں آیو ڈاہلی ڈاہلی
پتّر بوٹاں غا سکا گئی ہے

ترجمہ: خزاں نے ہر شاخ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور پتہ پتہ خشک کر دیا ہے''سک سڑ غے پھُل سارا ٹہہ گیا۔خاکیں حسن سارو رَلا گئی اے''(پھول خشک ہو کر گر گئے اور زمین کا سارا حسن خاک میں مل گیا ہے۔

بوٹا خالی دسّیں جنگلاں غا
باغ وی کر سکھنا گئی ہے

ترجمہ: درخت پتوں کے بغیر اور باغ بھی خالی نظر آرہے ہیں۔

پھُل اُجاڑو ُپھلیو ہُن ڈھوکیں ،
نالے سبزا کل مُکا گئی ہے

ترجمہ: پھُل اجاڑو (ہر دل) نے پھول نکال کر سبزہ ختم ہونے کی خبر دے دی

جڑی بوٹی غو ماہلیاں اُپروں
نشان خزاں مٹا گئی ہے

ترجمہ: پہاڑوں کی چوٹیوں پر اگی جڑی بوٹیاں خزاں کے ہاتھوں ختم ہو چکی ہیں

بریا گزار وطن اپنا ماںھ
واپس کونج وی جا رہی ہے

ترجمہ: کونجیں بہار گزار کر اپنے وطن کو سدھار رہی ہیں

بُڈھا ہوگیا ہیں نیزہ سارا
سر پر یاہ چِھٹّی برہا گئی ہے

ترجمہ: پہاڑوں کی اونچی چوٹیوں نے سرد ہوا کے تھپیڑوں سے بچنے کے لئے سفید چادر اوڑھ لی ہے۔

دھرتی ڈُبّی خواب خیال ماںھ
پَٹّو چٹّو لے ہنگلا گئی ہے

ترجمہ: زمیں سفید دوشالا اوڑھ کر خواب وخیال میں کھوئی ہوئی اونگ رہی ہے۔

زور ندی دریا نالاں غو
پانی ناں لوہری گھٹا گئی ہے

ترجمہ: دریاوں اور ندی نالوں کا پانی یخ بستہ ہوا نے جما کر گھٹا دیا ہے

ڈیرا چایا سبز ا نے ہر پاسوں
زندگی غو قصو سنا گئی ہے

ترجمہ: سبزے نے خشک ہو کر پیغام دیا کہ زندگی کو دوام کہاں۔

سی حرفی اور بارہ ماہ گوجری کی مشہور اصناف سخن میں سے ہیں جو اب متروک ہوتی جا رہی ہیں وزیر محمد عاصی کے بارہ ماہ کے مندرجہ ذیل بند کا پیغام یہی ہے کہ خوشی اور غمی سختی اور نرمی ساتھ ساتھ چلتے ہیں اس لئے جیسے بھی حالات ہوں انسان کو ان کا مقابلہ

جوانمردی سے کرنا چاہئے۔ پھاگن بہار کی نوید لے کر آتا ہے جو سیال رُت کی تلخ یادوں کو بھلا کر بہار کی رنگینوں سے لطف اندوز ہونے کی دعوت دیتا ہے۔

بارہ ماہ مسافر

آیو پھگن گئیو سیالو، نالے ٹھنڈ تے پالو
چٹھی بھریا لے غے آئیو، سوہنو کرماں آلو
ہوا خزاں کی گئی نالے، مبشّرہ چھو لو آیو
اک ڈالی سنگ دوجی لگے ہوئیو رِنگ سوائیو
ہر ہر بوٹو چنجی کڈّے، لگیں پھل رنگیلا
ہر ہر پاسے رونق لگے، نیلا پھل تے پیلا

(پھاگن اپنے ساتھ سردی اور ٹھنڈی ہواوں کو لے گیا اور نوید بہار لایا۔ درختوں کی ٹہنیاں تیز ہواوں سے ہل ہل کر جھوم جھوم کر خوبصورت منظر پیش کر رہی ہیں۔ ہر شاخ سے کونپلیں پھوٹ رہی ہیں ہر طرف سفید اور پیلے پھولوں سے رونق لگی ہوئی ہے۔

وزیر محمد عاصی نے ایک دوسری نظم (بغاری) میں معاشرتی ناانصافیوں، پولیس، پٹواری، جنگلات کے اہلکاروں اور ان کے سہولت کاروں کی کارستانیوں کا پردہ چاک کیا ہے۔ جس طرح بھینس ساون کی ہریالی میں خوش ہوتی ہے یوں ہی سرکاری اہلکار گوجروں کی آبادی والے علاقوں میں اپنی پوسٹنگ پر خوش ہوتے ہیں اور ان کی سادگی اور ٹاوٹوں کی ملی بھگت سے لوگوں کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے ہوتے ہیں۔

بغاری مزاحیہ نظم

ہم لگا بغاری راکھا غا
اُس پرانا افسر پہاکھا غا

اسّو ہاڑ تہاڑی منگے
ہر دن بہڑے آ غے کھنگے
گراں مہارا غو افسر پکّو
دسّے ہر دن ماندو تھکّو
جت کُکّڑ بانگے اُت دوڑے
اندر بڑ غے کُھرلیں لوڑے
کدے سلونو گرم مثالو مل جئے

(ہم تو جنگل کے گارڈ (راکھا) کے بیگاری ہیں جو مدتوں سے ہمارے پیچھے لگا رہتا ہے۔اسوج میں گھاس کٹواتا ہے، ہر روز دروازے پر آ کر کھانستا ہے اگر کسی گھر سے کھانے کو مرغا مل جائے تو ٹھیک ہے ورنہ راکھا یا فاریسٹ گارڈ گوجروں کے مویشی خانوں میں گھس کر کھریوں کو بھی تلاش کرتا ہے۔

تن غی کل بیماری اڈ جئے
ہور نویں قانون وی دسّے
لکڑی کھنگارا وی کھسے
جس دفعہ کی نیں زمانت آئی
مریں گا تم جیلاں اندر
کہر مریں غا تھارا ڈنگر
ہور میرے اپّر افسر جانو
انہاں ناں میں حصّو دینو

مرغا اور رشوت ملتے ہی اس کی ساری بیماری ٹھیک ہو جاتی ہے ورنہ کبھی قانون سے ڈراتا ہے اور کبھی لکڑیاں چھینتا ہے، وہ کہتا ہے کہ اگر ضمانت نہ ہوئی تو جیلوں میں

سڑتے رہو گے اور تمارے جانور گھروں میں بھوکے مریں گے میں نے اوپر تک حصہ پہنچانا ہے)

کرے کوئے جے میرو حیلو
ہوں بن جاؤں گو تھارو وسیلو
جس کسے غو سودو نبڑ جئے
پہانویں جنگل اُکل اجّڑ جئے

(اگر کسی نے میرا حیلہ کیا (پیٹ بھرا) تو میں اس کا وسیلہ بن جاوں گا۔تمہارا کام بن جائے گا بیشک سارا جنگل ہی کیوں نہ ختم ہو جائے)

اس بیٹ سدا نہیں میں رہنو
ہوں بدلیو تم نے پچھو تانو
جے نہ لگّیں تم میرے نیڑے
کھنگارو اک نہ لیا یو بہڑے
اُت پہچاؤں جتوں نہیں مُڑ آسیں
پچّی روٹی نہیں تم کھاسیں

(میں نے ہمیشہ اس جگہ نہیں رہنا میری تبدیلے کے بعد پچھتاو گے۔اگر میری نہ مانو گے تو وہاں پہنچا دوں گا جہاں سے واپسی ممکن نہیں تو وہیں کی روٹی کھاو گے)

سچ جھوٹ کدے نہ تکّے
اک سوٹی سنگ سارا ہکّے
عاصیؔ نتیجہ قسمت ماڑی غا
اسّو ہاڑ تہاڑی غا

ہم لگا بغاری راکھا غا
اُس پرانا افسر پہا کھا غا
(وہ جھوٹ اور سچ نہیں دیکھتا ایک ہی لاٹھی سے سب کو ہانکتا ہے یہ ہمارے گناہوں کی سزا اور بدقسمتی ہے کہ ہم راکھے کی بیگار میں جتے ہوئے ہیں)

الف :اوکھو ہے راہ چاہ آلو،
سوچ سمجھ گے قدم رکھنو بیبا

دِتّیں اکھ دو اللہ پاک نے تناں
زہر تلی دھر نیں چکھنو بیبا

کائے مُشکل نہ آوے اوکھا راہ ما
آیو سکھنو جانو سکھنو بیبا

عاصی وزیر کرے وِرد اسم گو
نیلو بوٹو کدے نہیں پچھنو بیبا

ذ :ذرا زیب نہیں دیتی ادا یہ
محفل ما اچّیں ہسنو نیں جانی

جال شیطان کا مُچ بریک ہویں
رکھنو دھیان ، پھسنو نیں جانی

رکھنو سمہال یوہ دل تابوت ما
راز ڈونگو کسے نا دسنو نیں جانی

نال ٹُرنو جس کے ، ادھ راہیں
سٹ اُساں نسنو نیں جانی

ت :تاہنگ تھاری رکھی دل ما
عمر گزر گئی انتظاریاں ما

گذریو پل کوئے نہیں ایسو
سوچ بچار تدبیر تھاریاں ما

رہیو بٹیلتو آں ہوں غماں نا
باہر سٹیا بھر بھر کھاریاں ما

باجھ خدا دردی کوئے نہیں دِستو
عاصی وزیر مصیبتاں بھاریاں ما

ماخذات

ا۔ بیادمدینہ ناشر وزیر محمد عاصی، بہارِسخن (نسخہ اصل) زیر اشاعت
شیرازہ گولڈن جوبلی نمبر مطبوعہ ۲۰۰۷ عیسوی

نذیر احمد نذیر کی گوجری شاعری

۱۹۳۳ تا ۲۰۰۳ عیسوی

نذیر احمد نذیر طنز ح کے مزاح کے مشہور شاعر

بچّیا عمر ساری کسے نے کد رہنو،
میری چار نصیحت بھلائیے نہ

دیکھئیے ماسٹر تِناں کدے ٹھگ نہ لیں
اک تے نیڑے سکول کے جائیے نہ

دوجے مقدّم نا نہ راض کرئیے،
تیجے پینٹ پتلون پھسائیے نہ

چوتھی چیز کو ناں *نہیں یاد مرنو
اپر گل ما واہ لٹکائیے نہ

*یعنی ٹائی

ترجمہ

اے بیٹا ساری عمر کب کسی نے زندہ رہنا ہے میری چار نصیحتیں یاد رکھنا۔ خیال رکھنا کہ ماسٹر تجھے ٹھگ نہ لیں تو اسکول کے نزدیک نہ جانا (طنز ہے محض مطلب الٹ ہے)

دوسرے قوم کے مقدّم کو ناراض نہیں کرنا تیسرے پینٹ پتلون ٹانگوں میں نہ پھنسانا چوتھی چیز کا نام یاد نہیں آرہا اُسکو گلے میں لٹکانا نہیں یعنی ٹائی نہ پہننا۔

دراصل شاعر کا مطلب ہے کہ علوم جدیدہ سیکھنا اور ترقی کے نئے دور کے ساتھ چلنا ضروری ہے۔ چوہدری نذیر احمد نذیر کالاکوٹ راجوری کے رہنے والے تھے طنزومزاح کے علاوہ سی حرفیاں اور نظمیں بھی لکھی عوامی حلقوں میں مشہور ہوئے جلسے جلوسوں اور مشاعروں کی رونق بڑھاتے رہے، رموز وعلائم کے بجائے سماجی مسائل وغیرہ ان کے پسندیدہ موضوعات ہیں لوگوں کے مردہ ضمیروں کو زندہ کرنے کے جتن کرنا اور صالحہ اقدار کے احیاء کے علاوہ افسر شاہی، رشوت خوری کے انسداد کے لئے آواز بلند کرتے رہے''چاہ پانی''، خوب مزاحیہ نظم ہے رشوت ہر زمانے میں نام بدلتی رہتی ہے تحفہ تحائف، نذرونیاز، سوغات وعطیات، شیرینی ودسرو غیرہ اس زمانے میں''چاہ پانی''،''خرچو پرچو'' اور''گڈی کار کو تیل''، اور کمشن وحصّو وغیرہ کے نام پر رشوت لی جاتی ہے سرکاری استاد کا بچوں کو نہ پڑھانا بھی تو رشوت خوری ہے۔

چاہ پانی نظم سے چند اشعار

بڈھی رشوت کو ناں نشانْ گُمیو
اجکل چاہ پانی گوجے پا چھوڑیں

افسر چھوڑ بیٹھا رشوت بڈھیاں ناں
چاہ پانی پر کم بنا چھوڑیں

لکھن پڑھن ماں تھو نالائق بچو
ماسٹر منٹاں ما گل ٹپلا چھوڑیں

دیانت دار نزیر ہونسٹ افسر
حصو صاحب کے گھر پہچا چھوڑیں

نذیر احمد نذیر

سی حرفی/ بیت نگاری کے نمونے:

س :سب کُجھ گھول گھما چھوڑیو،
پلّے رہ گیَئں گل ہُن چار باقی

اِک تے ملن کی رہی اڈیک پلّے
دوجے رِہ گئی رون کی کار پلّے

تیجے رِہ گیا داغ جدائیاں کا
چوتھے رِہ گئی انتظار باقی

میرو جین نذیر دُشوار ہوؔ
میرا مرن ماںھ کے اُدھار باقی

ک :کتیو تُمیو گیو میرو سوتر
گھٹ گیو تول میزان بجّوں

نالے جَرک گئی ماہل محبتّاں کی
صرف دو پھراٹیاں لان بجّوں

الغرض جے تیری اڈیک اندر بھانویں
روح وی چلّے گو جان بچّوں

محشر تیک نذیر بسارسوں نہیں
تیرا نام کو ورد زبان وِچّوں

ماخذات

ا۔ 'دیوان نذیر احمد نذیر' مؤلف ڈاکٹر جاوید راہی

ڈاکٹر صابر آفاقی کی گوجری شاعری وتنقید نگاری

۱۹۳۳ تا ۲۰۱۱ عیسوی

تناں دیکھن ناں نیہہ رجتو
دل کہہ تہیوی ماں بڑ جاؤں

نہ بیتابی نہ کائے خواہش
ایسی جنت ناں اگ لاؤں

ڈاکٹر صابر آفاقی

ترجمہ

شعر ۱۔ تجھے دیکھنے سے دل نہیں بھرتا میرا دل کہتا ہے کہ تیری آنکھ کی پتلیوں میں جا گزیں ہو جاؤں۔

شعر ۲۔ نہ ہی بے تابی نہ ہی کوئی آرزو، ایسی جنت کو آگ لگا دوں (یعنی اس کو لے کر میں کیا کروں) اس شعر میں غالبؔ کے مشہور شعر کی بازگشت سنائی دیتی ہے۔

طاعت میں تا رہے نہ مے وانگبیں کی لاگ
دوزخ میں ڈال دو کوئی لے کر بہشت کو

غالبؔ

صابر آفاقی کی کئی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں صابر آفاقی زبردست انقلابی شاعر اور

مدبر شخصیت کے مالک تھے انہوں نے کئی اصلاحی نظمیں بھی لکھی ہیں اور تقریباً ہر صنف میں طبع آزمائی کی ہے۔

محمد اسمٰعیل ذبیح کے مکتوبات جن میں سے بعض کیسر کیاری کی دیباچہ میں شامل ہو چکے ہیں بہت ہی بصیرت افروز ہیں مولانا اسمٰعیل ذبیح کے خطوط سے ڈاکٹر صابر آفاقی کے فکروفن کے بارہ میں پتہ چلتا ہے۔

مولانا اسمٰعیل ذبیح متبحر عربی فقیہہ وگوجری کے پہلے بڑے بنیاد گذار شاعر قمطراز ہیں:

''آپ (ڈاکٹر صابر آفاقی) کی تحاریر کا کیا کہنا، آپ منفرد اندازِ تحریر اور مثالی اسلوب بیان کے مالک ہیں پھر قدرت نے آپ کو زبان و بیان پہ دسترس بھی دی ہے کہ اردو فارسی پنجابی اور گوجری نظم ونثر پر یکساں قدرت رکھتے ہیں ورنہ لکھنے والے اور بھی ہو سکتے تھے مگر میری نظر میں شعرو شاعری کے فن میں کوئی دوسرا ایسا نہ تھا جو فن کی باریکیوں اور نزاکتوں سے واقف ہو۔۔۔مکتوب محررہ ۱۹ ستمبر ۱۹۸۷ عیسوی

ایک اور مکتوب مولوی اسمٰعیل ذبیح رقمطراز ہیں:

''معنویت اور گہرائی کے اعتبار سے آپ (ڈاکٹر صابر آفاقی) کے اور میرے سوا ابھی تک گوجری شعرا نے جولکھا ہے وہ یوں تو اچھا ہے مگر اس میں فکری گہرائی نہیں بعض دوستوں نے فنی ضرورتوں کی طرف بھی کم ہی توجہ دی ہے شاید اس کی وجہ علم عروض اور قوافی پر دسترس کی کمی ہو۔میرے خیال میں اگر فکری گہرائی اور معنویت کو شعروں سے نکال دیا جائے تو باقی تُک بندی رہ جاتی ہے''

ص ۵ کیسر کیاری از ڈاکٹر صابر آفاقی

بقول مخلص وجدانی:

تیرا شعراں کی بھی خاصی دھوم ہے مخلص وجدانی
جس ناں کہیں اس دور کو شاعر اوہ صابر آفاقی ہے
مخلص وجدانی

صابر آفاقی نے نثر کے علاوہ گوجری شاعری کی غزل نظم رباعی الغرض ہر صنف میں طبع آزمائی کی ہے کئی دیگر کتابوں کے علاوہ گوجری شاعری میں پیغام انقلاب اور کیسر کیاری مجموعے یادگار زمانہ کتابیں ہیں

اس میں کوئی شک نہیں فکر کی گہرائی اور فنی پختگی کے اعتبار سے مخلص وجدانی کے ساتھ ساتھ صابر آفاقی فی الحال گوجری کے سب سے بڑے نظریہ ساز اور فکری شاعر ہیں۔

صابر آفاقی کی چند رباعیاں

۱

جیتو رہیو غیراں کے سہارے افسوس
ہُن کون تیرا گھر ناں سمارے افسوس
تیرا ماں ہوئی کائے نہ حرکت پیدا
بستو رہئیو نیلم کے کنارے افسوس

ٹپو اے اگر ایک سمندر بن جا
ہاڑاں ماں زمانہ کے توں پتھر بن جا
پہنہ وقت کا فرعون کی گردن اٹھ کے
توں پوٹ اے شیراں کو دلاور بن جا
ڈاکٹر صابر آفاقی

منتخب اشعار:

سر کوڑاں اگّے دھرتو نیہہ
ہوں سچ کہتاں واں ڈرتو نیہہ

انسان ہے زندو جد توڑی
اکھ زجتیں نیہہ ٹھڈ بھرتو نیہہ

توں اپنا درد بھی مٹاں ہی چا دے
ٹرے گو خوب یوہ بوٹو میری راس

غــزل

کد توڑی سوئے گو ہور سنگی
سُن جاگ قیامت کو شور سنگی

تیرا ہجر فراق نے مار دِتّو
ربّ ڈاہڈا کے نال گے زور سنگی

تیری ٹور ناں سارو جہان ترسے
دس واہی جہان ناں ٹور سنگی

تیرا وخت نصیب نگھوگ سُتّا
اٹھ دیکھ زمانہ کا طور سنگی

نکل آوے گو کوئے انگار سنگی
ذری سُسّر ناں ہور پھلور سنگی
اُٹھیں گا حسن جوان پر ہوں نیہہ ہوسوں
ٹرے گو کارواں پر ہوں نیہہ ہوں

ترس کھائے گو اوڑک اک تہاڑے
توں ظالم آسمان پر ہوں نیہہ ہوسوں

بدل جیئے گو ہے امید پکی
گوہاڑی کو گراں پر ہوں نیہہ ہوسوں

بنڈیں گا لوک مٹھائیاں گے بدلے
میری مٹھی زبان پر ہوں نیہہ ہوسوں

کوئے ہووے تھو صابر لوک کہیں گا
میرو جیو کوئے ناں پر ہوں نیہہ ہوسوں

ڈاکٹر صابر آفاقی

اس میں کوئی شک نہیں کہ گوجری ادب میں دو بھائیوں کی حیثیت روشنی کے بلند مینار جیسی ہے ان دونوں بھائیوں کا کلام فکر وفن کے اعتبار سے ہماری گوجری زبان کے لئے کسوٹی کی حیثیت رکھتا ہے۔ان دو بھائیوں سے میری مراد ڈاکٹر صابر آفاقی اور مخلص وجدانی ہیں انہوں نے گوجری شاعری کو وہ معیار ووقار بخشا ہے فی الحال جس کی مثال نہیں مل سکتی۔

آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

مرحوم صابر آفاقی کی بصارتوں کو سلام ان کا یہ شعر ہمیں اور ہمارے قلزم فکر کو متحرک

بلکہ رواں دواں رکھتا ہے۔

فکر دب جائے ہے تو مکڑا کرے کسبِ عروج
طبع رک جائے تو نیلم سے روانی مانگے

مرحوم ڈاکٹر صابر آفاقی

مرحوم ڈاکٹر صابر آفاقی کی ایک لاجواب گوجری غزل

موڑیو فر نہ روح میرو کھس کے
فر نہ دیبو جمال تیں دس کے

بجلیاں ناں اُجاڑ نیں ہ سکتو
اپنی چھپگی ماں دوستا بس کے

لیکھ متّھا کا نال ہی جائیں
کس ولایت ناں جائیے نس کے

ہوں تیری مہنڈیاں کا بالاں ماں
ڈاہڈو لاچار ہوگئیو پھس کے

آ تھرواں کے بغیر صابر ناں
ظالماں دیکھ کے دِتو ہس کے

ڈاکٹر صابر آفاقی کی گوجری شاعری میں طنز و مزاح کا عنصر

مری نوائے پریشاں کو شاعری نہ سمجھ
کہ میں ہوں محرمِ راز درون مے خانہ

گاوں میں جیسا کہ اکثر ہی دیکھنے میں آیا ہے نیم پڑھے لکھے ملاؤں انپڑھ پیروں ،باجیوں، حاجیوں مجاوروں کی نام نہاد کرامات کا بازار گرم رہتا ہے کرامتیں بھی اس قسم کی ہیں مثلاً ایک شخص آ کر پیر یا باجی کو کہتا ہے" آج میری بھینس نے دودھ نہیں دیا" باجی اس سائل سے کہتا ہے کہ" یہ لو تعویز لے جا اور اسے مٹھی بھر ہری گھاس اور پتوں میں رکھ کر بھینس کو کھلا دینا۔ ہوتا یہ ہے کہ بھینس ہری گھاس کے پہاڑے (بانٹ) پر خوش ہو کر دودھ اتار دیتی ہے اور وہ شخص توہم پرستی کا شکار ہو جاتا ہے ایسی صورت میں طے ہے کہ اس پیر یا باجی کی ایک اور کرامت ان گجروں میں مشہور ہو جائے گی۔

اگر چہ ادب میں کسی اصلاح یا مستقل تعلیم یا پند و نصیحت معیوب سمجھی جاتی ہے لیکن بطور طنز و مزاح اساتذہ کے یہاں اس قسم کے اشعار مل جاتے ہیں اقبال کا یہ قطعہ آب زر سے لکھنے کے لائق ہے اور انکی دانش وری کا بین ثبوت ہے۔

ہم کو تو میسر نہیں مٹی کا دِیا بھی
گھر پیر کا بجلی کے چراغوں سے ہے روشن
شہری ہو، دہاتی ہو، مسلمان ہے سادہ
مانندِ بُتاں پجتے ہیں کعبے کے برہمن
نذرانہ نہیں، سُود ہے پیرانِ حرم کا
ہر خرقۂ سالوس کے اندر ہے مہاجن
میراث میں آئی ہے انہیں مسندِ ارشاد
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن!

اب ڈاکٹر صابر آفاقی کے بے نظیر طنزیہ و مزاحیہ اشعار بھی ملاحظہ کریں :

اشعار

مولوی جی اس قدر تصغیر کو رکھے خیال
ساگ نا کہہ ساگنی تے دال ناں کہہ دالنی

کی نصیحت اپنا گدراں ناں مقدم صاحب نے یاہ
سچ نہ کہنو نالے سچّی گل ہمیشہ ٹالنی

صابر آفاقی

گاوں کا ملّا فقہی دقائق اور موشگافیاں میں الجھا رہتا ہے اور لوگوں کو بھی اپنے مسلکی دامِ عنکبوت سے نکلنے نہیں دیتا جبکہ مقدم ہمیشہ جھوٹ کے سہارے اپنی دکان چلاتا ہے

ایک شعر دیکھیں:

یاہ کرامت ہم نے دیکھی پیر کی
لوئیٹو تھو اوہ بھی کھس کے لے گیو

یعنی

ہم نے پیر کی یہ کرامت دیکھی بیچارے مفلس شخص کے پاس ایک چھوٹی سی لوئی تھی (بارش اور سردی سے بچنے کے لئے) پیر بیرحم نے وہ بھی اس کے کندھے سے اتار لی۔

گاؤں میں نمبر دار بے گار پر کام لینے کے لئے مشہور ہے گوجر تو بھینس کے بغیر جنت میں نہیں جائے گا اور بکروال نے سُبّی (ٹہنی کو مروڑ کر بنائی گئی رسّی) میں جنت خریدنے کے لئے میمنے باندھے ہوئے ہیں (وہ یہ میمنے پیر کو خوش کرنے کے لئے ہر سال اس کے گھر پہنچاتا ہے)

در کیفیت رفتن بہ بہشت

''اک آجڑی تپوش ماں ''حوراں کے واسطے
بکروٹ لے کے سُبّی ماں دوچار جائے گو

سارا فرشتہ ڈر کے بگاراں تیں نسّیں گا
جنت ماں جد بھی کوئے نمبردار جائے گو

گوجر گیو تے مہیں وی دو چار جائیں گی
مئاں تے نیہہ امید یو لاچار جائے گو

ہس ہس کے بکّھیں ہوگئیں دوہری رے صابرا
جوڑیں کَبت ہور تے تُوں مار جائے گو

ڈاکٹر صابر آفاقی

پیروں کی کہانی سنیں:

جھڑی کہے کتے میرو رشتو کرادے پیر جی
آپ شادی کر کے اس کا خواب کی تعبیر رکھ

کر کسے گوجر کا مونڈا پر سواری رات دن
بوہے بوہے پھر کے خورد و بنڈ تے اکسیر رکھ

ساریاں قوماں ناں تیں نوکر بنانو ہے ضرور
ڈار تے کوئے مغل سیّد تے کوئے میر رکھ
گوجر آویں گا ہدایت لین ناں دربار پر

اُن کے اگےّ توں نماز اں کی بڑی تفسیر رکھ

اُن تیں آٹو توں پَساَ، لکڑی منگا، ڈوگا کھنا
مغفرت کی اسرحیا باٹی جیئ تحریر رکھ
ڈاکٹر صابر آفاقی

ترجمہ:

شعر ا۔اے پیر، جو جوان عورت تمہارے پاس رشتہ کرانے کی نیت سے آئے تو خود اس سے شادی کر کے اس کی خواب کو شرمندۂ تعبیر کر۔

شعر ۲۔تو دن رات کسی گوجر کے کندھے پر سواری کر اور در در پر جا کر نام نہاد شیرینی اور اکسیر بانٹتا رہ۔

شعر ۳۔سب قوموں کو چاہے ڈار ہوں یا مغل کو اپنے حلقۂ مریدی میں شامل کر (تا کہ تیری آمدنی میں اضافہ ہو)

شعر ۴۔گوجر (سادہ لوح لوگ) تیرے دربار میں ہدایت لینے کے لئے آئیں گے۔

ان کے سامنے تو نمازوں کی تفسیر پیش کرتے رہنا (یعنی تلقین کرنا تا کہ تیرا پردہ نہ اٹھ جائے)

شعر ۵

تو ان سے آٹا پیسوا لکڑی منگوا کھیت کھودوا۔اور انہیں مغفرت کے تحریر یا پروانہ لکھ دے۔

نقلی پیر بننے کا طریقہ:

پیر جی پیری کا تنّاں ہوں طریقہ دس دیوں
نال اپنے میرا جہیو پوہچیو وُو پیر رکھ

ایک لمّو جہیو جُبّو نیلا کپڑا کو سڑا
یو دِتّو خواجہ خضر نے اس کی توں تشہیر رکھ

سب تیں پہلا گوجری بستی ماجا کے بیس رُہ
پیری چمکے گی اسے جا تیں میری تحریر رکھ

بچّوں بچّوں یا علی تے یا ولی کو نعرو لا
نعرہ کا ہر لفظ ماں توں درد کی تاثیر رکھ

سون مت دیہئے کسے ناں ہکڑیاں کے نال توں
رات ساری ڈنڈ رولو نعرہ شبگیر رکھ

جے کرامت ٹورنی ہے جے روپیہ بھورنا
باالکا راجور جمّوں پونچھ تے کشمیر رکھ

غوث بن جا باجی کو ہا حضرات تے سائیں لکھا
اَن پڑھاں کے اگےّ تُوں تقدیس کی تصویر رکھ

جے مریداں ماںھ دِسے ڈنگو جئیو کوئے مرید
کھیڑیاں کے نال اُس ناکر کے سِدھو تیر رکھ

جھڑو آوے اس ناں تسبی ایک پکڑا کے چلا
اس رحیا بے کاریاں کو نام توں تعمیر رکھ
ڈاکٹر صابر آفاقی

ترجمہ:

شعر ۱۔اے نقلی پیر میں تجھے پیر بننے کا طریقہ بتا تا ہوں تو اپنے ساتھ میرے جیسا پہنچا ہوا پیر رکھ۔

شعر ۲۔ایک سبز رنگ کا کرتا سلوا اور مشہور کر دے کہ یہ خواجہ خضر نے دیا ہے

شعر ۳۔سب سے پہلے تو کسی گوجری بستی میں جا کے بیٹھ جا۔اسی جگہ سے تیری پیری فقیری چمکے گی۔

شعر ۴۔بیچ بیچ میں یا علی یا ولی کے نعرہ لگاتے رہنا اور نعرے کے ہر لفظ میں درد کی (بناوٹی) تاثیر رکھ۔

شعر ۵۔بستی کے لوگوں کو اونچی آوازیں مارتے رہنا اور راتوں میں اپنے جھوٹے موٹے نالۂ شبگیر سے جگاتے رہنا (دن کو سو جایا کرنا)

شعر ۶۔اگر تو نے کرامت چلانی ہے اور روپیوں کی بوریاں بھرنی ہیں تو راجوری پونچھ اور کشمیر میں مریدوں کی تعداد بڑھا۔

(یہاں نکمّے اور ضعیف الاعتقاد لوگ آسانی سے مل جائیں گے)

شعر ۷۔تو غوث بن جا خود کو ''باجی'' کہلوا ''حضرات'' کہلوا ''سائیں'' کہلوا

انپڑھ لوگوں کے آگے اپنی تقدیس کی تصویر پیش کر

(وہ تجھے نہیں جھٹلائیں گے)

شعر ۸۔اگر کوئی ٹیڑھا مرید نظر آئے یعنی جو تجھے پورا نہ مانتا ہو تو چپل اتار کر اسکے بل نکال دینا (کیونکہ پیروں فقیروں کے پیٹنے کا حربہ کامیاب سمجھا جاتا ہے)

شعر ۹۔اور جو زائر آئے اسے ایک تسبیح صد دانہ پکڑوا دے۔

اس طرح جاہلوں کو بیکار مشغلوں (چلّوں حیلوں عرسوں کی حاضری دیگر تضیع اوقات میں) مشغول رکھ۔

الغرض ڈاکٹر صابر آفاقی نے گاوں کے فارسٹ گاڈ، ملا، سید، پٹواری، شاعر نقلی پیر، جعلی صوفی، سیاسی شعبدہ گروں ناکارہ لیڈروں نمبرداروں مقدموں وغیرہ کئی بہروپیوں کے پول کھولے ہیں۔

یہ سب طنز و مزاح ہے کسی سے عناد یا دشمنی نہیں البتہ ہزار رنگ بہروپ کے پردے فاش کر دیے ہیں۔

مخول (مذاق)

لکھنیا نے مار دِتّو چوہدری لُقمان ناں
بازو آں ما اگلو جیہیو ہن نیہہ رہیو زور شور

چوہدری جی نکا شلکا تیں بھی دِتّا نیہہ منّاں
پنج سالاں توڑی ڈھّو ہم نے تیرو دور شور

بوٹا شوٹا کپ دِتاَ ہُن خالی نکّا رہ گیا
ککوّ شکّو اڈ گیو تے نس گیو ہے مور شور
کتّو شتّو گھر ماجے ہووے تے آتو نیہہ جھک!
منشی شُنشی راکھو شاکھو پُلسی شُلسی چور

مشکر یں کرتو رہوں پرہوں نیہہ رکھتو اک ذری
ملّاں شُلاّ ں نال کائے دُشمنی تے کھور شور

صابرِ آفاقی ناں سدنو شعر کی محفل ما تم
کت کُتیں یو کڈتو رہ نیہہ کرسے بور شور

ڈاکٹر صابر آفاقی

جُرمِ ضعیفی کی سزا مرگِ مفاجات!

ڈاکٹر صابر آفاقی کی نظم بگار (بیگار) Forced labour کا تجزیہ:

اقبالؔ لکھنوٗ سے نہ دلی سے ہے غرض
ہم تو اسیر ہیں خم زلف کمال کے

اقبال

ڈاکٹر صابر آفاقی نے علامہ اقبال کے تتبع میں گوجری میں بہت سی نظمیں لکھی ہیں ویسے بھی انکا اسلوب تحریر علامہ اقبال سے ملتا جلتا ہے بگار (بیگار) ایسی ہی شاندار نظم ہے بیگار begaar پرانے راجاؤں بادشاہوں اور انگریزوں کی مسلط کی ہوئی لعنت ہے جس کی جڑیں اب بھی ہمارے ۔اِقطاعی وملوک الطوایفی feudalistic setup بگڑے بگڑے سماج میں موجود ہیں ۔معاشرے اور اسکی اقدار کے اندر دور تک پھیلی ہوئی ہیں ۔رشوت کے صرف نام بدلتے ہیں بڑی خوری رشوت ستانی سے لے کر تحفہ تحائف اور نذر نیاز تک ایک ہی سلسلہ ہے گاوں میں مقدم کی لیتری (گھاس کٹائی) ہو باجی کالاھڑا،اب ابھی یہ رسمیں آخری ٹانگ پر کھڑی ہیں بیچارہ بکر وال دس بھیڑیں اپنی پالتا ہے ساتھ ساتھ میں دو تین پیر یا باجی کی نیاز کی بکریاں بھی اس کے بال بچے کا

مستقبل چرتی رہتی ہیں ۔

ایسے ہی ہر سال ماںجھیوں کے ساتھ چھوڑی گئی بھینسوں کی قافلے پیروں کے گھروں میں پہنچتے ہیں سال بھر بیچارے غریب مانجھی گوجر اپنی بھیس کی کھرلی سے اٹھا اٹھا کر گھاس اور کڑب کے ٹانڈے، پیر کی مفت میں پلنے والی بھینس کے آگے ڈالتا رہتا ہے ۔سائیوں پیروں باجیوں الغرض لاشخوروں کے نام مختلف ہیں لیکن بیشتر کا کام ایک ہی ہے ۔

اک لمّو جبئیو جُبّو نیکا کپڑا کو سڑا
یو دتّو خواجہ خضر نے اس کی توں تشہیر رکھ

زلف لمّی لمّی رکھ رے، موذیا ابھوت بن
کن سلا کے مندری، گھل ہتھ ما زنجیر رکھ
ڈاکٹر صابر آفاقی

ایسے ہی ایک گروہ نام نہاد قلندروں کا ہے شاہ دولئے مجیٹھ ملنگ، رملئے، سنیاسی ایسے ہی سماج کے رتّے دو باجرے دورخے سالوسیان اور ابیین (عبداللہ بن ابی کے ٹولے دار) مختلف شکلوں اور مختلف روپوں میں لوگوں کو لوٹ کر کھا رہے ہیں اور باقی نام نہاد شرفاء تماشہ دیکھ رہے ہیں ۔

شریکِ جرم نہ ہوتے تو مخبری کرتے
ہمیں خبر ہے لٹیروں کے سب ٹھکانوں کی

اصل میں ان سب بیماریوں کا علاج انسان کا طاقتور ہونے میں مضمر ہے وہ یہ فقر و مذلت ہے جسکو کفر کہا گیا ہے ۔

كَادَ اَلْفَقْرُ أَنْ يَكُونَ كُفْراً

نظم از ڈاکٹر صابر آفاقی مع ترجمہ

چوہدری جی کا کُتّا پال
اٹھ رے اپنی شان بدھا

خوجہ جی نا دہ نسوار
سائیں جی نا بھنگ پلا

منشی جی مُچھ کر سدّھی
راجہ جی کو شملو چا

ملّاں جی کو لوٹو تھم
پیراں کی توں جُتّی چا

ضلع آلو آن آلو اے
چند کلیاڑیں اُت لے جا

صوبیدار کا موہڑا ڈھو
نمبر دار کی بوریں چا

رات نا اُٹھ کے رسّی بٹ
سر گی نا اُٹھ کے پولْ بنا

ممبر کے تھو میرو کپنو

کل یا اتروں آکے گھا

اج آوے پٹواری صاحب
موٹو جھیو مر غو کھلا

لیڈر صاحب تھک کے آیو
مُٹھیں بھر تے مور دبا

ممبر آیو ووٹ ناں منگن
جائے گو فر لارو لا

ڈوگر دور بھی ہم نے ڈھّو
اُس ویلے یہٰ ظُلم نہ تھا

تیرا خون ما برف جمی اے
کرتو نیہہ تو شرم حیا

ذلّت کا اس جونٹ ناں سٹ
اس جوتر نا دور بگا

ڈاکٹر صابر آفاقی

شعر ا۔چوہدری یعنی گاؤں کے سردار کے کتے پال کر اپنی عزت بڑھا۔
شعر ۲۔خواجہ کو نسوار دے اور ملنگ کو بھنگ پلا۔
شعر ۳۔منشی (پولیس والے) کی مونچھ سیدھی کر زمیندار کا شملہ اونچا کر۔

شعر ۴۔ملاکولوٹاتھما پیروں کی جوتی سیدھی کر

شعر ۵۔صوبیدار کے موہڑے ڈھواو نمبر دار کی بوریاں اٹھا

شعر ۶۔راتوں کواٹھ کر رسّیاں بٹ کر گھاس کے جوتے بنا

شعر ۷۔ممبر کہہ رہا ہے کل یا پرسوں میری گھاس کاٹنی ہے (بیگار)

شعر ۸۔لیڈر تھکا ہوا آیا ہے اسکی پیٹھ کو تھپکا اور پنڈلیاں دبا

شعر ۹۔ممبر ووٹ مانگنے آیا ہے جھوٹا وعدہ کر کے چلا جائے گا (لارا)

شعر ۱۰۔ویسے تو ہم نے ڈوگراراج کے مظالم بھی سہے تھے لیکن یہ اندھیر وہاں بھی نہیں تھا۔

شعر ۱۱۔ تیرے خون میں برف جم گئی ہے تجھے میں ذرا بھی حمیت اور شرم کی حرارت نہیں ۔

شعر ۱۲۔ ذلت کے اس جوا کو اپنی گردن سے اتار پھینک اس جوا yoke کی باندھنے یا جھکڑنے والی رسیاں بھی کاٹ ڈال زبردست طنز اوراستعارے استعمال کئے ہیں

شاید ہی جا گیر دارانہ سماج اور غلامانہ سوچ پر ضرب کاری لگائی ہے گوجری تو گوجری ہے شاید اردو میں ایسی زوردار نظم نہیں پڑھی ہے ۔اٹھو مری دنیا کے غریبوں کو جگادو۔

فاعتبروا یا أولي الأبصا

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال آپ اپنی حالت کے بدلنے کا
حالیؔ

ڈاکٹر صابر آفاقی کی نظم اصحاب الیمین کا تجزیہ

برساں کو میں پینڈو چل کے
چوٹی وروں ڈِڈّھی
چوٹی اُچّی کیہہ ہوں دسّوں
عرشاں تک تھی پوہچی

اس چوٹی کے اپّر کھل کے
اینگا اُونگا ڈڈّھو
تلّو نیلو پانی اُس کو
ماکھیں جہیو سُتھرو

متّاں اپنے کھبّے سجّے
دو نظر آیا لاڑ
کَھبّے سردی مانہہ پوہ کی تھی
سجّے موسم ہاڑ

سجّے پاس تھا رونق میلا
دھرتی لا لا لشکے
جس ناں چاہے دولت عزّت
بشکن آلو بشکے

چٹّا پنڈا پلّا ستھرا
قد بانکا اکھ لال
دل ما مہر تے مونہہ ما ماکھیں
مغز ما سیانف ہتھ اعمال

پیراں تلے تخت نورانی
سر کے اپّر تاج
دنیا اُتّوں علم بٹیلے
اِت دیہیں حاکم باج

گھبّے پاس اک قوم نکّمی
غم کے اندر جھورے
بندراں نالوں اک دوجا ناں
دوروں دوروں گھورے

ہوٹھاں اپر پھولی ڈّھی
اکھ ڈّھیں بے نور
ٹھر کے بندا دگ دگ کیں
جُسّو چورو چور

اک دوجا نا کچّا کھائیں
اک دوجا ناں چونڈیں
کھبّا پاس کا وحشی بندا
چونڈن کو رہ ڈھونڈیں

قوم اپنی کی حالت دسّوں دے کے ایک مثال
کھبّو پاس اے حاضر ویلو سجّو استقبال

ڈاکٹر صابر آفاقی

یہ ایک تصوراتی وتمثیلی نظم ہے جس میں اصحاب الیمین اور اصحاب الشمال (یمین و یسار) یعنی دائیں طرف اور بائیں طرف والے لوگوں کے احوال متصور کیئے ہیں قرآن میں اصحاب یمین راستبازوں کو کہا گیا ہے جن کا خاتمہ بالخیر ہوا ہو اور اسکے برخلاف اصحاب الشمال یا یسار وہ لوگ ہیں جن کا خاتمہ کفر و ارتداد کی حالت میں ہوا ہو،لیکن یہاں ڈاکٹر صابر آفاقی نے اپنی قوم کی موجودہ خستہ وخسیر حالت کو کھبّے (بائیں) پاس سے تشبیہہ دی ہے اور وہ لوگ جو علم وعرفان اور آ گہی سے بلند مقام پر فائز ہو کر علمی خزانے سمیٹ رہے ہیں وہ سجّے (دائیں) پاس والے ہیں۔

نظم کی تلخیص وترجمہ

بند ا۔میں نے برسوں کا سفر کر کے ایک بلند چوٹی سے دیکھا۔ایسی بلند چوٹی جو سوئے عرش،بلند دکھائی دے رہی تھی

بند ۲۔اس چوٹی پر میں نے کھڑے ہو کے ادھر ادھر دیکھا سبز میدان میں بہتا پانی شہد کی طرح شفاف تھا۔

بند ۳۔مجھے اپنے بائیں اور دائیں طرف دو ڈھلوان جن کے بیچ نالا بہہ رہا تھا نظر آئے ۔ بائیں طرف پوہ یعنی جنوری کی سردی تھی اور دائیں طرف والے لاڑ یا ڈھلوان پر گرمی اور بہار کا موسم ہے۔

بند ۴۔دائیں طرف رونق میلے لگے تھے دھرتی نورٔعلی نور ہے وہ جسے چاہے عزت دیتا ہے

بند ۵۔سفید جسم اور لباس صاف ستھرے قد دراز ہیں اور آنکھوں میں سرخ ڈورے ہیں دل میں محبت ہے منہ میں شہد اور سر میں عقل سلیم ۔

بند ٦۔انکے پاؤں کے نیچے نوارانی تخت ہے سر پر تاج ہے۔وہ دنیا سے علم کے خزانے اکٹھے کر رہے ہیں اور حکام انکے باجگزار ہیں ۔

بند ۷۔ بائیں طرف ایک قوم غم کی ماری ہوئی بندروں کی طرح ایک دوسرے کی طرف گھورتی تھی ۔

بند ۸۔انکے ہونٹوں پر پپڑی جمی ہوئی تھی انکی آنکھیں بےنور تھیں وہ سردی سے تھر تھر کانپ رہے تھے ۔

بند ۹۔ ایک دوسرے کا کچا گوشت چھباتے تھے اور بائیں طرف والے وحشی گوشت نوچنے کے جتن کرتے تھے ۔

شعر

میں نے اپنی قوم کی حالت کو مثال دے کر واضح کیا ہے

بائیں طرف (کھبّو پاس) عہد حاضر میں انکی حالت ہے اور سجّو پاس (دائیں طرف)ان کا مستقبل کا زمانہ ۔

نہیں ہے نا امید اقبالؔ اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

جدید گوجری میں پہلی بار اسمعیل ذبیح کا شعری مجموعہ ''انتظار'' ۱۹۵۹ء میں شایع ہوا اسکے بعد ادارہ ادبیات ایبٹ آباد نے ڈاکٹر صابر آفاقی کے دو شعری مجموعے آتھروں اور ہاڑ ۱۹۶۶ع میں شایع کئے دیگر مطبوعات یہ ہیں

:۳ پھل کھیلی ۱۹۷۶ء

۴؛ سانجھو کھلاڑو ۱۹۹۵ء

:۵ پیغام انقلاب (مسدس) ۱۹۹۷ء

:۶ کیسر کیاری ۲۰۰۱ء

میرے خیال میں کیسر کیاری جو کہ ۱۵۲ صفحات پر مشتمل ہے اور اس کتاب میں قلم کے جوہر اور قرطاس کا بھر پور فائدہ اٹھایا ہے ایک صفحہ پر دو دو غزلیں پیش کی ہیں کتاب میں ۱۲۰ غزلیں اور پابند و آزاد کل ۲۰ نظمیں شامل ہیں اک بانکو شہزادہ مثالی آزاد نظم ہے اور غالباً گوجری کی پہلی آزاد نظم ہے پیار محبت، اصحاب الیمین، بگار اور مخول (مزاحیہ نظمیں) در کیفیت رفتن بہ بہشت، چوہدری لقمان اور نقلی پیر بن کا طریقہ میں طنز و مزاح اوج پر معلوم ہوتی ہے۔

پیار محبت نظم علامتی ہے جس میں دو گائیوں کی تمثیل سے باہمی نفاق کی عکاسی کی گئی ہے۔

نظم پیار محبت

اُچی ساہری سوہنی ماہلی

ماہلی اُپّر نیلوتلّو
رنگ دواں کو چٹّو
ٹھنڈی لوہری چلّے
کولی کولی دھُپ ماںْ

سنج ہوئی تے گھرناں آئیں
بنیں کُھرلی اپّر
گھاہ کا دتّھا دیکھ کے اگّے
چاویں سنگاں نال
یہ اُس ناں وَہ اُس ناں مارے
اک دوجی ناں کھائیں
اک دوجی ناںْ کیوں نیہہ چٹّیں
پیار محبت نال

ترجمہ:

اونچی، ہموار خوبصورت پہاڑی کی چوٹی پر سبز گھاس میدان کے ٹکڑے پر۔۔۔ میں نے دو سفید گائیاں دیکھیں نرم ملائم دھوپ میں ٹھنڈی لہر چلتی تھی۔۔۔

شام ہوئی تو مالک نے ان گائے کو کُھرلی پر باندھ دیا اور اپنے گھاس کے ''دتّھے''، یعنی چھوٹے چھوٹے دستی بنڈل اپنے سینگوں پر اچھالنے لگیں اور ایک دوسری کو سینگ مارنے لگیں

نظم کا اوج زبردست ہوا ہے شاعر کہتا ہے ہے،

ارے او نادان گائیو! تم اک دوسری کو پیار سے چاٹتی کیوں نہیں۔

اس نظم کی کئی ڈائمنشنز ہیں خدا کی نعمتوں کا کفران آپسی منافرت اور زوال کی نشانی ہے آگے لڑنے والی گائیوں کا انجام suspense یا التوا میں رکھ کر شاعر نے فنی مہارت دکھائی ہے۔صابر آفاقی پنجابی کے شاعر بھلّے شاہ اور اکبر الہٰ آبادی سے متاثر تھے

کیسر کیاری ص ۸۰ پر غزل کا شعر

عملوں اُپّر نمیڑا ویں گا نہ ذات اُپّر
سیّد ہووے جے کوئے چوہڑ و چمار ہووے

''صابر آفاقی ویں گا کو پنجابی کی طرح ''ہوکا'' لکھتے ہیں اور ''گو'' صیغۂ استقبال کو ''کو'' لکھتے ہیں میرے خیال میں گوجری کے کسی لہجہ اس کی گنجائش نہیں۔

بھلّے شاہ قصوری کی شان میں رطب اللسان ہیں

ہور مثال نیہہ تھاسے کتّے
بلہا شاہ قصوری کی

محولہ بالا شعر بھلّے شاہ سے ماخوذ ہے۔۔۔اوتھے عملاں دے ہونے نے نبیڑے

ایسے ہی کیسر کیاری کی ایک غزل کا مطلع احمد ندیم قاسمی سے ماخوذ ہے۔

شعر ص ۹۸ کیسر کیاری

کس نے کہیو مر جاؤں گو
ہوں تے اپنے گھر جاؤں گو
ڈاکٹر صابر آفاقی

کون کہتا ہے کہ موت آئی تو مر جاؤں گا
میں تو دریا ہوں سمندر میں اتر جاؤں گا

احمد ندیم قاسمی

کیسر کیاری ص ۱۰۱ پر غزل کا پہلا شعر ہے

غزل ۱

ویلو میرو ناں ہے پہایا، لاؤ نہ جانوں اُکّا
ہُن بھی جے تیں ٹور نہ بدلی، ہیر لے میرا مُکّا

تہاڑی رو رو دل ناں اُڑاں ، پڑاں کرتو رہوں
رات پئی ناں دل کا بن ماں، غم کا چھڑیں چُھکّا

پینڈو کھوٹو ہووے مہارو بیسن کو نیہہ ویلو
ہولیں ہولیں ٹرتاں چلّاں، اٹھو نکّا شُکّا

کد توڑی تم دبیا رہ گا ان غیراں کے تلّے
اس ٹاہلی کے سایہ اندر چوٹا سارا سُکّا

جد تیں ٹرنو سیٹو کھادی مار زمانہ کولوں
چلن آلو داند نیہہ کھاتو،ہالی کولوں چُکّا

ایک قدم بھی پٹ نیں ہ سکتو، سر ناں آویں پھونیں
ہستاں ہستاں عشق نے صابر پہنیا میرا بُکّا

غــزل ۲

مٹاں لوک زمانو سدّیں، ہوں لساں ناں ماروں
ہتھ تے پیر ہلاوے جھڑو، بیڑی اس کی تاروں

میرا رون کی وجہیا پُچھیں لوک تعجب کر کے
روتی تے کرلاتی چلّے بچھڑی کونج اڈاروں

اُس ڈ ہڈا کے اگّے مھارو، چارو کجھ نیں ہ چلتو
سینہ اُپّر چھلئے جھڑی، آوے اللہ داروں

انگریزاں نا مندا جانو، لیکن مھاری خاطر
علم تمدّن صنعت لے کے، آیا تھا وے پاروں

اج اُوں مچ ہی کاہلو مٹاں، بچّن کی نیں رہئ آس
رب ناں منئے اج حکیماں، دے کے جائیے داروں

میرے پاس پرانوں سکّو، کون قبولے صابر
جیسو گئیو ایسو آئیو، دنیاں کا بازاروں

غــزل ۳

موڑیو نہ روح میرو کھس کے
فر نہ دیبو تیں دس کے

بجلیاں ناں اُجاڑ نہیں سکتو
اپنی چھگّی ماں دوستاں بس کے

لیکھ متّھا کا نال ہی جائیں
کس ولایت ناں جائیے نس کے

ہوں تیری مہنڈیاں کا بالاں ماں
ڈاہڈو لاچار ہوگئیو پھس کے

آ تھرواں کے بغیر صابر ناں
ظالماں دیکھ کے دِ تو ہس کے

ڈاکٹر صابر آفاقی کی کتاب ''گوجری ادب'' ایک مطالعہ

ڈاکٹر صابر آفاقی گوجری پنجابی اردو اور فارسی کے نامور عالم اور ماہر زبان ہوئے تہران یونیورسٹی سے راج ترنگنی کے فارسی ترجمے کی تصحیح موضوع پر ۱۹۶۸ عیسوی میں پی ایچ ڈی مکمل کی۔ پہلے مظفر آباد کالج اور پھر مظفر آباد کشمیر یونیورسٹی میں پروفیسر

رہے ۱۹۷۶ء میں گوجری شاعری کا پہلا مجموعہ ''پھُل کھیلی'' شایع ہوا۔

رات اندھیرو لے کے نٹّھی
نویں صبح کو چڑھیو تارو
راہی ٹریا لک بنھ کے
سجّے کھبّے پیو لشکارو

صابر آفاقی نے نہایت مؤقر انتخاب مرتب کیا ہے اور علمی بحثوں کا آغاز کیا ہے اور یہ کتاب گوجری ادیبوں کا پہلا تذکرہ ہونے کے ساتھ ساتھ پہلی تنقیدی کتاب بھی ہے۔ جس میں معیاری کلام کو ہی شامل کیا ہے اور یہ کتاب پنجابی میں لکھی گئی ہے۔ کتاب میں شامل معیاری کلام کا نمونہ:

الف اِسو بے ترس نہ کوئے ڈٹّھو
جسو توں ڈھولا میرے نال ہوؤ

سڑ بل گئی سینو ساڑ سٹیو
سارو لوک پچّھے یوہ کے حال ہوؤ

بھلا کے دسّوں کیہڑو روگ منّاں،
اندروں پخ پھُرنو رتّو لعل ہوو

قادر بخش اک وار گھل پھیرو،
دیکھ درد میرو کس تال ہوو

ت :تنگ تد کا ،ٹُٹّا سنگ جد کا،
سٹیو کھوہ اندر سینے لا مِنّاں

ہوئی جان حیران ویران میری،
لگی ہر اک آن بلا مناں
ڈونگھا زخم ہوا میرا کالجہ ماں
کاری لگّے نہ کائے دوا منّاں
قادر دل دُکھیا میری جان دُکھیا
گیو درد کالجو کو کھا مناں

ڈاکٹر صابر آفاقی نے سائیں قادر اور میاں نظام الدینؒ کے اشعار آمنے سامنے رکھ کر بہت سے ادبی نکات اور گرہیں کھول دیں ہیں۔

ق :قرعہ نجوم تے فال سو سو
میرے جانیاں جانیاں او
سبھے پیر فقیر تے خانقاہاں،
منتاں مانیاں مانیاں مانیاں او
کدھرے موڑ اساڈڑی طرف واگاں ،
میرے جانیاں جانیاں او
قادر یار میرے دل فگار تائیں،
مرہماں لانیاں لانیاں او
سائیں قادر بخش

ڈاکٹر صابر آفاقی لکھتے ہیں کہ میاں نظام الدین اور سائیں قادر بخش کے گہرے مراسم تھے اور میاں نظام دین لارویؒ سائیں قادر بخش سے کلام کی اصلاح بھی لیتے تھے اور ایک دوسرے سے متاثر بھی ہوئے۔ جیسا کہ ان ابیات کے تقابلی مطالعہ سے عیاں ہے۔

ت　:تُساں دی یاد ہمیش مینوں
میرے　جانیاں　جانیاں　او
مچھّی　رہ　گئی　تڑفدی　باجھ　ندی،
ٹھنڈے　پانیاں　پانیاں　پانیاں　او
بھلا کون کہیندا سوکھیاں ہین شالا،
پریتاں　لانیاں　لانیاں　لانیاں　اور
تیریاں　خیراں　خیر　نظام　تائیں
کدوں　آنیاں　آنیاں　آنیاں　او

میاں نظام الدین لاروی

گوجری ادب تذکرہ سے صابر آفاقی کی انتقادی و علمی صلاحیتوں کا اندازہ ہوتا ہے انتخاب کلام بھی ایک سخت دشوار کام ہوتا ہے یعنی کسی شاعر کا چنیدہ کلام جو اسکے فکروفن کا پورا ترجمان ہو۔ صابر آفاقی نے بہت سے شعرا کا عمدہ انتخاب کیا ہے لیکن گوجری کی گرامر پر ابتدائی مضامین صابر آفاقی ہی نے لکھے تھے جو ان کی کتابوں میں بکھرے پڑے ہیں۔ جلوۂ کشمیر یا اُن کی دوسری کتابوں پر نظر دوڑانے سے پتہ چلتا ہے کہ صابر آفاقی کا قد سرحد کے آر پار بہت اونچا دکھائی دیتا ہے۔

جلوۂ کشمیر میں کشمیر کی ثقافت فنون لطیفہ اور تاریخ کے متعلق ۲۹ ء تحقیقی مقالوں پر مشتمل ہے تاریخ کشمیر میں بھی وہ گوجری کو نہیں بھلاتے گوجری شاعری کا آغاز ۱۹۵۴ء میں کیا تھا صابر آفاقی نے ۱۹۸۵ عیسوی میں ۷۹ شعرا کا زیر بحث جامع تذکرہ لکھ دیا تھا اور بڑی بات یہ ہے کہ تزکرہ محض معلوماتی اور انتخاب برائے انتخاب نہیں مرتب کیا بلکہ صابر آفاقی نے اپنی رائے بھی دی ہے مثلاً علم الدین بن باسی کے بارہ میں صفحہ ۴۱ پر رقمطراز ہیں:

''مولوی صاحب دے دل وچ قوم دی خدمت دا بوہت جذبہ سی، جس دا اظہار اوہ شاعری راہیں کردے۔۔۔قوم نوں خوشحال دیکھنا انہاں دا ٹیچا سی''

سائیں الف دین گوہلدوی کے کلام کے بارہ میں لکھتے ہیں:

'' سائیں ہوریں صوفی بندے ہن کلام وچ تصوف تے معرفت دے مضامین ملدے ہن۔گوجری کلام نیچھ نہیں سگوں اوہدے وچ پنجابی الفاظ ورتے گئے ہن'' ص ۴۰
گوجری ادب، ہمارے علاقہ راجوری کے ایک شاعر کا نام تو میں نے سنا تھا لیکن ''گوجری ادب میں انکا نام پڑھ کر دل باغ باغ ہوگیا میری مراد چونی لعل شُعلہ ہیں انکا کلام ۱۹۴۷ کے بعد گوجر دیس میں چھپتا رہا ہے۔''

نمونہ کلام

ہر پاسے مَچ گئی شیطانی اے
تولے گھٹ، کوئے پاوے دودھ ما پانی

منشی نا خرچ ٹورن تیں پریشانی
مثل نہیں بولتی بغیر چاہ پانی

چونی لعل شعلہ راجوروی

گوجری ادب کے صفحہ ۲۵ پر اسرائیل اثر کے خطوط کے بارہ میں رقمطراز ہیں:
''ہیٹھاں میں اسرائیل اثر ہوراں دی ہک منظوم چٹّھی دے کجھ، چونویں بینت

لکھ رہیا ہاں جیہڑی او ہنے ۱۹۷۴ عیسوی وچ ذبیح ہوراں دے ناں کشمیر توں بھیجی سی۔:

کاگا بول توں میری اُڈیک تڑفے
چِٹھّی سجناں کی کتے آئی ہوئی اے
جہڑا دلاں رہیا ہمیش بستا
سنیو انہاں کی لب کشائی ہوئی ہے
لکھیو مُدّتاں بعد سلام قبلہ
بڑی مہر تے کرم فرمائی ہوئی ہے
بسیں دور پر فخر ضرور ہمناں
لکھ شکر جے قدر افزائی ہوئی اے
اسرائیل اثر

اُپر دی گئی مثالوں سے پتہ چلتا ہے کہ صابر آفاقی کا بعض انتخاب (کہیں کلام نہ ملنے کی صورت میں جو مل گیا اس پر اکتفا کرنا پڑا ہے) اور رائے وقیع معلوم ہوتی ہے اور گوجری کی ادبی تاریخ کے حوالہ سے آئندہ ہر بحث اسی تذکرہ کے حوالہ سے کی جاتی رہے گی۔

ماخذات

۱۔ کیسر کیاری مصنف صابر آفاقی، مطبوعہ ۲۰۰۵ عیسوی
۲۔ 'پھل کھیلی' از ڈاکٹر صابر آفاقی
۲۔ سانجھو کھلاڑو، ڈاکٹر صابر آفاقی و مخلص وجدانی

غلام نبی شہباز راجوروی کی گوجری غزل گوئی

۱۹۴۰ تا ۲۰۲۱ عیسوی

میرا وس کی گل جے ہوتی
پلّو پاٹو ہوں کیوں لیتو
شہباز راجوری

ترجمہ:

اگر میرے بس کی بات ہوتی تو میں پھٹے ہوئے کپڑے کیوں بدن پر لیکر گھومتا۔ یعنی پھٹا ہوا لباس پہننا میری مجبوری ہے نہ کہ یہ کسی ریاکار یا گودڑی پوش فقیر کا ڈھونگ ہے۔

مٹاں لوڑو جاڑ بناں ما
ہوں تے اپنا آپ تیں گمیو
شہباز راجوری

ترجمہ:

مجھے اجاڑ جنگلوں میں ڈھونڈو کیونکہ میں اپنے آپ سے گُم چکا ہوں
یعنی ہوش حواس کھو چکا ہوں یا دیوانہ ہو چکا ہوں

وقت کا سارا سمندر ریت ماٹھ ہیں سو گیا
پچھ ڈُونگیرا ہور منگیں لوہو گی دھاراں نا بُلا

ترجمہ وقت کے سارے سمندر ریت میں سو گئے یہ تو اور گہرے زخم اور لہو کی دھاریں مانگتے ہیں۔

یہ شعر میں نے مرحوم شہباز راجوری سے بہت پہلے سنا تھا ان کی مشہور غزل سے ہے لیکن کلچرل اکیڈمی کے شیرازہ میں اس غزل میں دو جگہ ٹائپو غلطیاں ہوگئیں ہیں ڈونگیرا کی جگہ ڈونگا لکھ دیا ہے ایسے ہی ایک اور شعر میں کتابت کی غلطی سے شعر کا وزن مجروح کر دیا خیر

شعر

تِس بُہتیری ☆ پتھّراں کا ہتھ ماٹھ ہے ساری تریل
ہے کہڑو درداں کو سانجھی رازداراں نا بُلا
شہباز

ترجمہ:

پیاس تو بہت زیادہ ہے لیکن نمی اور تراوت پتھروں کے قبضے میں اگر کوئی دردوں کا بانٹنے والا راز دار ہے تو اس کو بلاؤ۔

نوٹ ''تس اتنی'' کے بجائے تس بہتیری ہی درست ہے

شہباز راجوری کا تعلق پوشانہ سرنکوٹ کے کشمیری نائیک خاندان سے ہے جو آج کل بہروٹ راجوری میں مقیم ہیں لیکن پچھلے چالیس پچاس سال سے بہروٹ تھنہ منڈی میں مقیم ہیں گرمیوں میں ابھی پوشانہ آنا جانا لگا رہتا ہے شہباز راجوری اور ان کے برادر اصغر فدا راجوروی بہت پڑھے لکھے تھے اور محکمہ تعلیم میں اعلیٰ خدمات کے علاوہ ادب میں بھی نام پیدا کیا ہے کشمیری اردو اور گوجری تینوں زبانوں میں اشعار کہتے تھے ۲۰۰۵ء میں مغل روڈ پر پوشانہ گاوں میں ملاقات ہوئی اور پھر ان کے علاوہ ان کے

بھائی فدا راجوری کے ساتھ محفلیں جمتی تھی۔

غزل ۱

روتی رات کے متّھے لکھیو
سجرو پر ان دیکھ تماشو

شہر تے سارا تڑفیں کوکیں
کوئے کدے انسان وی دِستو

منّاں لوڑو جاڑ بناں ماں
ہوں تے اپنا آپ تیں گمیو

کل مکلّو رہ کے سوچے
اس نا لوڑے روز تماشو

میرا وس کی گل جے ہوتی
پلّو پاٹو ہوں کیوں لیتو

لفظ کی صورت اِت وی اُت وی
دنیا کو شاہباز تماشو

غــزل ۲

بستیاں کا گیت رُٹھّا فر بہاراں نا بُلا
لُٹ گیا ہیں نھیر یاں مانھ راہکاراں نا بُلا

دِلا! دِیّو کد ہسے گو ڈیکتی یاہ رات ہے
میں بلایو اتھرواں نا توں ککاراں نا بُلا

وقت کا سارا سمندر ریت مانھ ہیں سو گیا
پچھ ڈوہنگیرا ہور منگیں لوہو دھاراں نا بُلا

تس بُہتیری ☆ پتھّراں کا ہتھ مانھ ہے ساری تریل
ہے کھڑو درداں کو سانجھی رازداراں نا بُلا

گل کوئے ٭اک لفظ ہے شہباز منہ ماں پاگئی
کے پھرویں لوک سارا ڈھیر ساراں نا بُلا

شہباز نائیک راجوروی

غزل ۳

نواشیں میرے بوہے پکھنو اُڈارے
کھڑو آکے خاباں گا لتا اُتارے

اجاں اکھ ویلا کا پُنگا مُنے گی
تدھے آتھرواں نا یوہ رستو بسارے

واہ سجری سوئی بناں گی جوانی
یوہ شہراں کا زہراں نا کھڑو ہُلا رے

ہواواں گے موڈھے چلیں ککھ بھولا
اِن آتا رُتاں نا کدے وہ سمارے

ہوں صدیوں تو پیروں اُڈیکوں کسے نا
چپیتے وہ آوے تے نیزہ ای مارے

تلاشاں ما شہباز دِن رات رہ گے
اجاں جاڑ بستی ماں کوکے پکارے

شہباز راجوروی

ماخذات

۱۔ ''بنجارہ'' از ڈاکٹر رفیق انجم مطبوعہ ۲۰۰۷ عیسوی
۲۔ ''گوجری ادبی تناظر'' مرتبہ عبدالحمید کسانہ مطبوعہ ۲۰۱۵ عیسوی
۳۔ شیرازہ گولڈن جوبلی نمبر، مدیر ڈاکٹر جاوید راہی

اقبال عظیم چوہدری کی گوجری شاعری اور نثر نگاری

۱۹۴۰تا۲۰۲۱عیسوی

دل کی سوہل رگاں کو پنجرو، آس کو پنچھی تڑفے
کد خبرے گنڈھ کُھل جائیں یہ ناطا نہیں رہسیں

ترجمہ :دل کی نازک رگوں کے بنے ہوئے پنجرے میں امید کا پرندہ تڑپ رہا ہے کیا پتہ کب کوئی گانٹھ کُھل جائے اور یہ ناطے بھی نہ رہیں۔

نوں بوٹاں تے پتّر جھڑیں
ٹپ ٹپ اس دھرتی ور
جس طرح کسے گا آتھروں
اک میلی کُڑتی ور

ترجمہ :موسم خزاں میں درختوں سے اس طرح ٹپ ٹپ کر کے پتے گرتے ہیں جسطرح کسی غمگین شخص کے آنسو اس کی میلی کچیلی قمیض پر گر رہے ہوں۔

اقبال عظیم نے زندگی کے نشیب وفراز اور ہر گرمی سردی کو بہت قریب سے دیکھا ہی نہیں بلکہ اپنے جسم وجاں بلکہ روح رواں پر گذار کر دیکھا اور محسوس کیا ہے انہوں نے رزگاہ گاہ حیات میں جشن فتح کی بگلیں بھی بجتی ہوئی دیکھیں اور ماتم کے راگ بھی الاپے ہیں۔

اقبال عظیم چوہدری کا مشاہدہ وادراک بہت وسیع ہے انہوں نے کئی اوبڑ کھابڑ

راستے طے کئے ہیں استقامت کے نشان پہاڑوں کی بلندیاں ماپی ہیں شعر وخیال کے سمندر کی گہرائی میں بھی اتر کر سخن کے انمول موتی باہر نکالے ہیں کلام میں گہرائی کے ساتھ زبان پر گرفت اور گیرائی بھی لجواب ہے ان کے اشعار بلاغت کے عمدہ نمونے ہیں۔

اگر چہ ہر زمانے کی کسوٹیاں مختلف ہوتی ہیں لیکن خالص زر تو ہر زمانے کی ہر کسوٹی پر کھرا اترتا ہے اور سوز وگداز ہر سنگ خار کو موم کر دیتا ہے کلام میں درد کی تاثیر ہر برف زار کو نغمہ آبجو میں بدل دیتی ہے۔

اقبال عظیم چوہدری کے کلام میں زندگی کے روپوں، بہار کی رنگینیوں پرندوں کی چہچاہٹوں دریاوں کی روانیوں، موجوں کی بیقراریوں، خوشبوں کے قافلوں کے علاوہ خزاں کی قہر سامانیوں جھکڑوں اور بادو بارانیوں کی جھلکیاں بھی ملتی ہے۔

ایک طرف وہ مسرور وخندہ زن حالت میں پھولوں کی مالائیں لئے ہوئے دکھائی دیتے ہیں تو دوسری طرف خزاں زدہ ٹنڈ منڈ درختوں کی برہنہ شاخوں کی طرح خوفِ خدا سے لرزتے بھی ہیں۔

شیشہ ٹھوکر کھائیں چر تک
واز ہوا ماںھ تڑفے
گیت بنیں فیر یاداں کا
فِر انصافاں کے صدقے

ترجمہ: شیشے دیر تک سنگین ٹھوکروں کی زد پر رہتے ہیں ان کے ٹوٹنے کی آواز دیر تک ہوا میں تڑپتی ہے انہی یادوں کی بدولت گیت یا نغمہ بنتے ہیں ہم اس انصاف کے صدقے جائیں۔ یعنی دینے والے نے شیشۂ دل کو کرچی کرچی کر کے ہمیں دکھ بھرے نغموں کی سوغات دی۔

میرے خیال میں فکر کی گہرائی اور ندرت خیال کے اعتبار سے فی الحال اقبال عظیم اپنا ثانی نہیں رکھتے اور گوجری کے بڑے شاعر ہیں۔

کچھ لاجواب غزلوں کے اشعار

نِنج آئے بہار ایسی فر زخم دُکھا چھُڑیا
برساں کا سُتّا وا کُجھ درد جُگا چھُڑیا

قُربانی کیہہ دیتو میں تیریاں خوشیاں تیں
امید گُھما دتی ارمان گُھما چُھڑیا

رُت بہاند کی آ گئی ہے بانپھوڑ کی چُنجیاں مانھ
میں تریڑ کا یہ ٹیپا چُپ نال چھپا چُھڑیا

ارمان وصالاں کا تے دردجدائیاں کا
اس دل کی گُٹھّاں ماں لوکاں تیں چُھپا چُھڑیا

وِہ ریت کی ڈھیریں تھیں، تیلاں کا بنگلا لا
میں ٹھیک کیو بھُل کے سب نقش مٹا چُھڑیا

اقبال عظیم چوہدری

غــزل

میں واعظ تے اِسے دنیا ماںھ بدلو لے لیو ہوتو
میری بے چارگی لوح و قلم تِنّاں نیں دے سکیو

کُٹھی سانجھی تھی بھانویں درد تھا طعنہ تھا بولیں تھیں
خطا میریں زمانہ کا کرم تنّاں نیں دے سکیو
تُوں کہہ بے درد تے بے مہر ہوں تے فر بھی راضی ہوں
تری خوشیاں کے بدلے اپنا غم تنّاں نیں دے سکیو

یہ مجبوریں تے رسوائیں کرم ڈِٹھّا سِتم جھلیا
وفا پالی یا نیں پالی یہ کم تنّاں نیں دے سکیو

یں ہر ایک قدم پر تیریں قسم کھاہدیں تے ناں چھپیو
ہوں اپنا سِر کی خبرے کیوں قسم تنّا نیں دے سکیو
اقبال عظیم چوہدری

اقبال عظیم چوہدری اور نسیم پونچھی ہمارے جموں وکشمیر میں معیاری گوجری نثر کے بنیاد گزاروں میں سے ہیں ان کے پہلے شعری مجموعہ میں انکا مضمون "گل کی گل" نہایت بصیرت افروز فن پارہ ہے۔منتخب اشعار:

نوں بوٹاں تے پتّر جھڑیں ٹپ ٹپ اس دھرتی ور
جس طرح متّھے گا آتھروں اک میلی کُڑتی ور

دل کی سوہل رِگاں کو پنجرو، آس کو پنچھی تڑفے
کس خبرے گٹھ کُھل جائیں یہ ناطا نہیں رَہسیں

تیرا خیال نے جے ہسایو تے ہس پیو
ہوں اپنی بے بسی نا غماں ناں بسار کے

سَکھنا جا باغ لگیں بے مہر جئی دُنیا
ہم ٹھنڈیاں چھایاں ماںھ کس کس نا سوال آیا

جوانی مسافر لکُّھی بستیاں کی
یہ رنگ لیہٰں کا بے وفا لہتاں لہتاں

خدا کی قسم چین چک رو پئیو ہوں
یہ ہاساں کی کوڑی سزا سہتاں سہتاں

ہُڈ کَتاَ ارمان دُھکھتیں آس پی جاتو رہیئو
شعر کا سینہ ماںھ دل کا راز دفناتو رہئیو

اقبال عظیم چوہدری

ہُڈ کَتاَ ارمان دُھکھتیں آس پی جاتو رہیئو
شعر کا سینہ ماںھ دل کا راز دفناتو رہئی

ترجمہ : ہُڈ کتے ارمان یعنی رنجیدہ ہوکر روتے ہوئے ارمان، جلتی بجھتی ہوئی امیدیں پی پی کر۔۔۔شعر کے سینے میں یہ راز دفن کرتا رہا۔

اقبال عظیم چوہدری کے اشعار میں فکر کی گہرائی اور فن کی باریکیاں لطیف اور انچھوئے استعارے جابجا حساس قاری کے دامن دِل کو کھینچتے ہیں اور ٹھہر کر سوچنے پر مجبور کرتے ہیں ان کی غزلوں کے اشعار بھی گوجری شاعری میں نہایت معیاری ہیں نظموں اور قطعات سے چند اشعار:

نیرنگئ دُنیا:

ایک ڈاکو کئیاں بُھکّھاں نا رجاتو دِیکھیو
درد بنڈتو دیکھئیو ہستو ہساتو دیکھئیو
ایک زاہد اس طرح بھی روٹی کھاتو دیکھئیو
اپنا بُھکّھا بھائی تیں ، وہ منہ چھپاتو دیکھئیو

مسجداں منداراں ماہنہ محلاں تے جُھگیاں ماہنہ کتے
بال کے دل ڈھونڈیو ، تُوں نیں مٹاں تھایو کدے

شعر ا۔ ایک ڈاکو کو میں نے کئی بھوکوں کو پالتے ہوئے دیکھا یعنی انسانیت کے درد کو بانٹتے ہوئے دیکھا۔

شعر ۲۔ ایک زاہد کو میں نے اُس کے اپنے بھوکے بھائی سے منہ چھپا کر کھانا کھاتے ہوئے دیکھا۔ بڑھیما کی ہسی :

کون ہار گھلّے پُھلا جھونسیاں کا،
ڈِھٹّا دنداں کا بے سواد ہاسا
ہاسا گیا جوانیاں ہستیاں کا
رہیا بن کے ہُن فریاد ہاسا

ترجمہ :

سوکھے یا جُھلسے ہوئے پھولوں کے ہار کون پہنتا ہے ایسے جب دانت گر جائیں تو ہنسی بے سوادی یعنی بے مزہ ہو جاتی ہے۔ جوانی کی ہنسی ہی دراصل ہنسی کی غایت ہوتی ہے بڑھاپے کی ہنسی ایک طرح سے فریاد ہے۔ ٹٹیا وادل :

وہ میرا ٹٹیا وا دل کو چھنکار تھو بول تے وِہ نیں تھا
گذر گیا قافلو کو ساتھی غبار تھو، بول تے وِہ نیں تھا

ترجمہ:

وہ میرے ٹوٹے ہوئے دل کی جھنکار تھی وہ کوئی میرے بول نہیں تھے گزر گئے قافلے کے ساتھ پیچھے غبار اڑ رہی تھی وہ کوئی میرے بول تو نہیں تھے

شاخ تیں ٹُٹّیو پتّر شرد کی ظالم ہوا
بے خبر منزل تیں پھریو، ٹھُہلا کھاتو جا بجا

ترجمہ:

موسم خزاں کی ظالم ہوا کے زیر اثر شاخ سے ٹوٹا پتا منزل سے بے خبر اِدھر اُدھر دھکّے کھا رہا ہے۔

تم سو کالا قانون گھڑو، سو بار ملو کلخ منہ پر
انسان نا پھانسی لگ جائے تاریخ نا پھانسی نیں لگتی

ترجمہ:

تم سو بار کالے قانون گھڑو سو بار اپنے منہ پر کالک ملو، انسان تو پھانسی لگ سکتا ہے تاریخ کو کبھی پھانسی نہیں لگتی۔

ایک غزل

ویران دل کی بستی بسا کے چلے گیا
نظراں نا راہیں رُلنو سکھا کے چلے گیا

وِہ میری داستان کا کھنڈیا وا وَرق تھا
اُس نا ہسا کے اِس نا روا کے چلے گیا

بوٹاں ناں رقص ہویو ہوا جُھنکتی رہی
مستانہ وار گیت وِہ گا کے چلے گیا

مِٹّھی تے ٹھنڈی ٹھار نچھ آتی، آ نہ سکی
میرا دھیان اُن کے دل آکے چلے گیا

دنیا میری نظر مانھ کھڈّیاں بن گئی
کے کے خیال دل مانھ بسا کے چلے گیا

دِل خوش ہے فِر بھی حالانکہ میری خبر نیں ملی
کوئے کہہ گیو اس گلی مانھ وِہ آ کے چلے گیا

آتاں وِہ میرا ہاسا تے خوشیاں مانھ تھا شریک
جاتاں وِہ میرا غم بُھلا کے چلے گیا

سارا نفع تے سارازیاں بُھل گیا عظیم
جے سِر جُھکا کے بوہے وفا کے چلے گیا

اقبال عظیم چوہدری

اقبال عظیم کی گوجری نثر کا نمونہ

’’بے شمار بے رحمیں تے بے دردیں سہی، کھوہریں دُھپ تے ٹھنڈیں ٹھار چھاں، سچّا آتھروں تے کوڑا ہاسا بھو گیا زندگی کی ایک ایک ساعت ناں صاف نیڑے تے محسوس کرن کو موقعو ملیو۔ اپنی بستی مانھ سُکھاں کو راج بھی ڈِٹھو، دُکھاں تے غماں کا

جھکڑ جھلتا بھی دیکھیا جان بوجھ کے زبان گُنگی ہوتیں تے، اکھ بے اختیار بولتیں دیکھیں زمانہ نے قدم قدم پر ہاڑ یو تے تو لیو ہوں غماں تے خوشیاں ناہانی سنگی جانتو رہیو۔

اوکھت چار چوفیری گھیرا مارلئیں تے سوچاں تے آساں کی ٹوہنی کو سہارو لے کے اگہاں بدھنو پوئے۔ رُکاوٹ ٹھگنی ٹھورنی پوئیں گھر وٹھاں نال چمپیتو سمجھوتو کرنو پوئے برّیں بسارنی پوئیں سچّی گل تے یاہ ہے کہ ڈگرتا قدماں واسطے رستہ جھٹ ہی تھک کے نستّا ہو جائیں۔

ہوجاؤں تاریخ کو قائل پوچھوں لیکھ پرانا
تو بھی چھوڑ گھر وٹھ متھا کی ، او بے درد زمانا

ہوں اجنبی بستی کو بسنیک ہوں جت مُسکراتا ہوٹھاں تے بھی وی اکھاں نہاؤن کو چج آوے۔

شعر وادب جت گفتگو کا ہمیشاں گماہنڈی رہیا ہیں

حضرت باباجی صاحب کو عارفانہ کلام مِناں رُوحانی غذا ماھ گُل سُتی کا طور پر نصیب ہو یو جت سائیں قادر بخش مرحوم اپنی پُرسوز آواز ماھ جھنکتو دیکھیو گیو۔

برکت شاہ، باغ حسین، دل پزیر، حیدر شاہ تے زمان جت کا گیت گاتا رہیا میں کائیاں کا بادشاہ کی اسے سلطنت ماں اکھ کھولیں۔

ہوں ان غمناک اکھاں تے ما کھیوں ڈوہلتاں ہوٹھاں کی یاد کا خزانہ ناں دل کیاں کھڑیاں ماھ مٹا سکوں، ات مِناں سُدّ یار کو احساس ہوئے دل کا سمندر کا کنڈھا نُلجّیا والگیں، ہوں آخر اِن موتیاں نا کِت سام سام کے رکھ سکوں، رِہ رِہ کے میرا کنّاں ماں ایک پُروقار تے مٹھی آواز آتی رہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مُج وار میرا پیر و مرشد فرماویں تھا جس دل ماھ درد نیں، وہ دِل ہی نیں، جن

اکّھاں ماں آتھروں نیں اُن ماںھ آخر لو کانہہ جو گی ہے،۔۔۔پتو نیں کیوں ہوں پڑھن (مطالعہ) تے بغیر ہی لکھن آلے پاسے لگ پیو۔۔۔۔

پر جھب (جھٹ) ہی متّاں احساس ہو گیو کہ پڑھن (مطالعہ) تے بغیر ہی لکھنو اکھ کھولن تے بغیر ہی دیکھن کی کوشش نالوں ہے مطالعہ کو شوق پیدا ہو یو تے معیار کو خیال آگیو۔ اپنی تحریراں ناں دیکھ کے متّاں شرمندگی جیئ ہوئی تے لکھن کو دل تیں خیال ہی لاہ چھوڑیو۔ سوچیو تروٹا کو سودو کھلیئیں اکّھیں کرنو مناسب نیں۔

پر ہوں اعتراف کروں کہ ہوں اپنا اس فیصلہ ور قائم نہ رہ سکیو۔

میری سوچ حیاتی کا سارا سوہجاں، بجاں، پچاں، تے کوچجّاں کی چوفیری گھیرا کھاتی رہی۔ کُجّھیا واراہیاں کا کنڈاں نال پلّو اڑا لے جاتی رہی۔ آوَن آلیاں گھڑیاں ناہر کدے آکھن واسطے اڑی کرتی رہی۔ سوچ کو یہ انداز شاید جھلہت تھو، دیوانگی تھی جو کُجھ بھی تھو آخر اتنو کُجھ بٹیلتاں بٹیلتاں مونڈھاں پر گٹھڑی دھیاڑو دھیاڑی بھاری ہوتی گئی۔ مُنہ تے نہ بولوں تے یہ نہ دسن آلو بھار بنڈاون کون آتو آخر کہہ اٹھّو

شیشہ ٹھوکر کھائیں چر تک واز ہوا ماںھ تڑفے

گیت بنیں فیر یاداں کا فِر انصافاں کے صدقے

ریڈیو کشمیر سرینگر تے گوجری ماںھ پروگرام شروع ہو یو تے کُجھ دن ایکلو چُنج مارن تیں بعد نسیم بھی نال لے آیو اِت عبدالحق برق، فاروق نازکی تے کمال احمد صدیقی کا سنگ نے اس میدان ماںھ ٹُرن کو کُجھ نہ کُجھ چج سکھایو، فر نسیم سمیت ماہنامہ ”گوجر دیس“ کی ادارت کو بھار چایو تے کُجھ مُدّت صحافت کی دنیا ماںھ بھی خاک چھان لئی اج کُجھ لوک کہیں کہ ”گوجر دیس کا جھڑ اشمارہ ہم نے کڈھیا تھا گوجری صحافت کی جان ہیں، چلو یہ بھی سہی۔

ع لوگ کہتے ہیں تو پھر ٹھیک ہی کہتے ہیں

کدے کدے میں نوں بھی سوچیو ہے کہ شعر تے ادب کا ماوَ پانی کد تک بگتا رہیں گا تے ان کو سُتھریمو کتنو چر باقی رہ گو، کتے ان کے اگے ڈک نہ لگ جائے تے گیندلا چھپڑاں نالوں تِس بُجھاون کی جا بدبو نہ کھنڈتی رہ۔ پر فر سوچوں ادبی لین دین ماہ دیانت داری کو برتیبو کیو جائے۔۔۔۔ تے یہ چشماں جاری رہ سکیں گا تے اِن کو پانی تِس بجھاتو رہ گو اِس کو سچیارتے ٹھنڈیار ہر دور ماہ سجرو دسے گو بھانویں ہر زمانہ کو اپنو کئی مزاج ہوئے، کئی پیمانہ ہوئیں، نویں کسوٹی ہوئیں، پر سچ ہر دور ماہ جتن آلو ہے درد ہر زمانہ ماہ پائے کر اس کے تے سوجھ ہر دیکھن آلی اَکھ ناں مٹھیار تے ٹھنڈیار پہچا سکے۔

میں شاعری کی ہے تاں جے پڑھن آلاں ناں اپنا دل کی ہر ایک کیفیت کا گواہ بنا سکوں۔ میں کجھ کہن واسطے سوچ کا آزادی نال اڈاری مارتا پنچھی جو گا پنجرا کدے نیں گھڑیا، ایک بے ناں جیو جذبو آپے میرے ہتھیں قلم تھماتو رہیو ہے۔ ساریں جگ برتیں تے سِر برتیں، گیت بن بن کے میرا دل تے دماغ کی دھرتی تے آپے اُمتی رہی ہیں۔ میں کد کے محسوس کیو تے کس رنگ ماہ کہہ دِتو، اِس کو لیکھو نیں رکھیو اپنی سوچاں کی انگوری میں اپنا وطن کی دھرتی ماہ ہی تیار کی ہے تے اتے کُجھ بوٹا پُھلیا پَھلیا ہیں۔۔

سینہاں نالوں لجّتا رُوب دار دریا چڑھتی جوانیاں ناں زور آزمائی کا سادا دیتا دیکھ کے میری رگاں ماہ سجرو سجرو لہو تیز ہو جائے ان کو شونکار میرا دل ماہ سہار یا وا یاداں کا سمندر ناہ چھلّیں مار مار کے باہر آوَن پر مجبور کرے۔ ساون ماہ ریشم نالوں کولی ساویں ساویں تریلیں ویں ماہلیاں پر دینہہ کی چلکتی رَسمیں سُچا موتیاں کو فرش کر کے میری مزمانداری واسطے راہیں بانپھل ڈھاتی رہی ہیں۔

نیلا سر بٹکیا واڈ نگاں سراں ماں ترتی مرگائیں پانی نال بینھیں میرا دل تے

دماغ نال بھی کھیچل کریں۔

ہولیں ہولیں۔۔۔پُھل دھرتی ور سنہرا رنگ کا راج کو سنیہو لے کے آجائیں ان کا درد ماہنہ ڈبیاوی ہا سا دل کی گُتّھاں ماں سُتی وی خوشیاں تے مستیاں ناھ میرے سامنے ڈیرو چاون کو حکم سناویں۔ ہوں انہاں نال اکھ نیں ملا سکتو، لُہری وی ہوا جھکڑاں کو روپ اختیار کرلیں۔ وچھوڑا کا خوف نال پیلا پتّر ٹپ ٹپ کر کے بے بسی نال سر موندھ چُھڑیں تے مٹّاں کھنو پے جائے۔

نوں بوٹاں تیں پتّر جھڑیں ٹپ ٹپ اس دھرتی ور
جس طرح متھے کا آتھروں اک میلی کُڑتی ور

دھرتی ور پیر رکھوں تے ہائے کی آواز سن کے میرا دل کی رگاں نا چِھکی لگے دریاں کا پانی گھٹ جائیں آواز ماہنہ رُعب کی جا فریاد آجائے خدا زمین تیں ساوو لباس لاہ لے۔ بوٹاں کیں ننگ متگی ڈالیں ٹھنڈی ہوا کا زور نال مندھری ہو ہو کے رب ڈاہڈا کی بے پناہ طاقت کو اعتراف کریں۔

میں مدتاں کا بچھڑیا وا ملتا ڈٹّھا تے ان کی اکّھاں ماہنہ بچھوڑا کی بے دردیاں کی کہانی پڑھیں نالے وصلاں کا سمندر کے کنڈھے نکھڑتاں کی اکّھاں ماہنہ جدائی کا نشتر کا چوبھا کو خوف چھلکتو دیکھیو تے خورے کد تک ساہ کی ڈور مٹّاں حیاتی کا کلّا نال ندھ کے یہ تماشا دستی رہ گی۔''

دل کی سوہل رگاں کو پنجرو آس کو پنچھی تڑفے
کد خبرے گٹھ کُھل جائیں گی یہ ناطا نیں رہسیں

اقبال عظیم کا منتخب کلام

پینڈا کو انجام ہے منزل، منزل کوہ قاف کے اوہلے
چھاڑا لمیرا ہوجائیں گا، درد کی سرحد ٹپتاں ٹپتاں

گھڑی کسے فقیر کی راہ ما کے کھل گئی
ہر نا مُراد راہی بامراد ہو گیو

منصور سولی چڑھیو تے اُستاد ہوگیو
اک سبق جگ ناں حرف حرف یاد ہوگیو

اک دیوانو اک سودائی، خواب بٹیلے دھوڑ پھلورے
کس کا پیر کا چھاپو لوڑے گھلاں مَلیاں دلیاں ماں

ان کی نظر ما چڑھ جاتو
صورت بے بدل ہوجاتی

ہر دربار ما جھولی ڈاہی منگیو دل، داری منگی
مُل سریو کس شے کو سالم، کہڑی چیز اُدھاری منگی

چر تک ہوا ما درد کی سیجل کو بھار تھو
چُپ نال اُٹھ گیو کوئی بانبھل نچوڑ کے

غزل ۱

اپنی اپنی لذت ہے سواد اپنا اپنا ہیں
وصل بھانویں منزل ہے فاصلا بھی رکھنا ہیں

کوئے اگ گلوریں تھا کوئے پکّھو جھولیں تھا
وَیہہ بھی میرا اپنا تھا یہ بھی میرا اپنا ہیں

وہ بھی اک مسافر ہے پُھل قدم چمیں جس کا
ہوں بھی اک مسافر ہوں کنڈا تے بھجنا ہیں

بانپھلاں کی جھالر ماں موتیاں کی تسبیح ہے
وہ کنگال کے جانے جس کا نین سکھنا ہے

اقبال عظیم چوہدری

غزل ۲

آس کی بیلو! بوٹے بوٹے تم پلمتی رہیں گی
دھرتی پر نہیں جھڑسیں ، جد تک نہیں چھنڈ ورا سہسیں

مُک جاؤں گو دُھکھتو دُھکھتو نیلی لکڑی نالوں
مِنّاں ہستو دیکھ کے یاروتم دُکھیا نہیں کہسیں

دل کی سوہل رگاں کو پنجرو، آس کو پنچھی تڑفے
کد خبرے گنڈھ کھل جائیں گی یہ ناطا نہیں رہسیں

غــزل ۳

اج بھی چڑھتا دینہہ نے،میرو حال نہ پُچّھیو گل نہ جانی
کل بھی اُس نے جاتاں جاتاں، ان ڈّھو کر چھوڑیو تھو

نہ جمیو دل، نہ اُس کی ویرانی ما کُجھ فرق پیو
ہوں اُس کا اُچھاڑ نا دوروں بدعیا کرکے مڑیو تھو

سہیڑ لیا غم، درد بٹیلوں کُھلیو بھیت لاعذرا کو
اُس کی خوش رہنی محفل ماہِتن تِل ہاسو تُھڑیو تھو

نِبھنوں بھانویں نّبھی یاری ،اوکھی سوکھی بھوگ لئی
بول اک تیرو سینے میرے، کنڈا نالوں پُڑیو تھو

ایک سوال ضمیر میرا نے پُچّھیو گوشا گوشا ماں
عزّت لائی کس کے پیریں ،کِس کِس اگےّ اُڑیو تھو

اُڑتی تُھڑتی دھارن نالوں ،لارا کھادا زور عظیم
سچ ہے نال حیاتی میرو، جوڑ کوئو جُڑیو تھو

اقبال عظیم چوہدری

غــزل ۴

معجزہ ہے آساں کو پیار کی کرامت ہے
زخم ہُن بھی سجرا ہیں دل اجھاں سلامت ہیں

تو وفا کی ترکھڑی تے ڈھے گیو میرے باندھے
تیرو متّھو میلو مٹّاں کیوں ندامت ہے

منزلاں کا سر ناواں ڈُب گیا اندھیرا ماں
نبض کا تعاقب ما دوڑتی قیامت ہے

ڈور اک ٹُٹ گئی ہوتی ہونی ہوگئی ہوتی
جُراَت بھی اج جذبہ کے سامنے ملامت ہے

سائیں تو سمندر کو، پھوئیں بھی نہیں کیری تیں
غم کی جا نہ پی اتھروں یار یاہ خیانت ہے

چٹکیاں کا چہراں پر چھاڑ اُبھر آئیں گا
غم کو کے بھروسو ہے، دل کی کے ضمانت ہے

اقبال عظیم چوہدری

غـزل ۵

پھانڈا کی زد ما ایکلا رُکھ کی طرح کھلو
ہوں تے کسے درد کی تفسیر ہوگیو

جاگے گو فر اِک سُت نیندرو خیال
دل شام کی اذان کی تکبیر ہو گیو

مٹّی میرا سکون کی ضامن ہے دوستو
توں زندگی کا خواب کی تعبیر ہوگیو

تو ڈھنگ سزا جزا کا تبدیل کر کے دیکھ
غم کو خلوص اے خدا بے پیر ہو گیو

مدھم جیو اک چھاملو بِسری وی یاد کو
راہیاں ما کھِلرتو رہیو زنجیر ہو گیو

اقبال عظیم چوہدری

غــزل ۶

نا سمجھ گاہک بن گیو الزام لے لیو
بولی چڑھا کے مال میں نیلام لے لیو

تاراں نا میری جا نہ لے ہوں مُڑ کے آؤں گو
میں لہتا دینہہ کو آخری پیغام لے لیو

راکھی ہووے گی کچھ تک اس دم کی دوستو
میں شاعری کو مفت ما الزم لے لیو

بھولو جیہو وہ شخص تھو ساراں تے اوپرو
وہ جس نے درد پالیو انعام لے لیو

اِت امن، شرم، درد تے انصاف ہے عظیم
میں سچ کی جیت واسطے الزام لے لیو

اقبال عظیم چوہدری

غــزل ۷

شرد کا جھکڑ گیت ہجر کا گاویں گا
ڈھیتا پتّر سینے کانی لاویں گا

کیوں ان ہونی گل کی فِر تصدیق کروں
نین سمندر ڈوہنگا بھیت چُھپا ویں گا

بستی بستی قِصّہ جس کا کِھلریں گا
بگتا دریا سوہلا اُس کا گاویں گا

یہ خوشبو کا جُھلتا جُھلتا پر چھاواں
آتی جاتی رُت مِنّاں ترساویں گا

درد نَستّا ہوجائیں گا سرگی نا
شام پیَی مُڑ سجرا ہوکے آویں گا

میرا زخماں کا ٹانکا اُدھڑیں گا
پنچھی ڈاروں نکھڑیں گا کرلاویں گا

اتھروں کیروں اکھ دھووں دل صاف رکھوں
ان راہیں مت مُڑ بنجارا آویں گا

اقبال عظیم چوہدری

ماخذات

۱۔ 'ریجھ کوّلیں' مطبوعہ نومبر ۱۹۹۸ عیسوی مصنف اقبال عظیم چودھری

۲۔ 'گوجری کا لعل' کلیات اقبال عظیم چودھری مطبوعہ کلچرل اکیڈمی مطبوعہ دسمبر ۲۰۰۴ عیسوی

نسیم پونچھی کی شاعری اور نثر نگاری

۱۹۴۲ تا ۲۸ جولائی ۲۰۱۵ عیسوی

اپنا نے تیرے نال جو کیو بُرو کیو
کچا گھڑا نا فر تیرے ہتھیں تھما گیا

میں زندگی ناں بیس بیس کے جت جت اڈیکیو
اُت اُت ہوں تاج محل کا نقشہ بنا گیو
نسیم پونچھی

ترجمہ: میں نے جہاں جہاں بیٹھ کر زندگی کا انتظار کیا وہاں وہاں تاج محل کا نقشہ بنایا اور چلا گیا۔

کسے وقت صافا بٹاویں ہوئیں تھا
بٹا وے نظر جے بٹا ہولیں ہولیں
نسیم پونچھ

ترجمہ: کسی وقت لوگ محبت سے صافے یعنی پگڑیاں بدلاتے تھے
تو میرے ساتھ نظر کا تبادلہ کر کہ اسطرح محبت بڑھتی ہے

بشیر الدین نسیم پونچھی کا تعلق گاؤں گورسائی کے کالس خاندان سے ہے۔ ۱۹۶۲ء

میں میٹرک پاس کی مختلف محکموں میں نوکری کی پھر گریجویشن کرنے کے بعد ۱۹۷۹ء میں ریاستی کلچر اکیڈمی کے اڈیٹر ہوئے ۔اور بطور اڈیٹر انسیم پونچھی اور بعد از اں اقبال عظیم نے بہت کام کیا۔نسیم پونچھی اعلے یاپہ کے نثر نگار تھے اور شعر بھی اچھے کہتے تھے ۱۹۸۵ء میں انکا شعری مجموعہ نین سلکھنا شایع ہوا جسمیں اصلاحی نظمیں میں بھی شامل ہیں ۔

اک لاش ہے تھارا موڈا پر
چھندی لا کے لا چھوڑو

میں ۱۹۸۱ کے بعد انجینئرنگ کالج کشمیر یونیوسٹی تھا چوہدری نسیم پونچھی میرے گاوں بلکہ قریبی پڑوسی ہونے کے ناطے مجھ سے ہمدردی کرتے تھے ایک بار میں نے اُن کی نظم ’چھندی‘ کے متعلق پوچھا کہ ’’چھنڈی‘‘ کے بجائے ’’چھندی‘‘ کیوں لکھا گیا ہے کہنے لگے یہ صوتی اعتبار سے اچھا معلوم ہوتا ہے ہمارے یہاں بچہ روتا ہے تو کہتے ’’ریاڑ کرے لگو‘‘،لیکن یہی لفظ مخلص کے یہاں ریر الکھا گیا ایسے ہی ہمارے گوجری کے سب لہجوں میں لفظ رینج ہی لکھا اور بولا جا تا لیکن اقبال عظیم نے اپنی پہلی کتاب کا نام ریج کولّی رکھا ایسا تفاوت علاقائی لہجوں کی وجہ سے بھی رونما ہوتا ہے اگر چہ میں طالب علمی کے دور میں تھا لیکن میں نے یہ سوال ضرور کئے تھے گوجری کے الفاظ دیہاتی لہجے جو کہ ان کی اصلی صورت میں ہی بولنے اور لکھنے اچھے لگتے ہیں جان بوجھ ان کی تجدید کاری و نو گری modernity شاید طبیعتوں پر گراں گزرتی ہے بہر حال یہ حضرات گوجری کے بنیاد گزاروں میں سے ہیں اور واجب الاحترام ہیں ۔

سروری کسانہ کے بعد اکیڈمی آف آرٹ اینڈ کلچر جموں وکشمیر کے پہلے با قاعدہ اڈیٹر تھے غزلوں نظموں کے علاوہ انشائے بھی لکھے ان کے انشائیے مثلاً داتی سوئی منجھی وغیرہ لاجواب ہیں گاہ گاہ شعر بھی کہتے تھے ۔

ان کے گیت اور غزلیں گائی بھی گئی بھی ہیں ۔

اس نگر ماتھ ساری دولت بِک گئی تیری نسیم
گیت تیرے واسطے لکھیا گیا بھی تُل گیا

اپنا نے تیرے نال جو کٹیو برو کیو
کچّا گھڑا نا فِر تیریں ہتّھیں تھما گیا

نسیم پونچھی کی بعض غزلیں اور نظمیں کہی جو فنی اسقام اور معائب سے مملو ہیں ان کے انشائیہ سوٹّ منجھی، داتی، سیگریٹ وغیرہ یادگار ہیں اور جو معیار وضع کیا ہے گوجری ادیبوں کو اس سے آگے بڑھنے کی ضرورت ہے۔ البتہ غزلیات میں تغزل و تخیل بلند ضرور ہے غالباً کتابت کے لاپرواہی کی وجہ سے 'نین سلکھنا' میں شامل غزلیات کے بعض اشعار میں الفاظ اِدھر سے اُدھر ہو گئے ہیں۔ ایسی ہی کچھ غزلیں درست املا کے ساتھ پیش کی گئی ہیں کیونکہ ہم نسیم پونچھی کی شاعری کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ نسیم پونچھی اور اقبال عظیم نے گوجری ادب کی بنیاد ڈالی ہے اور نظم، نثر اور غزل میں انہوں نے اپنے جوہر دکھائے ہیں۔

چلی ہے کتے تیں ہوا ہولیں ہولیں
تو دنداں ما چھپری دبا ہولیں ہولیں

میں زندگی ناں بیس بیس کے جت جت اڈیکیو
اُت اُت ہوں تاج محل کا نقشہ بنا گیو
نسیم پونچھی

ترجمہ: میں نے جہاں جہاں بیٹھ کر زندگی کا انتظار کیا وہاں وہاں تاج محل کا نقشہ بنایا اور چلا گیا۔

کسے وقت صافا بٹاویں ہوئیں تھا
بٹا وے نظر جے بٹا ہولیں ہولیں
نسیم پونچھی

ترجمہ: کسی وقت لوگ محبت سے صافے یعنی پگڑیاں بدلاتے تھے۔ تو میرے ساتھ نظر کا تبادلہ کرکہ اسطرح محبت بڑھتی ہے۔ ۱۹۶۲ء میں میٹرک پاس کی پھر گریجویشن کے بعد مختلف محکموں میں نوکری کی آخر ۱۹۷۹ء میں گوجری کے اڈیٹر تعینات ہوئے اور بطور اڈیٹر انسیم پونچھی اور بعد ازاں اقبال عظیم نے بہت بڑا کام کیا اور یہ دونوں گوجری ادب کے معمار ہیں۔

اک لاش ہے تھارا مونڈا پر
چھندی لا کے لاہ چھوڑو

نسیم پونچھی کے شعری مجموعہ نین سلکھنا سے منتخب اشعار:

ہوں زندگی نے بیس بیس کے جت اُڈیکیو
اُت اُت ہوں تاج محل کا نقشہ بنا گیو آں

جت کوئے ہس گیو، بیس جاتا رہیا
کوڑا ہاساں ما سب کُجھ چھپاتا رہیا

تیرا خیال جوڑیا تھا پوہریاں کے نال
بے ترسیاں کا گونجتا چھکھڑ کھنڈا گیا

آکے بہار باغ تے آپے چلی گئی
جوبن کا رنگ سارا نستّا اُداس ہیں

غزل ۱

اک درد نے ہسایو،
اک یاد نے روایو
تیرو پیار ڈاہڈو سُچّو،
مُڑ مُڑ کے یاد آیو
تیرو ہر سنیہو آکے،
ہر پُھل نے سنایو،
تیرو انگ انگ اڑیا،
بچ لالئیے نہایو
یُہہ بُہتان دُنیا پےؔ،
کد شہر تیرے آیو
ہر شام ہستی آئَ،
بس گیت تیرو گایو
دسیئے قصور میرو،
کیوں داغ سینے لایو

نسیم پونچھی

غــزل ۲

نستین ساعت پلَچ پلَچ کے، سالم شیشہ توڑ گئیں
بھجّا ٹُٹّا ریزا میرے ،بستے بیہڑے چھوڑ گئیں

دھرتی کا سینہ مالتّھا جھڑا، پُھل خزاں کا ڈھے کے
آئیں بہاراں کی پھل کھیلیں کُھمبو کُھمبو لوڑ گئیں

محل زمیں ما بنیا کس جا،کوئے تے بولو ہے کوئے بھا کھو
بن کے پُھل بنن تے پہلاں ڈوڈیں جھڑیں اوہڑ گئیں

صبح سویلے سُچّاں سجراں،خیالاں کی سیجاں پر
جا گئیں یاد میری اکّھاں ماھ،سارا درد نچوڑ گئیں

ساہ کو کے بساہ ہے شیموں،اِن گھڑیاں نا سینے لا
کساں کساں لوکاں نالوں ،ڈُنگا ناطا توڑ گئیں

نسیم پونچھی

غــزل ۳

ہوں بھل گیو آں آپے تنّاں بُھلا بُھلا کے
دینہہ لہہ گیو اے آپے تنّا بلابلا کے

جانی تیریں امانت یہ بَھجّیں ٹُٹّیں پھیکر
رکھی ہیں دنیا کولوں اج تک بچا بچا کے

اپنا تے پیارا رکھیا، سینہ کا سارا پُھل میں
تیں ساڑیا ہیں ڈاہڈا ، دوروں بگا بگا کے

دُنیا نا میں نیں دِتا اکّھاں کا یہ خزاناں
کِتنا نے آکے منگیا، مِنّا ہسا ہسا کے

تھاریں وفا نسیم نے سینے لئی بسا ہیں
وعداں کی ساعتاں ما رکھیں بُجھا بُجھا کے
نسیم پونچھی

غـــزل ۴

(صوتی و آزاد قوافی)

نوں نوں تم دور میرا تیں جاتا رہیا
میرا ہوٹھاں تے پیا گیت اُمتا رہیا
تھاری یاداں کا انگار دُکھتا رہیا،
میرا زخماں نا اُڈ اُڈ کے چُمتا رہیا

اس زمانہ نے کے نیں عنایت کیو
کھڑو احسان ہے جھڑو ہُن رہ گیو
بے بساں کی جوانی کو جے روپ وے
ایکلا کھڑیں شہریں وِہ رُلتا رہیا

تم جے ہسیا تے ہس کے چلے ای گیا
اج توڑی ہوں یَہ ای گل رہیو سوچتو
تھارا ہاساں نے کے کے تھیں دِتّیں دعا
چن رہیو سوچتو تارا تکتا رہیا

میرا گیتاں تے پُچھتا تے سارا رہیا
تم میری شاعری کا تے میرا تھا کے
وِہ جُدائی خدائی کی تانی نا فِر
آپے گنڈھتا رہیا آپے بُنتا رہیا

اوہڑتی شرد کی رُت نا پچُھتو رہیو
مِیری اَکھاں ما اوڑک یُہ کے بس گیو
بھل کے کوئے بھی ان تے جے نیں تکتو
کہڑے نگریں میرا خواب بُھلتا رہیا

جد کدے تھک گیو تے کتے کَھل گیو
ان بہاراں نے میرا تے جُھنڈ کڈھ لئیں
کیاں وعداں کی اج وی قسم دے لیو
ہستیں پُھلّیں میرا آتھروں تُلتا رہیا

میرا دُشمن نے اج تک ہوں نیں چھوڑیو
تناّں بھلن کا رستاں تے ہوں بھل گیو
جاؤں دُشمن کے صدقے میرا آتھروں
اُس کی اکھاں تے جھولی ما کِرتا رہیا

کس طرح کہہ دیوں اس زمانہ نا دَسْ
تیرا ہتّھاں ما کےتے ہوں کے بن گیو
اِنہاں راتاں کو بخت ہوں کیوں بن گیو
تارا ہنگلا گیا نین سِکتا رہیا

نسیم پونچھی

غــزل ۵

اوپری محفلیں ایکلو رِہ گیو
جا خدا کے حوالے کوئے کہہ گیو

اتنی دُنیا ما کوئے سیانے سہی
کس اُچائیٔ تے بیلہ ما ہوں ڈھ گیو

کس کی راہیاں نا کھل کھل رہیو دیکھتو
ہائے ٹُٹّو اے تاروتے چن لہہ گیو

جو بھی دِتّو اے زندگی نے میں لے لیو
ہستاں ہستاں ہر اک ہوں زخم سہہ گیو

اس نگر تے نسیمو جے تنگ آگیو
بدعیا*منگ لے دیکھ دیہنہ لِہہ گیو

نسیم پونچھی

بدعیا (بدعِیاَ) یعنی الوداعی اجازت

غزل ۶

دیئو بل پیو ہے غم کھاتا کھاتاں
بلَئے گو بجَھے گو صبح آتاں آتاں

سفر کا اندھیرا یہ اکّھاں کا موتی
زمانو نہ تھَکّے کدے چاتاں چاتاں

مِرا دل کو شیشو کِدے بھَج نہ جائے
کسے کیئے یادے تیرے آتاں جاتاں

میراں موہنڈاں اُپّر مِرو بھار آپنو
مِرو ذہن بھی تھک گیو ساہتاں ساہتاں

مِرا زخم ڈنگا تے کھیچل کسے کی
کتیں وار ڈکھیا نہ انگ آتاں آتاں

نسیم پونچھی

غــزل

دیکھوں آں تِنّا آپ ہوں شیشاں نا جوڑ کے
ساعت مَسَاں گذر گیَیں محلاں نا توڑ کے

وِہ مستیاں کا جام ڈِٹھا کد تے کس گھڑی
آیو آں سارا شہر ما ہوں اُن نا لوڑ کے

ایکن ای ٹھوک نال یہ ٹُٹّو اے کچ کو جام
اِسّے ما پی لیو آں ہوں منہ انگا موڑ کے

ساریں اداسیں لبھ گیَیں ٹُٹّا وا جام تے
اِتّے کِدے گیا ہیں وِہ قضیا ما چھوڑ کے

اتنو سفر نسیم تیں کیتو ہے کس طرح
خبرے تو لوڑ منزل آیو ہے دوڑ کے

نسیم پونچھی

غزل ۸

دنیا ما واردات اِسی کائے نہ ہوے
اسمان اپنا سر اُپر اِت ڈھائے نہ ہوے

کس نا ہوں دسّوں زخم اج اس کی عنائتاں کو
بنجلی بجائے لگّے کدے گائے نہ ہوے

مِٹّھیاں جئی لذّتاں کے بچ آپے خموش آں
پہلی نظر کو تیر وی یارو کھئے نہ ہوے

اُس بے رخی نے زخم ما بھریو ہے درد اِسو
سینہ ما تیر زہر کدے کھائے نہ ہوے

ایکن گھڑی کو درد یُہ بھارو کیوں نسیم
زِندگی کا سارا درد بھی نوں چائے نہ ہوے

نسیم پونچھی

غزل ۹

دُنیا نے ہر قدم اُپر ہوں ہاڑیو تے کیوں
یاراں نے سینے لاکے ہوں ساڑیو تے کیوں

لکّھاں تھا شہر نالے کئی کارخانہ بھی
میرو ہی شہر آخر او جاڑیو تے کیوں

سولی کا تختہ اُپَر ہوئی ہیں آزماش
تلوار کلیئیں نوکیں ہوں چاڑیو تے کیوں

اِس بخ نا کے ہووَ جے یَہ محلاں نا چھوڑ آئیٔ
جُھپڑی میری ناں آن کے نُوں تاڑیو تے کیوں

تیری وفاں کے صدقے نسیم، سدے تِناں اے
وُہ اس چمن تے کڈھ کے تیں او جاڑیو تے کیوں
نسیم پونچھی

غزل ۱۰

زندگی گیت اے گیتاں نا پئی گائے گی
زندگی چانی آپے ہی لبھ جائے گی

اک خیال اے حُسن اک لڑی کی مثال
آپے ہی ٹُٹّے گی آپے کھنڈ جائے گی

اُس کی محفل ما ایک ای دعا منگی تھی
کے خبر تھی یہ نکلے گی تے پچھتائے گی

جُھلتی اوڈنی تھی جُھلنو تھو وہ جُھل گئی
زندگی اک خیال اے خیالاں نا جُھلاّئے گی

نسیم پونچھی

غــزل ۱۱

قافلاں جاتاں کی دھوڑا ما کٹورا ڈُھل گیا
فاصلاں کی دُھند ما ہتا وا دوئے بھل گیا

کتنیاں چوڑا ماتھ سُچّا ہار تھا بُدھیا رہیا
منزلاں کی کھیسریں ہائے وِہ سارا کُھل گیا

نوں چُبھے خوشبو کے بیچ نہائی وی یہ ٹھنڈی ہوا
ہستیاں بہاراں کا پھل سینا میرا ما پھل گیا

ہائے یہ جھکّھڑ، یہ تتّی ریت نہ بستی نہ باس
دور اج یاراں کی بستی تے جھولا جُھل گیا

اس نگر ما ساری دولت بِک گئی تیری نسیم
گیت تیرے واسطے لکھیا تھا وِہ بھی تُل گیا
نسیم پونچھی

غزل ۱۲

نیناں تے نین تم نے اج موڑیا نہ ہوتا
پہلاں ہی ظالمیں وِہ کدے جوڑیا نہ ہوتا

اج ٹُٹ گیا ایں آپے وِہ زخماں کا تروپا
تم نے یہ اُس گھڑی بھی ہا لوڑیا نہ ہوتا

اج دیکھ لیتو آپے گذری وی زندگی نا
تم نے کدے وِہ شیشہ نُوں توڑیا نہ ہوتا

ہوں کِس طرح خِزاں نا سینا کے نال لاتو
رہ ما یہ چیجتا پتّر چھوڑیا نہ ہوتا

اج بھی نسیم ہس کے ڈُبتو تے آپے ترتو
اتھروں تیری جدائی ما نچوڑیا نہ ہوتا

نسیم پونچھی

غزل ۱۳

ہوں اپنا اختیار نا برتا کے رہ گیو
ترساتیاں اکھاں نا ہوں ترسا کے رہ گیو

کرتاں سُداگری کدے محبتاں کی ہوں
کنڈاں نا بھی ما تلوا کے رہ گیو

کُھمبا تے اُن کے گُزر کے ہوں آیو شام نا
اَکھاں نا اپنی رات ہوں ڈہلوا کے رِہ گیو

جد بھی سوال پھر گیو نینا کی ڈوریں
نظراں کے نال نظر ہوں بھڑا کے رہ گیو

کس کا نسیم نین ہوں سمجھوں آں میکدو
ہوٹھا کے نیڑے جام نا انوا کے رہ گیو

نسیم پونچھی

غزل ۱۴

ہوں کگھ ہی چُنتو چُنتو کدے دور آ گیو آں
اکّھاں کیں خواب ساریں خبر اے گنوا گیو آں

ہوں زندگی نے بیں کے جت جت اُڈیکیو
اُت اُت ہوں تاج محل کا نقشہ بنا گیو آں

اِس دل کو درد جد وی کنڈاں نے پُچھیو اے
سپنا کا بیہڑا کھول کے سب کُجھ سنا گیو آں

اج توڑی محل پیارکا جتنا بنایا میں
چُپ ہوکے یاد کرکے وِہ سارا ہی ڈھا گیو آں

جس بھی اُجاڑ ما میں بجائی ہے بانسری
ہوں گیت را گیو آں ہوں بستی بسا گیو آں

نسیم پونچھی

غــزل ۱۵

یَہ شام آئی کوئے آیو بُھلتو بُھلتو
ڈوڈی کو رنگ ہسیو جوبن ما پھُلتو پھُلتو

ہن بھانویں لگّیں ٹھوکر لگتو نیں درد کوئے
یُہ بن گیو ہے بٹّو قدماں ما رُلتو رُلتو

یا اوس بھرگئی ہے ڈوڈی کو یو پیالو
اٹّھے گو ہتھ ای اوڑک تھمّے گو تھمتو

''اس باغ ما نسیم آوے کوئے کھہڑے پاسوں''
یُہ در تے کُھلّے گو پر کُھلّے گو پر کُھلّے گو کُھلتو کُھلتو

کوئے پتو نیں چلتو مِنّاں کے ہوگیو ہے
اِس رات نے ہی چٹیو یُہ رنگ جُھلتو جُھلتو
نسیم پونچھی

غزل ۱۶

بسا گیا ہیں سویرا وِہ مِیری باہاں ما
کھُلا گیا ہیں مخانہ وِہ میری راہاں ما

وفا کو حال ہے کے یُہ انہاں کی محفل ما
کوئے دِسے مُسَافر جس طرح پرایاں ما

ترا پیار تے تیری وفا کے ہوں صدقے
کہ اج بھی جین کو حق درد کی ہے چھایاں ما

بُھلا گیا ہیں وِہ شہری نسیم کو ناں وی
پُھلّا گلاب ہیں اج اُن کے ناں گرانواں ما

بڑی اداس ہے یَہ رُت بڑو اُداس آں ہو
یَہ ہی سُغات ملی ہے تیری وفایاں ماں

نسیم پونچھی

غزل ۱۷

تیرا خیال کیوں میرو پیالو ٹھکا گیا
ہستا وی لمحہ نیں ما گھمنا ما آگیا

انّکھاں کے نال شام نے کے گوشا کر لیا
بلیا ہیں دو دِیَا تے میرو دل بُجھا گیا

تیرا خیال جوڑیا تھا پوہریاں کے نال
بے ترسیاں کا گونجتا چھکھڑ کھنڈا گیا

پُھلّاں کا جُھلتا سوہجھ نا روکوں تے کس طرح
لمیاں اڈیکاں واسطے وِہ کِت کھلا گیا

لج پالنی تے تھی پیَ لے کے وفا کو ناں
رستاں کے ناں وِہ زندگی میری لکھا گیا

اپنا نے تیرے نال جو کیئو بُرو کیو
کچّا گھڑا نا فِر تیریں ہتھیں تھما گیا

اِس حال ما جیے تے کوئے کس طرح ندیم
سینہ ما جیتی حسرتاں نا جے بسا گیا
نسیم پونچھی

غزل ۱۸

اک اکّھاں ما درد خزانو، سینے سیک وفاں کو
ٹپّو ٹپّو نِتھرے لہو کو، اک ٹھنڈیار غماں کو

چھڑک تڑف کے ہر اک پاسے، کُجھ نہ مِنّا تھائیو
مٹّھو گیت لباں پر اُمیو،سجناں دور گیاں کو

تنّھا درد فراق میں یارو ہر ایکن تے منگیا
چہرو دیکھوں ہستو ہستو ، آتا سال سواں کو

آوے ایک گلوٹ جو مِنّاں،خیال ہوا ما تڑفیں
کون سُناوے آن سنہو پُنواں راہ پیاں کو
نسیم پونچھی

غزل ۱۹

بیہڑا تیں جد چانن ڈھلیو
ڈھاری ما تدھ دیو بلیو

ہائے وہ بندو کتّوں کِریو
مُڑ کسے رستے نہ رلیو

آیو جس پر کدے بھلاوو
اس نے ٹھٹّھا کر کر چھلیو

سوچ کے پنجو دیّئے بندیا
اس نگری کوئے پَل نہیں کھلیو

سنگی اک نسیم ہووے تھو
کیہڑے نگریں کِت جا گلیو

نسیم پونچھی

نمونہ انشا پردازی

'داتی' انشائیہ از نسیم پونچھی تجزیہ

''داتی''، وہی ہتھیار ہووے نا، جس گو خیال آتا ہی کھبّو ہتھ پھرکن لگ پوئے خبرے اس واسطے کہ کدے داتی ہتھ ورنہ چڑھ جائے تے کسے انگلی ناںوں سمیت دندی وروں بُناں لہہ جائے پھر روس امریکو انگلستان تے چین سر کانہہ نال کھرکیں گا بچوں بچوں کھرک لگ ہی جائے۔ جی ہاں داتی لکڑی تے لوہا کو بنیو وو ہتھیار ہووے۔۔۔ کدے گجر ہون کو جعلی سرٹیفکیٹ بنان تے بنوان آلاں نا شرم نہیں آتی تاں داتی کی بناوٹ تے اس کا بکھرا بکھرا حصاں کا ناں لیتاں مناں کیوں شرم آوے گی۔ اج وی میرا کھبّا ہتھ کی چیچنگلی پر داتی کو بوسو موجود ہے، اس کا ترے حصہ ہی ہوویں۔

۱۔ ''دستو''، جس ناں پنجو وی کہیو جائے۔

۲۔ ''گھنڈی'' کسے نے فرمایو کہ اُن در گھنڈی ناچ وی کہیو جائے پر مہارے در گچّی گھوٹنو محاورو بولیو جائے۔

۳۔ ''پھل''، اس ناں پتّر وی کہیو جائے۔۔۔۔۔ داتی کو دستو لکڑی کو ہی ہووے میرا بڑا بڑا کناں ناں چپّا لگ جائیں کدے میں سنیو ہووے کہ داتی کا دستا لوہا کا وی بنیا وی ہویں۔۔۔۔۔۔۔۔ میں جی اپّر کلاچ مارتاں کہیو ہے پھل تے پہیڑ ا داتی کا اگلا حصّہ کو ناں ہے اس حصہ ماں دندا ہی دندا ہوویں جن کو منہ دستہ در ہووے پھل کی کئی شکل ہوویں کُنڈ و پھل گھٹ کُنڈ و پھل تے گول پھل وغیرہ پھل تے اُن کو چفرڑ یت علاقہ تے جغرافیائی حالات کے مطابق ہویں۔

اسے طرح ''پھل'' کی لمبئیت تے موٹیت ہر علاقہ ماںھ کئی کئی لبھے تائیں میر وںگی کس ویلے لوکاں ناں کلاچ مارتا دیکھے تے کہہ کلاچ بکی مارو یا بڑی، پر اپنی اپنی

کلاچاں کی لمبائی برو برر کھن کی کوشش کرو داتی ہوئے یا ٹُنڈ منڈھ ہی دھرنو ۔۔۔ گھاہ بھانویں کپو گھٹ مگر بتراڑنو نہیں میرا بھائی یوہ وسب بے عزتی کو باث ہوئے۔ کدی بنگی کلاچ مارن کی عادت ہے تاں ہر کلاچ نگی پی ماروتا کہ کناں ماہنہ انگلس نہ ٹھوکنی پوئے۔

جت تک داتی کا قبیلہ کا سوال ہے خاندانی منصوبہ بندی آلا ں نااس (داتی) کے گھر کے باندھے کیمپ لان کی لوڑ نہیں ہاں تے اس قبیلیہ کی گل ہو رہی ہے اک تے آپے ہے دو جوٹنڈ ہے تے تیجی بنگی جئی بہوا ہے جس کو اسم شریف دندہوائی یا ہوائی ہے اسکا وی نکا نکا زہری دند ہوئیں۔

یا کسی اچا خاندان کی (شریف زادی ہے) تاں ہی صافہ یا چنتاں ماہنہ (ستر کی حالت) ماہنہ بیسے ۔۔۔۔ جد کہ ٹنڈ ہتھ ماں داتی ناں گلماں ماہنہ کنڈ ورٹنگ چھوڑیں ۔۔۔۔ یا سطرنجاں وررکھ چھوڑیں‘‘ اقتباسات:

یہ نسیم پونچھی نے اس چھوٹے سے انشائیہ میں ’’داتی‘‘، یعنی ’’درانتی‘‘ کا بیان کرتے ہوئے گوجری سماج اور حالات کی بھرپور عکاسی کی ہے۔ انشائیہ کا مطلب ہی یہی ہے کہ بات کو گھوما پھرا کر مختلف باتیں کئے جائیں۔ نسیم پونچھی نے اس انشائیہ کو جس انداز میں لکھا ہے وہ نہایت ہی دلچسپ ہونے کے ساتھ ساتھ قاری کو محظوظ بھی کرتا ہے۔ نسیم پونچھی گوجری انشائیہ کے امام ہے۔

ماخذات

۱۔ نین سلکھنا شعری مجموعہ مطبوعہ ۱۹۸۵ عیسوی

۲۔ ’داتی‘ انشائیہ ماخوذ از شیرازہ

بابو نور محمد نور کی مزاحیہ گوجری شاعری

۲۷ مئی ۱۹۴۲تا عیسوی

بابو نور محمد نور کا تعلق چکتر و پونچھ سے ہے آجکل چنڈک میں مقیم ہے گوجری طنز و مزاح خوب لکھتے ہیں ان کی مزاحیہ عوامی حلقوں میں گشت کرتی رہتی ہے پہلے پہل ریڈیو سے بھی نشر ہوتی تھیں لاڈلو پوت، دو بیا، شیر تے کتو وغیرہ مشہور ہیں "بدلتو دور" انکا شعر مجموعہ ہے۔

جاں میں اپنی سُرت سمہالی،
جوبن حسن ،جوانی پالی
باپ نے دِتّو گھر بسا،
کوئی نہ کریو دو بیاہ
سوہنی صورت سیرت آلی
متھا اُپر چمکے لالی
دتی مناں بوہٹی لیا
کوئی نہ کریو دو بیاہ۔۔۔

دماغ میرا ما آیو فتور
ہور رکھی اک دیسی حور

رہیو ہوش حواس بُھلا
کوئے نہ کریو دو بیاہ۔۔۔

چُلّہا بنیا گھر ما دو
بل پئی دو پاسے لو
رہئیو نہ کُجھ شرم حیا
کوئے نہ کریو دو بیاہ۔۔۔

دو پاساں کو ہوں مہمان
دیکھو میری کتنی شان
منجھی راہ ما دِتی ڈاہ
کوئے نہ کریو دو بیاہ۔۔۔

اک کولوں میں منگیو پانی
دوجی اندر گئی نمانی
دِتو اُس نے زہر گُھلا
کوئے نہ کریو دو بیاہ۔۔۔
اک ڈیرا کا بچّہ چار
دو پڑھیں دو رہیں بیمار
تھک گیو ہوں دوا لیا

کوئے نہ کریو دو بیاہ۔۔۔

چار دوجی کا ہویا اٹھ
سون نہیں دیتا رات چوپٹ
تھپکی دے دے دیوں سلا
کوئے نہ کریو دو بیاہ۔۔۔

ہوتا دو سکول چلاتو
ایم اے پی ایچ ڈی کراتو
اُٹھاں نا کد سکوں پڑھا
کوئے نہ کریو دو بیاہ۔۔۔

تجزیہ

یہ نظم گوجری معاشرے کی بھرپور عکاسی کرتی ہے پہلے تو ہمارے لوگوں کو روزگار نہیں ملتی اگر مل جائے تو پہلی فرصت میں دوسری شادی کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ انکا گھر ایسی سیز فائر لائن cease fire line بن جاتا ہے جہاں گولی بند ہونے کے بجائے رات دن جھڑپیں ہوتی رہتی ہیں مذہبی رخصت سے قطع نظر دو شادیاں سماجی برائی بن چکی ہے نظم کا بنیادی مقصد فیملی پلاننگ یعنی خاندانی منصوبہ بندی ترغیب دینا ہے جسکے ثمرات کسی سے پوشیدہ نہیں۔ تحدید نسل اور خاندانی منصوبہ بندی اس دور کے اہم مسائل ہیں ہمارے شاعر نے عام اور سیدھی سادھی باتوں میں عقل سلیم کی روشنی پھیلائی ہے۔

اے مسلماں! اپنے دل سے پُوچھ، مُلّا سے نہ پوچھ
ہوگیا اللہ کے بندوں سے کیوں خالی حرم
اقبال

بڑی بات یہ ہے کہ نور محمد نور کا لہجہ عام بول چال کا ہے اردو میں کئی شعرا نے اسی موضوع پر مزاحیہ نظمیں لکھی ہیں نشتر امروہی کثرت اولاد سے تنگ آ کر اپنے بچے سے کہتے ہیں تو اب یہاں مت آ اتنی بھی جلدی کیا ہے یعنی ماں کے شکم میں ہی رہ۔ یہ ایک زبردست استعارہ ہے کیونکہ زمیں پر اتنی جگہ نہیں کہ بچے پر بچہ پیدا کرتے جائیں ۔گوجری میں فی الحال اردو جیسی شاعری نہ ہوسکی ہے لیکن جو ہوئی ہے اس نوعمر زبان کی عمر کے مطابق غنیمت ہے

مشہور نظم سے کچھ اشعار:

کثرت اولاد سے ہم اس قدر بیزار ہیں
اب تو بیگم سے الگ رہنے کو بھی تیار ہیں

اپنی بیگم پر ہوئے شام و سحر ہم یوں نثار
پوسٹروں کی شکل میں رسی پہ لٹکا ہے وہ پیار

جس طرف بھی دیکھیے اولاد ہی اولاد ہے
خانہ آبادی کے بعد اب خانۂ برباد ہے

اس دفعہ پھر جب ولادت کا ہوا تھا سلسلہ
آ گئے آنکھوں میں آنسو میں نے رو کر یوں کہا

میرے گھر میں تو بہت پہلے ہی سے بھر مار ہے
اور ''تو''دنیا میں آنے کے لیے تیار ہے

ٹال دے اپنی ولادت اور کچھ دن کے لئے
تو نے ہم سے کون سے بدلے یہ گن گن کے لئے

نشتر امروہی

بابونورمحمدنورنے ہنسی ومذاق میں کئی پتے کی باتیں کر دی ہیں بابونورمحمدنورنے کئی مزاحیہ دوگانے لکھے ہیں جن میں مرد اور عورت، لڑکے اور لڑکی یا پھر بیوی اور خاوند کے درمیان وغیرہ نزاعی حالات و واقعات اور ان کے اپنے اپنے مختلف موقفوں کو پیش کیا۔جن میں دوگانو (ٹی وی) دوگانو (اولاد) دوگانونشو (نشّو) دوگانو (بیاہ) دوگانو (میٹا ڈور) دوگانو (مچھر دانی) دوگانو (پڑھائی قاعدو تختی) دوگانو (باپ تے لڑکو) دوگانو (ماسٹر تے لڑکو) دوگانو نکی عمر کو بیاہ، دوگانو (پڑھائی) بالو ماہئیا وغیرہ کے علاوہ نظمیں موٹھی دال، ہوں جے نمبر دار ہوتو، مزدور تے ہالی، لوفر بچّو، نکّی عمر کو بیاہ، شرابی، نسوار، رنڈا کو بیاہ، کنوارا کو بیاہ، طالب کو بیاہ، ٹی وی، سسو تے بہو کو جھگڑو، کہٹ اولاد اور دو پہائی وغیرہ عوامی حلقوں میں مشہور ہیں۔

''دو پہائی''ایسی نظم ہے جو گوجری سماج کی برائیاں مثلاً مقدمہ بازی،''سوٹی ماری'' چوہدارا ہٹ یانمبر داری نظام کی مذمت کی ہے ایسا کرنا کسی واعظ کے بس کی بات نہ تھی یہ سچ ہے کورٹ کچہریوں اور تھانوں کے مذموم کاروائیوں میں لڑاکو اور جذباتی گوجروں کا عمل دخل رہتا ہے۔

سیدھے سادھے انداز میں لکھی گئی یہ ایک کامیاب نظم ہے جس میں گاؤں کی زندگی اور گوجروں کے حالات کی بھرپور عکّاسی کی گئی ہے۔

دو پہائی نظم:

علیو ولیو تھا دو پہائی
وے تھی دونہاں مانہہ روز لڑائی
چھگڑو تھو ایک بٹّاں کو
سارو قصور تھو رنّاں کو
ایک دن علیو جد کہر آیو
کہر آلی نے خوب تپایو
اج کپّوں تھی ہوں ہتھوائی
رتّی مہیس تھی بیّے لائی
بھرجائی تیری نے مِنّاں دیکھ
اج بنایو ڈاہڈو پیکھ
مِنّاں دیکھ وا کہروں دوڑی
میری گردن آن مروڑی
مہیس کا گِٹّا کیا لال
میرو جینو ہویو محال
میری اِت ہُن نیہہ کھلیر
میرو دشمن تیرو بیر
تیری پہر جائی بڑی مکّار

میرے واسطے روج کی مار
چارو حیلو بہلو کر
نہیں تے اندر بڑ کے مر

ترجمہ:

’’علیا ولیا دو بھائی تھا ان کی لڑائی ایک کھیت کے بنّے پر تھی ایک جب علیا گھر آیا تو اس کی بیوی نے کہا کہ آج تیری بھر جائی نے مجھے مارا ہے اور ہمارے بھینس کے ٹخنے بھی خوب سینکے ہیں اور میرا دشمن صرف تیرا بھائی ہے تیری بھر جائی ہر روز مجھے پیٹتی ہے اس کی چارہ جوئی کرو ورنہ جا گھر کے اندر بیٹھا بیٹھا ہی مر جا‘‘

بیوی کے اُکسانے اور غُصّہ دلانے پر علیے کی نام نہاد سوئی ہوئی غیرت جاگ گئی اس نے نمبر دار سے رجوع کیا نمبر دار نے کہا ’’یہ تمہاری لڑائی ہر روز لگی رہتی ہے تمہاری صلح کرانا میرے بس کی بات نہیں‘‘

مزید نمبر دار نے ولیے کو اشتعال دیا: ’’تھانے جاؤ‘‘ لہذا علیے نے خرچہ کر کے اپنے سگّے بھائی ولیا کے خلاف پرچہ کٹوایا اور اُسے پولیس سے مروایا بھی آخر کیس کا چالان ہو گیا اور مزید دو سو روپے دیکر ایک قابل وکیل بھی کر لیا اور بے گناہ بھائی کو جیل میں بھروا دیا ۔

یہاں نمبر دار کی منافقت ظاہر ہے :

بولیو نمبر دار سیانو
جھگڑو تھارو بڑو پرانو
تم نے نیڑے ٹُھکنو نہیں
مہارے کولوں مُکنوں نہیں

بہلو بہلو تھانے جا وَ
پرچو جاکے چاک کراوَ
بلّیا نے ہیں سینگٹیں کڈّیں
خوب تڑواوَ اس کی ہڈّیں
نمبردار گراں کو راجو
اُس ناہہ دِسّے سِدّو سادو
پیسہ جتنا لگیں لاوَ
اس کی آکڑ دور کراوَ
علیا نا گل لگّی چنگی
چھٹ کرائی پہائی کی کنگی

بابو نور محمد نور

ماخذات

بدلتو دور شعری مجموعہ، مطبوعہ ۲۰۰۴ عیسوی مصنف بابو نور محمد نور

پروفیسر محمد رفیق بھٹی کی گوجری شاعری

۱۹۴۳تا عیسوی

گٹّے گٹّے پانی تھو جد اس دریا ما ڈبّیو تھو
چڑھتی کانگ ما کھلو کھلو ہوں ،کتنی واری پار گیو

ترجمہ

میرے تو ٹخنے ٹخنے تک پانی پہنچا تھا یعنی یہ دریا بہت پایاب تھا میں نے طغیانیوں میں کھڑے کھڑے یہ دریا پار کیا ہے۔

یعنی طغیانیوں میں بھی تیرنے کی نوبت نہیں آئی میں نے کھڑے کھڑے یہ دریا پار کرلیا ہے ۔کسقدر بلند شعر ہے گوجری میں یہ تین چار بڑے اشعار کے انتخاب میں داخل کرنے کے لائق ہے ایسا کوئی شعر مخلص وجدانی اقبال عظیم یا اسرائیل اثر کے یہاں مل سکتا ہے۔

یہاں تشریح کرتے ہوئے اصل قلم اپنی برق پائی بھول جاتا ہے اور دُلکی چال چلنے لگتا ہے ۔میں کیا کہوں

ع ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہیے

شعر ہونی آخر ہوجائے اِت، سوچ کو چارو چلتو نہیں
رات دھیاڑی ہوں کیوں سنگی ،سوچ کی سولی چڑھتو رہوں

ترجمہ

جو ہونی ہے وہ ہو کر رہتی ہے یہاں سوچ کا کچھ چارہ نہیں چلتا
اگر ایسا ہے تو پھر میں کیوں رات دن فکر کی صلیب پر لٹکا رہتا ہوں

موت کا ایک دن معین ہے
نیند کیوں رات بھر نہیں آتی

غالب

کل کلوتر اکھ تیری نا دوجو چنگو لگے گو
شوق کو سجنا مُل نہ کوئے شوق تیرا تیں ڈرتو رہوں

ترجمہ

کل کہیں تیری آنکھ کو کوئی نیا اچھا لگ جائے شوق کوئی قیمت نہیں چاہتا مجھے تیرے شوق سے ڈر لگتا رہتا ہے۔

یہاں اس اوپر دیے گئے شعر میں سوچ کی سولی پر چڑھے رہنا گوجری ادب میں اچھوتی تشبیہہ ہے۔

پروفیسر محمد رفیق بھٹی طویل عرصہ تک میر پور کے مشاعروں کی زینت بنتے رہے اردو پہاڑی اور گوجری میں شعر کہتے ہیں نیویارک بروک لین میں مقیم ہیں۔ابھی تک جو کچھ کلام ملا ہے اس سے پتہ چلتا ہے پروفیسر محمد رفیق بھٹی نے بلند پایہ کی شاعری کی ہے۔

وہ پشتینی باشدہ، گاؤں ساج ضلع راجوری کے ہیں موصوف ۱۹۶۵ء کے مہاجر تھے۔گوجری حلقہ احباب سے وابسطہ رہے جس کی وجہ سے گوجری میں بھی سخن آزمائی کرتے رہے فی الحال ان کی چند غزلیں ہی مل سکی ہیں۔

انکا کلام تازہ اور شاداب باغ جیسا ہے ان کے کلام میں نئے استعارے اور نادر تشبیہات دیکھ کر دِل اش اش کرنے لگتا ہے بدیع الاسلوبی کی مثالیں ان کے یہاں مل جاتی ہیں۔

شعر

دوزخ کی اگ کے ساڑے گی،لوگو میرا جُثّا نا
ہوں تے عشق کی ٹھنڈی اگ ماشام سویرے سڑھتو رہوں

ترجمہ:

دوزخ کی آگ مجھے کیا جلائے گی
میں تو عشق کی ٹھنڈی آنچ میں صبح سویرے جلتا رہا ہوں

عشق کی ٹھنڈی آنچ زمہریر کہنا گوجری کے اارد و میں بھی بالکل نیا ہے

رکھ خیال ما کانگ کی شونکر، تک نہ میرا سوکا نا
ہوں برساتی نالو بن کے موسم موسم چڑھتو رہوں

ترجمہ:

تو ہمیشہ بھاڑ کے پھرنے کی آواز دھیان میں رکھ میرے سوکھنے کی حالت پر نہ جا کیونکہ میں برساتی نالہ ہوں موسم باراں میں اچانک چڑھ جاتا ہوں۔

کیا ہی عمدہ پیکر تراشی ہے ایک نہایت ہی خوبصورت غزل

غزل

بستو رستو شہر مانھ کلّو جنگل ہاروں ڈرتوں رہوں
جین کو کوئے حال نہ دسے جین کا ہاڑا کرتو رہوں

رکھ خیال ما کانگ کی شونکر، تک نہ میرا سوکا نا
ہوں برساتی نالو بن کے موسم موسم چڑھتو رہوں

کل کلوتر اکھ تیری نا دوجو چنگو لگے گو
شوق کو سجنا مُل نہ کوئے شوق تیرا تیں ڈرتو رہوں

ہونی آخر ہوجائے اِت، سوچ کو چارو چلتو نہیں
رات دھیاڑی ہوں کیوں سنگی، سوچ کی سولی چڑھتو رہوں

دوزخ کی اگ کے ساڑے گی، لوگو میرا جُثّا نا
ہوں تے عشق کی ٹھنڈی اگ ما شام سویرے سڑھتو رہوں

پروفیسر محمد رفیق بھٹی

میں ذاتی طور پر پروفیسر موصوف کو نہیں جانتا کاش ان کا کچھ اور کلام/کوئی شعری مجموعہ مل جاتا۔

پروفیسر محمد رفیق بھٹی کا کلام فکری بالیدگی اور فنی کمال کا آئینہ دار ہے جیسا کہ پہلے بھی لکھ چکا ہوں۔ وہ پشتینی باشندہ ساج راجوری کے ہیں اور انکا تعلق بھٹی راجپوت خاندان سے ہے چونکہ ان کے آبائی گاؤں اور اس کے گردونواح میں گوجر قبیلے بکثرت موجود ہیں لہذا وہ پہاڑی کے ساتھ گوجری زبان بھی بخوبی بولتے اور لکھتے ہیں۔

ان کے غزلیہ اشعار نہایت گہرے اور تہ دار ہیں

ایک گوجری شعر ملاحظہ کریں:

دل کا بندی خانہ اندر لکھاں ریجھ ہیں قیدی
دِسے کائے نہ پوری ہوتی،کس کس نا آزاد کراں

ترجمہ:

دل کے قید خانے میں کئی ارمان قیدی ہیں کوئی امید پوری نہیں ہوتی دکھائی دیتی کس کس کو آزاد کریں۔

بالکل نیا پیکر ہے ”دل کو قید خانہ کہنا اور آرزوں کو رہا کرنا“ یہاں کوئی خواہش پوری ہونے والی نہیں لہٰذا انہیں قید خانہ میں ہی رکھا جائے۔آرزؤں کی رہائی، راز افشانی کا استعارہ ہے۔

غالب نے ارمانوں کے نکلنے کی بات کی ہے لیکن پروفیسر محمد رفیق بھٹی نے انہیں اسیر رکھنے یا سربستہ رکھنے کی بات کی ہے۔

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے۔

غالب

یوہ تے پکّو یقین ہے منّا، اج مقدموں ہاراں گا
اُسے ظالم نے لُٹیا تھا جس اگّے فریاد کراں

ترجمہ:

یہ تو طے ہے کہ ہم ہی مقدمہ یعنی کورٹ کیس ہار جائیں گے

کیونکہ ہم جس ظالم کے آگے فریاد کناں ہیں وہی ظالم غارت گرو غاصب بھی ہے اگر چہ یہ خیال عام ہے لیکن گوجری قالب میں برجستہ معلوم ہوتا ہے۔یہ شعر ظلم غارت گری اور غصب کے خلاف ایک رعد وحشتناک ہے اور بلند صدا ہے۔

شعر

اسی کا شہر وہی مدعی وہی منصف
ہمیں یقیں تھا ہمارا قصور نکلے گا

امیر قزلباش

پروفیسر محمد رفیق بھٹّی کئی کتابوں کے مصنف ہیں بقول پروفیسر جمیل کھٹانہ'' نے بتایا ہے کہ ابھی تک پروفیسر محمد رفیق بھٹی پر تین ایم فل کی ڈگریاں ہو چکی ہیں موصوف ذہین وطباع شاعر و مصنف ہیں ۔فیسبک کے توسط سے ان سے رابطہ ہوگیا ہے ۔آج انہوں نے ایک میسیج بھی ہمارے نام بھیجا ہے ۔

''برادران عبدالغنی جاگل/جمیل کھٹانہ و دیگر صاحبان: مُجھے خوشی ہے کہ میری ایک گوجری غزل آپ کو پسند آئی ہے گوجری زبان و ادب سے میرا دیرینہ اور گہرا تعلق ہے میں میرپور میں قائم بہت متحرک تنظیم گوجری ادبی سنگت کا بانی صدر رہا ہوں گوجری زبان سے میری ایک نسبت یہ بھی ہے کہ میری دادی کا تعلق سرن کوٹ پونچھ مقبوضہ کشمیر کے ایک گوجر قبیلے سے تھا ریڈیو تراڑکھل اور میرپور سے میرے گوجری کے درجنوں پروگرام ریکارڈ ہوئے جن میں نظم ونثر دونوں شامل ہیں میری کئی نظموں اور غزلوں کو آزاد کشمیر اور مقبوضہ کشمیر کے ادبی حلقوں نے سراہا ہے میری ایک نظم:

اُٹھ نکی گیدری توں نٹھی نٹھی جا
ٹھاکہ دروں موڑ کے ترنڈ نا لیا

ایک ایسی تخلیق ہے جسے خونی لکیر کے آر پار ادبی حلقوں نے ہاتھوں ہاتھ لیا میں تقریباً ڈیڑھ درجن کتابوں کا مصنف ہوں میری علمی و ادبی تخلیقات پر ایم فل کی تین ڈگریاں جاری ہو چکی ہیں میں امریکہ کی ریاست بوسٹن میں نہیں نیویارک بروک لین میں مقیم ہوں ان دنوں اپنی تین چار کتابوں کی اشاعت کے لیے اپنی رہائش گاہ خالق آباد میں قیام پذیر ہوں ڈاکٹر صابر آفاقی مرحوم ڈاکٹر غلام حسین اظہر مرحوم مخلص وجدانی رانا فضل حسین اور محمد شفیع مجاہد گوجری ادب کے حوالے سے میری خدمات سے بخوبی آگاہ ہیں باقی باتیں ملاقات یا رابطہ پر یار زندہ صحبت باقی حیرت ہے کہ گوجری ادب سے دلچسپی رکھنے والے میرے نام و کام سے آگاہ نہیں شکریہ"

اردو کلام کا نمونہ:

نہ ہونے سے یہ ہونے کا سفر بھی
عنایت ہے اسی گھر کی
یہی تو ابتدا تھی آگہی کی
تمہاری شاعری کی
یہ سارے سلسلے حسب و نسب کے
اسی غربت کدہ کے معجزے تھے

کہاں ہو تم جہاں ہو تم وہاں تم خوش رہو لیکن
یہاں کے پورے بندر یہاں کے پنچ سارے

ان ہرے پتوں کے موسم میں
بہت محروم ہیں سائے کی نعمت سے

ارے تم رو رہے ہو
ذرا آنکھوں کو پونچھو
خوشی کی بات یہ ہے
کہ مجھ میں اور تم میں
ابھی تو جان باقی ہے
ابھی پہچان باقی ہے

پروفیسر محمد رفیق بھٹی

ماخذات

۱۔ گوجری، از ڈاکٹر صابر آفاقی

۲۔ 'بنجارہ' از ڈاکٹر رفیق انجم مطبوعہ ۲۰۰۷ عیسوی

۳۔ 'گوجری ادبی تناظر' مرتبہ عبدالحمید کسانہ مطبوعہ ۲۰۱۵ عیسوی

مخلص وجدانی کی گوجری شاعری

۱۹۴۴تا عیسوی

غم وی آویں رات گزارن
دینہہ نا ہوجائیں اکّو اک

ڈاکٹر صابر آفاقی اور مخلص وجدانی اردو اور گوجری کے مستند شعرا میں سے ہیں مخلص وجدانی کا اردو شعری مجموعہ "صلیبوں کا شہر" منظر عام پر آچکا ہے اور منفرد رنگ اور اسلوب معلوم ہوتا ہے۔

دکھا نہ دست شناسوں کو ہاتھ، فال نہ پوچھ
وہ بات جس سے ہو سن کر تجھے ملال نہ پوچھ
برہنہ تیغ تنی ہے سروں پہ انساں کے
ہلال عید نہیں ہے یہ میرے لال! نہ پوچھ
ہم اپنے کتنے عزیزوں کے نام گنوائیں
کہ اپنے ایسے ہزاروں ہیں خستہ حال نہ پوچھ
فراز دار پہ ہم لوگ کب نہ تھے مخلصؔ
زمانہ اب کے چلا ہے وہ ہم سے چال نہ پوچھ

مخلص وجدانی

اردو کے ساتھ مخلص وجدانی نے گوجری زبان اور بالخصوص غزل کو ایک مقام ارفع پر پہنچایا ہے۔ان کے گوجری شعری مجموعے، ریرا، سانجھو کھلاڑو، مخلصانہ وغیرہ منظر عام پر آ چکے ہیں مخلص کی شاعری گوجری تہذیب کے نقش و آثار کی صاف و شفاف جھلک دکھائی دیتا ہے۔ان کی تشبیہات استعارے اور کلیدی الفاظ ان کی ہوشمندی اور سلیقہ شعاری کی واضح دلیلیں ہیں۔

اشعار میں قوم کی زبوں حالی اور مایوسی کا شکوہ کیا ہے کہیں کہیں یاس و حرمان کے سیاہ بادل بھی دکھائی دیتے ہیں یہ الگ بات ہے کہ شکوؤں سے زندگی کے مسائل حل نہیں ہوتے اور بری قسمت پر آنسو بہانے سے کچھ نہیں حاصل ہوسکتا۔:

اپنی قسمت ماںھ تھو رُلنو رلیو جگ کا پیراں ما
کون سرہانے رکھتو مخلص، ریّ تھی ہوں داون کی

مگر اتنا ضرور ہے کہ حزنیہ کیفیت اور المیہ شاعری ہر دور میں موثر ہی سمجھی جاتی رہی ہے اور ویسے بھی اثر آفرینی اور اسلوب، شاعر کی پہچان بنانے میں کلیدی حیثیت رکھتے ہیں۔

شعر گوئی کے اس سفر میں مخلص وجدانی کے پاس کوئی اللہ دین کا چراغ نہیں تھا اور نہ ہی انہوں نے ہمارے بعض بھونڈے اور جاہل شعرا کی طرح کسی الہامی واردات کا فسانہ تراشا ہے بلکہ خداداد صلاحیت کے ساتھ ساتھ مشق سخن اور استاد کی رہبری میں انہوں نے یہ سفر خوش اسلوبی سے طے کرلیا ہے انہوں نے ابھی تک صرف اچھی شاعری کی بنیاد رکھی ہے گوجری جیسی نوعمر زبان میں فی الحال بڑی شاعری سامنے نہیں آسکی۔گوجری کے شعراء املا اور اوزان کے مسائل سے جوجھ رہے ہیں۔

یاد رہے کہ مخلص وجدانی برصغیر کے مشہور شاعر ابرار حسنی گنوری سے عرصہ دراز تک

اصلاح لیتے رہے ہیں ابرار حسنی گنوری استاد شاعر تھے اور کئی ادبی کتابوں کے مصنف بھی انکا ایک شعر:

خاک میں نے جو اڑائی تھی بیابانوں میں
رسم ابھی تک وہ چلی آتی ہے دیوانوں میں

ابرار حسن گنوری

لیکن یہ بات سچ ہے کہ علم محض دولت سے نہیں خریدا جا سکتا اور نہ ہی فقط استادوں کی نگاہ سے حاصل ہوتا ہے بلکہ حق تو یہ ہے کہ اس سفر میں اپنا خون پسینہ بھی بہانا پڑتا ہے البتہ دلِ گداختہ پہلی شرط ہے

مخلص نے کیا ہی خوب شعر کہا ہے :

بکاؤ مال اگر ہوتو تے کد مخلص کے ہتھ آتو
خدایا شُکر تیرو عشق بکتو نیں بزاراں ماں
کوئے نیکی کرو اج موڑ کے مٹّاں لیا دیوؤ
اڈا بیٹھو ہاں اپنا دل کا پکھنوں ناں بہاراں ماں

مخلص وجدانی

مخلص وجدانی نے مجبوری کے تحت گوجری کی تنگ دامانی کا سامان بھی مہیا کیا بہت سے اردو فارسی الفاظ کو گوجری میں کچھ اس سلیقے سے شامل کر دیا ہے کہ غرابت کی بو کم ہی محسوس ہوتی ہے۔گوجری میں مخلص وجدانی اور اسرائیل اثر نے پہلی مرتبہ کثرت سے اردو فارسی بحور کو استعمال کیا ہے۔

اسی آہنگ میں مخلص وجدانی کی کچھ اور زمینوں سے اشعار :

کے سناوَں سنگیو برتی اے میرے نال کےَ؟
آئی بے مہری کی رُت رگ رگ ماں لوہو جم گیو

مخلص وجدانی

نوٹ: یہاں اس شعر میں لفظ سنگیو کا وزن فاعلن ہی لیا ہے اکثر گوجری شعرا غلطی سے سنگ کو بروزن سگ باندھتے ہیں۔

دراصل گ سے پہلے ن لگانے سے ناک آواز میں چلی جاتی ہے اور سکتہ پیدا ہو جاتا ہے اس لئے سن یا س، فع کے وزن کا ہجا بن جاتا ہے یہ بات الگ ہے کہ گوجری میں بہت سی رخصتیں بھی رائج ہو چکی ہیں۔

اسی آہنگ میں لاجواب

اشعار:

ہار گل ماں پے گیا باواں ماں کنگن پے گیا
حسن کے نسرن لگو ارمان جاگن پے گیا

نوٹ: کنگن بروزن فعلن لیا ہے

مول جائیں پھٹ پرانا نوئیں رُت ما لوک کہیں
بھاند آئی زخم دل کا ہور پھلن پے گیا

کہیں کا وزن گوجری میں کیں یا فع ہی لیا جاتا ہے

اسی غزل مزید دو اشعار

سب کی سنتا رہیا اُچّو ساہ نہ للیو کسّے نے
میرو ناں جد آگیو کُج لوک کھنگن پے گیا

دل کی تس لبھتی نہیں مخلص اس کو چارو کے کروں
جتنا ڈکیا میں یہ دیدہ ہور تاہنگن پے گیا
یہاں تاہنگن کو تاُگن ہی لیا ہے
لوک جھڑا میرا راہ ما پھل برہان آیا تھا کل
ان ماں سجّن تھا ذیادہ دشمناں کی گل نہ کر

اسی قبیل کا اردو شعر:

دیکھا جو کھا کے تیر کمیں گاہ کی طرف
اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہو گئی

حفیظ جالندھری

گوجری کے بزرگ استاد شاعر مخلص وجدانی صاحب کا ایک لازوال شعر:

دل کا پکھنوں ناں تھو کے پھیموں کہ ظالم اِت کوئے
اُکھ کی بل باشی اُپَر بانپھل کا پتّر دے گیو

مخلص وجدانی

حل لغات:
بھیمو : خبر

بل باشی : وہ جال جو پرندوں کو پھنسانے کے لئے گھوڑے کے بالوں اور گھاس سے بنایا جاتا ہے۔

ترجمہ دل کے پرندے کو کیا خبر یا اندازہ تھا کہ یہاں کسی ظالم نے مژگانوں کے بالوں کا پھندا لگا یا ہوا تھا یعنی ہم معشوق کی آنکھوں کے پھندے میں پھنس گئے یہاں مژگان جال یا پھندے کا استعارہ ہے گوجری میں شاید اس سے بڑا شعر میں نے ابھی

تک نہیں پڑھایا سنا

البتہ فارسی غنی کشمیری کا شعر بھی مشہور ہے۔

حسن سبزے بخطِ سبز مرا کرد اسیر
دام ہم رنگِ زمیں بود گرفتار شدم
غنی کشمیری

زمانہ کی عدالت کے سناوے فیصلو مخلص
میرا نقاد کی تر کھی نظر ماں ہے غزل میری
مخلص وجدانی

مخلص وجدانی کی ''اڈ یک'' دراصل شاعری کا چھوٹا سا کتابچہ ہے جو ۲۷ صفحات پر مشتمل ہے گوجری کی کل ۲۰ غزلوں، ۲ نظموں کے علاوہ ۱۷ غزلیں پہاڑی کی بھی اسی کتابچے کی زینت بن چکی ہیں زیر نظر کتاب کے پہلے ۳۴ صفحات پر تبصرات اور تقریضات ہیں چھوٹی اور متوسط بحور میں کہی گئی یہ غزلیں میرے خیال اب تک گوجری کا سب سے معیاری کلام معلوم ہوتا ہے اور لافانی اثاثہ ہیں مزید تحقیق جاری ہے۔

مخلص وجدانی کے منتخب اشعار مع شرح

بکاؤ مال اگر ہوتو تے کد مخلص کے ہتھ آتو
خدایا شُکر تیرو عشق بکتو نیہہ بزاراں ما
مخلص وجدانی

یہ ایک حقیقت ہے کہ دیہاتوں میں بارشوں سے غریب لوگوں کے کچے کوٹھوں کے ستون یا دیواریں بیٹھ جاتی ہیں اگر کسی کا مکان ''بھوں'' یا جگہ سے ہل جاتا ہے تو اُس سے مال مویشی اور ڈیرا نکالنا پڑتا ہے اسی تناظر میں کہا گیا مخلص کا لاجواب شعر:

برتی بارش مالے جاوَں کس کے گوانڈھ ارماناں نوں
دل کو کوٹھو بھوں گیو مخلص بسّن جوگو رہیو نیہہ

''ڈاہی''یا''ٹیکی''سے مراد گرتی ہوئی چیز کو سہارا دینے کی عملی تدابیر ہیں مخلص کہتے ہیں ہمارا مسئلہ الٹا ہے۔ہمیں الٹے ہی سہارے کو سہارا دینا پڑا ہے

مخلص کی تضمین میں کہا گیا میرا ایک شعر :

سہارا ناں سہارو پے گیو دینو
مری قسمت غی چکّی پھر گئی پُٹھی

غنی غیورؔ

تیری پوچا کرنی پیَ چنگو دردی آیو توں
اُلٹی ڈاہی ٹھمنی پیَ ، لوڑ تھی مناّں ڈاہی کی

مخلص وجدانی

گوجروں میں جڑی کا پچھاما یا اثر پڑھنا افسانہ واسطورہ مشہور myth ہے :

رگاں وچوں لوہو سکیو، اکھاں بجّوں گئی لو
جاتے وخت جوانی ظالم کر گئی جڑی پچھانواں کی

مخلص وجدانی

پھاگن یعنی فروری کے مہینے میں بڑی بڑی چڑیاں''شوہڑیں''خوراک کی تلاش میں نشیبی آبادیوں میں چلی آتی ہیں لوگ دیسی کھربے یعنی ٹہنیوں سے بنے جال لگاتے ہیں جس کے اندر دانے ڈالے ہوتے ہیں بہت سی چڑیاں ان جالوں کے اندر پھنس جاتی ہیں مخلص نے اپنے مشاہدے سے ایک لافانی شعر کہا ہے۔

شعر کیں شوہڑیں قسمت جسکی
کھربا تے سب چھلتا رہیا

ترجمہ شعر کے پرندے تو قسمت سے ہاتھ آتے ہیں یوں تو انہیں پھنسانے کے لئے جال سب نے لگا رکھے تھے۔

وے بھی سوہے لگتا ڈٹھا
جن کا اُچّا رکھنا تھا
مخلص وجدانی

ترجمہ: وہ کھیت جن کے ''رکھنے'' اونچے تھے یعنی ''پرگے'' بند کئے ہوئے تھے انہیں بھی سوکھتے یا جھلستے ہوئے دیکھا ہے۔

''سوہے لگنو'' دھان کی فصل کا پانی کی کمی سے سوکھنا اس سے بچنے کے زمین دار رکھنا (یعنی نکاسی کی جگہ گارا لیپائی کر کے بند کرتا ہے کہ کھیت میں پانی کی سطح اونچی رہے اور فصل کو سوہا یا سوکھے کا سامنا نہ کرنا پڑا۔

کمال کا شعر ہے

''ماں''، عام موضوع پر مخلص وجدانی کا خاص شعر دیکھیں:

کس کی ماں ہوتی نیہہ ہمدرد بجا کہو سنگیو
ہوں بھی سمجھوں اتنی گل، پر میری ماں تھی میری ماں

آنکھوں کے کشکول کی اصطلاح:

نہ درویشی راس آئی، نہ اٹکل سِکّھی شاہی کی
اکھاں کا کشکول ایں خالی در در میں اگراہی کی

یہی خیال اردو میں حیدر علی آتش نے برتا ہے لیکن مخلص وجدانی کے یہاں ندرت

بیان زبردست ہے۔

دو آنکھیں چہرے پر نہیں تیرے فقیر کے
دو ٹھیکرے ہیں بھیک کے دیدار کے لیے

مخلص وجدانی کی شاعری میں قسمت سے شکوہ، کھوکھلی اقدار اور رسوم سے بیزاری، چاروں گروں سے استفسار کیا ہے:

توڑوں قسمت لے کے آیو کسے نا کے دیوں دوس
اپنی باڑی سُکّی رہی ، چار چُفیری بگیں نہر

اپنا بوہا اُپروں مٹاں موڑ کے ظالم کہن لگو
بُھلّیا بندہ نا راہ دسنو فرض میرو اخلاقی ہے

اٹھ کے مِلوں تھوتاں کہیں تھا، اپنا کم ناں کرے سلام
اُٹّھن کی نیہہ ساہی رہی، سارا کہیں مغرور اے یوہ

مخلص وجدانی

مخلص وجدانی صابر آفاقی اور بعض کلام اسرائیل اثر اور باقی کچھ شعرا اقبال عظیم، نسیم پونچھی وغیرہ مشاہیر کی منتخب غزلیات نے گوجری شاعری کو باعتبار معیار اردو کے مقابل میں لا کھڑا کیا ہے البتہ باعتبار مقدار گوجری میں معیاری شاعری اردو کے پاسنگ برابر بھی نہیں۔

آن کو وعدو تے اُس نے کیو میرے نال تھو
نیہہ کوئی اتبار اس کا وعدہ کو اقرار کو

مخلص وجدانی کا یہ شعر پڑھ کر حفیظ بلکہ غالب کی یاد آجاتی ہے۔

غضب کیا ترے وعدے پہ اعتبار کیا
تمام رات قیامت کا انتظار کیا
داغ دہلوی

ترے وعدے پر جیے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا
غالب

منتخب اشعار

ہوں بھی دیکھوکس رحیا میری بھلاوے یاد توں
آن کی کھائے قسم تاں خواب ما نہ آیا کر

جتنو زور ہوں لا کے کھولو
قسمت کی گٹھ بنکے ہور

کد کھلے واہ بانڈی مخلص
ہلیا جس کی اوڈ کا تھم

جرم تھو مخلص اکھاں کو
لگ گیو میرو پھاہے دل

رت ہوئے بارشاں کی اہن کی
عشق کی دھائیں اگئی لگ گئی

زمانہ کا کُنڈاں ما مل مل کے مخلص
حیاتی کی لوئی میری ڈھک گئی ہے

غزل ۱

اجاں ہے دور منزل تیں سفر ماں ہے غزل میری
اجاں رستاں کا موڑاں کی خبر ماں ہے غزل میری

جوانی گے بڈھیموں کوئے موسم نہ راس آئیو
کسے ناساز موسم کا اثر ماں ہے غزل میری

کدے جرگاں کے لائق ہوگئی ہوتی نہ کیوں جاتی
ہے شرموکل بڑی ستّر ہے گھر ماں ہے غزل میری

کسے نے لہر بھی جے کی نہ اگّا تیں یہٰ کُج بولی
یَہ میرے ورگئی ہے نیل سر ماں ہے غزل میری

زمانہ کی عدالت کے سناوے فیصلو مخلص
میرا نقّاد کی ترکھی نظر ماں ہے غزل میری
(بحر ہزج سالم مثمن)

غزل ۲

ان کتاباں ماں سبق دیکھے تو مخلص پیار کو
جن ماں کوئے حرف بھی لکھیو نیہہ میرا یار کو

آن کو وعدو تے اُس نے کیو میرے نال تھو
نیہہ کوئی اتبار اس کا وعدہ کو اقرار کو

کے بھروسو زندگی کو ہُن تے ڈھاکہ پر ہے دینہہ
ہتھ لگے تے حال پچھیئے اپنا اس بیمار کو

کس نے کہیو جیبھ کا سڑیا کو ہے کوئے علاج
یوہ تو سچ ہے مول جائے پھٹ لگو تلوار کو

ہور سارا علم پڑھنیا رہئی نیہہ کائے کتاب
پڑھ نہ سکیا لوک بس لکھئیو وو اک دیوار کو

ہیروۃ *کر کر کے مخلص سُک کے تیلو ہو گیو
اس کی اکھاں مابسے دربار وانگت لار کو

(بحر رمل مخذوف)

* ہیروۃ :

غزل۔۴

اپنو دل شوقین کرے
اوکھو میرو جین کرے
اس کی گل کو کے اعتبار
اس کو کون یقین کرے
شامل کرے میریں گل
قصّہ نا رنگین کرے
اپّچو ناں اشماناں کو
سارا کم زمین کرے
منتو نھیں اوہ کسے کی
پوری اپنی این کرے
آپ تے اوہ کھکھ بھنتو نھیں
لوکاں نا تلقین کرے
مخلص نا پچُھ اوہ
گل گل پر آمین کرے

غــزل ۔ ۵

تیری جس نے ہیریں اکھ
اُس نے جگ توں پھیریں اکھ
میں بھی نوں ہی کہیو تھو
جھلّیں ہوگئیں میریں اکھ

سوہنی اور سچّی ہیں
تیری اکھ ہیں تیریں اکھ
اس نا کے نظر آوے گو
میچھی وی ہیں جس کیں اکھ
دنیا دیکھن جوگی تھی
دیکھن توں ہی رہ گئیں اکھ
ڈھاہ کا اپّر دینہہ ہے مخلص
اُگڑیں تے کے اُگڑیں اکھ

اوڈ ماںؔ ہے کون یا کُجھ فرق تر ما رہ گیو
جو ہوۓ پر نقص ایک میری نظر ما رہ گیو
آپ گیئو تھو تے اپنی یاد لے جانی تھی نال
آپ پینڈے پے گیو سامان گھر ما رہ گیو
تھی جوانی کائے جوگن دے گئی دل نا فریب
کے سناؤں سنگیو دل کس نگر ماں رہ گیو
اگے کائے ریجھ پوری وے گی جے ہُن کہو
ایک یوہ ارمان مخلص عمر بھر مارہ گیو

غزل ٦

کیڈ آئی پُھل خوشی کو دل کے اندر کِھل گیو
ایک ہولو تھو ہَواکو بوہا نا تر کِہل گیو

منہ بھی دسنو رہ گیو ایسی بھی مغروری ہے کے
دل ہی رّکھن نا کدے انسان آیو مل گیو

ویہہ زمانہ خوب ہویا جت لگی اکھ لگ گئی
ہُن تے ساری رات جاگن ہوں بھی سجنوں ہل گیو

غـــزل ۷

اپنی صورت دیکھ کے شیشہ کے اندر گم گیو
پُھل جہیو نازک بدن تھو غم کی دُھپ ما چم گیو

دل خزانو یاد کو تھو ، اس کا لٹّن کو تھو غم
کوئے غم ہُن نھیں رہیو دل لُٹ گیو ہر غم گیو

کے سناؤں سنگیو! برتی ای میرے نال کے
آئی بے مہری کی رُت رگ رگ ما لوہو جم گیو

ڑن کی سائی جے لگتی اٹھ کے گھر جاتو نہ ہوں
غم کو بھارو بھار چایئو میرو انج انج ام گیو

غزل ۸

ہوں حرفاں کو کاری گر میری کھیڈ ہیں میرا شعر
ذوق کو حق ہے جن کے پلّے وُہی خریدے میرا شعر

دوئے بل ہیں واقف شاید اپنی اپنی قسمت توں
بلبیں باسیں روئیں پُھل تے ٹھاٹھا ہسیں میرا شعر

میرا ذہن کی خوشبوآں پر مخلص جھکیا ہویا وا
بازاں نالوں اشماناں توں اُڈ اُڈ آنویں میرا شعر

غزل ۹

میرا ارماناں کا اجّڑ چھڑ گیا دل جنگل ماں
دھند غباری سینہہ کو خطرو اپروں بارش ساون کی

اپنی قسمت ماں تھو رُلنو، رلیو جگ کا پیراں ما
کون سرہانے رکھتو مخلص رسّی تھو ہوں داون کی

غـــزل ۱۰

نہ درویشی راس آئی نہ اٹکل سکّھی شاہی کی
اکّھاں کا کشکول ہیں خالی در در میں اگراہی کی

تیری پوجا کرنی پئی چنگو دردی بنیو توں
اُلٹی ڈاہی تھمنی پئی چنگو دردی بنیو توں

جھڑا اناں تریا کل کرئیے اوہی پلّے اُس کی گل
کیہڑو میری گل کرے ہے خلقت چڑھتی باہی کی

جس کو جتنو باور ہوئے اتنی اچّی اس کی سوچ
نکا جاتک کی ہے خواہش نکّی جیہی چاہی اُس کی

آتھرواں کی سگ میں لائی مخلص دل کی باڑی ناں
کیوں نہ غم کو فصل ہوتو بتّر ما راہی کی

غــزل ۱۱

کس کس درتوں ہو کے پوہچے اُت تاثیر دعاواں کی
اس دھرتی ور مِننی پوئے کتنا اک خداواں کی

رگّاں وچوں لوہو سُکیو اکّھاں بچوں گئی لو
جاتے وقت جوانی ظالم دے گئی جڑی پچھاواں کی

شہراں کو فِر ناں نہ لہیئے جے کدے اک واری توں
چڑھتیں رسمیں دیکھے شخصا آکے شان گراواں کی

اُٹھ کے فِر ہوں جا نہ سکیو، نوں آکے بیٹھو ہوں
دسّوں تِنّاں کے وے لوکا، غم کی گھنیاں چھاواں کی

یوسف کھوہ ما سٹیو پر بھگیاڑاں نا نہیں دتّو کھان
اتنی جے ہمدردی ہوتی مخلص اج بھراواں کی

غــزل ۱۲

مخلص یار پرانا لوڑے
پوہ ماہ وِچ پکھانا لوڑے

کھڑی دنیا میں توں بسے
کھڑا اج زمانہ لوڑے

اپنا یار نا دیکھن کا
کے کے دل بہانا لوڑے

بھکھ* دَپہر ایانی دنیا
دیا نال ٹٹانا لوڑے

دھیاڑی پھرتو رہیو مخلص
آئی رات ٹھکانہ لوڑے

غزل ۱۳

بوٹو کوئے سایہ ما
کر نھیں سکتو کدے اوہدھ

بے مہری کاموسم ماں
میرا دل نا لگ گیو روہدھ

ہستو گیو اتوں کون
کھو کھّبھل گیو زوہدھ

پچھ تے لیتو کسے نا
آپ کیو اے آپت سوہدھ

خیر نے ں دِستی کسے جا
سارا جگ م پئیو کرودھ

دل نا مخلص رَوں پر چھوڑ
دسّے کے بتاں نا سروہد

غــزل ۱۴

نظر پئی جد میرے اپّر
اس کے متّھے پئیں کرہنج

ہوں کہیوں دیکھ اِن زخماں ناں
اوہ کیہہ آپے سیڑ تُرہنج

میری کھٹّی اپر اس نے
رتّی کر لی اپنی چنج

اس کی یاد کو زہری سپ
چھوڑ گیو اپنی سپ کنج

اگّے عشق کو دریا ہے
مخلص پلاّ ہور کُڑُنج

غـزل ۱۵

سارین گل ہیں ساہ کے نال
بوہو ہے درساہ کے نال

ڈریو وی ہوں دنیا تیں
نکلے جان تراہ کے نال

آتاں جاتاں ہوتو جائیے
میرو گھر ہے راہ کے نال

گھانی مانی پھرتاں پھرتاں
عمر گزاری گھاہ کے نال

گھر کو راہ بُھل گیو ہوں
ہوکے اک گمراہ کے نال

اوچر مُک نھیں سکتیں مخلص
اپنی اس تنخواہ کے نال

اپناں نال بکھوئیں ہوئیں
کُھلیا ہار پروئیں ہوئیں

راتیں جھڑا روئیں جاتک
لوہوتی ناں سوئیں ہوئیں

تیرا جیہا لوک اس جگ ما
کہن لگو جی ہوئیں ہوئیں

اپناں کولوں جھلیا کدے
دل کا پھٹ لکوئیں ہوئیں

سوکھا نہیں یارانہ ہوتا
ہوتاں ہوتاں ہوئیں ہوئیں

ارماناں کاموتی مخلص
اتھرواں ما پروئیں ہوئیں

غزل ۱۶

تیں جا کے مرے یارنا کہیو تے کہیو کے
حال اُس نے میرو سنیو اجہیو تے کہیو کے

تو لے کے جواب آیو ہے کے اس کی طرف تیں
دتّو جے میرو اس نا سنیہو تے کہیو کے

چھوکے تھو بڑا چر توں یوہ چھالو میراغم کو
نشتر لیو جد اس نے یوہ یوہ پھوہیو تے کہیو کے

ودعیا ہووَ اوہ شخص تے کہہ کے اوہ گیو کے
جد توڑی ترے نال اوہ رہیو تے کہیو کے

مچلو ہووَ سنتو رہیو پہلاں تے اوہ مخلص
فِر مُڑ کے اوہ پچّھن لگو کہیو تے کہیو کے

غـزل ۱۷

پتھر کے فرہاد نے گھڑیا کاریگر مشہور ہے یوہ
ہوں حرفاں کا بنگلاں چاڑوں دنیا کہہ مزدور

بُھکھّا نا کوئے دے نہیں سکتو دیکھ نہیں سکتو رجیاناں
کسے طرحیا جین نھیں دیتا لوکاں کو دستور ہے یوہ

اٹھ کے ملوں تھو تے کہیں تھا اپنا کم نا کرے سلام
اُڈّھن کی نھیں سائی رہئی سارا کہیں مغرور ہے یوہ

غیراں پر افسوس نہیں کوئے، دکھنو آوے اپناں ور
اُس ویلے یہ سٹ کے نسیا سمجھیو جد مجبور ہے یوہ

سچّی گل ہوں کہن لگتو تے آئیو چواں طرفوں واز
مخلص بھی ہے دار کے لائق ویلا کو منصور ہے

غزل ۱۸

کھیت ما نسرن مک لگے
دیکھ کے تڑکن اک لگے
تیرا دل ما کے ہے دس
تِنّا کس پر شک لگے
روڑھ کے سب کجھ لے جائے
ندی نا جد ڈک لگے
رات کلھی اوکھو راہ
اگےّ جاتاں جھک لگے
اس نے وعدو کیو تھو
متاں تے کچ پک لگے
مخلص اپنا منہ اپّر
کس نا بھارو نک لگے
ندیے تو چھرنائے کے

غزل ۱۹

کسے گل ماں نہ توں آیو نہ منی ہے تیں کائے
نہ تیں دل منگیو نہ دل دتو نہ یوہ ہوؤ نہ وہ ہوؤ

تِری ہاں نال ہاں کرتو رہیو تنجھو نہ دوجی کی
رہیو یوہ ہی گلو تیرو نہ یوہ ہوؤ نہ وہ ہوؤ

ترا سنگیاں نے جا کی آخری لبھنی اپر سائی
توں مخلص سوچتو رہیو نہ یوہ ہوؤ نہ وہ ہوؤ

حسن پُھل کی جوانی کوئے اس کو کے کرے
عشق کی لمّی کہانی ،کوئے اس کو کے کرے

نالے دل کھول کے دو چار کروں یا نہ کروں
یہ بھی اے چرخِ ستمگار! کروں یا نہ کروں

مخلص وجدانی

ماخذات

۱۔ ’کلیات مخلص وجدانی‘ مرتبہ ڈاکٹر جاوید راہی مطبوعہ ۲۰۱۱ عیسوی

۲۔ ’’سانجھو کھلاڑؤ‘‘ از ڈاکٹر صابر آفاقی، مخلص وجدانی

۳۔ ’’اُڈیک‘‘، شعری مجموعہ از مخلص وجدانی

خوش دیو مینی کی گوجری شاعری

۱۹۴۷تا عیسوی

کے ہویو جے چاڑ لی کھبیاڑی تیں
بنے دل دریا نا تا منوں اڑیئے

ترجمہ : تونے میرے منہ پر لگام چڑھادی ہے میرے دل دریا کو باندھے تو مانوں گی اے محبوب۔

ہوں ہور کولے دل ہور کولے
دوہاں کے اندر جنگ اڑیئے

ترجمہ : میں کسی اور کے ساتھ ہوں اور میرا دل کسی اور کے پاس اب دونوں میں جنگ چھڑی ہے۔

سینہ اندر جھڑو ہر دم ساڑ کرے
اتھروں بن کے آخر باندے آوے گو

ترجمہ : جو ہر دم چھاتی کے اندر جلاتا ہے آخر آنسو بن کر سامنے آتا ہے یعنی رُسوا ہوتا ہے۔

محولہ بالا اشعار کی ندرت بیاں کے کیا کہنے یہ اشعار نہایت قیمتی اور چمک دار موتی ہیں۔

خوش دیو مینی کا تعلق فضل آباد سرنکوٹ سے ہے مشہور مورخ و ادیب ہیں اردو گوجری و پہاڑی کے نامور ادیب و شاعر ہیں نہایت خوش خُلق اور ملنسار ہیں اپنی بے نظیر خندہ روئی کشادہ دلی اور وسیع المشربی کے لئے جانے جاتے ہیں۔ پونچھ کے صوفیوں پر بھی تحقیق کر چکے ہیں کچھ بزرگوں کے حالات زندگی بھی خوش دیو مینی نے لکھے ہیں اس فتنہ و انتشار کے دور میں انہیں انسان دوستی اور بھائی چارہ کی مثال و تدیس کہا جا سکتا ہے۔ آج کل شہر خاص پونچھ میں مقیم ہیں۔ خوش دیو واقعی خوش دیو ہیں۔ خوش دیو مینی کئی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں تاریخِ پونچھ تاریخ راجوری یادگارِ زمانہ کارنامے ہیں۔

خورے سورج بن کے توہی چمکے تھو
باہج تیرے بستی کو چمکار گیو

کوسا کوسا ڈم ہجر کا کھا کے وی
کُولی کُولی آس جگر ما پالاں گا

غزل ا

ڈنگ بچائیے، زہر تیں ڈریئے
سپّاں کا اس شہر تیں ڈریئے

اَپھل بوٹا کم آویں گا
بیلا کی دو پہر تیں ڈریئے

لارا پر نہ گھول گھمائیے
دل ٹھگنا بے مہر تیں ڈریئے

دھرتی بچّوں رت دھرسے
تیراں ربّی قہر توں ڈرئیے

باندے باچھڑ کُجھ نہیں ہوسیں
دل ٹھگنا بیر تیں ڈرئیے
خوش دیو مینی

غــزل ۲

باس تیرا جُثّا کی میرا ساہواں اندر
تُوں بیٹھو ہے دل کیاں درگاہواں اندر

رات اندھیری واقف کارنے دوکھوکھولایو
کل مکلو ڈابوں کھاؤں راہواں اندر

عشق ملاوے رب نا فروی خبرے کیوں
گنیو جائے یوہ وی نیچھ گناہواں اندر

ہاس کا اتھروں ڈھلکیں نین نشیلاں تی
آس کو بھانڈو سکھنو دل دریاواں اندر

منزل آخر پیر نا چُمّے چڑّے گی
چلتو رہ گو جے تیز ہواواں اندر

غــزل ۳

اس بریا جد کوئے گیت سناوے گو
یاد تیری کی برچھی سینے لاوے گو

سینہ اندر جھڑو ہر دم ساڑ کرے
اتھروں بن کے آخر باندے آوے گو

رات اڈیکے گی گہلاں ماں لوڑے گی
شنگراں پر چن اپنی چادر ڈاہوے گو

رستیں رستیں کھنڈی وی ہے آس تیری
کے جانوں تھو اس راہ وی ترساوے گو

ہم سارا کھڈیالاں ہاروں ٹُٹّاں گا
کھڑو اس بستی توں سالم جاوے گو

ماخذات،کتابیات وحوالہ جات

۱۔ بنجارہ از ڈاکٹر رفیق انجم مطبوعہ ۲۰۰۷ عیسوی
۲۔ گوجری ادبی تناظر مرتبہ عبدالحمید کسانہ مطبوعہ ۲۰۱۵ عیسوی
۳۔ شیرازہ گوجری

شیخ آزاد احمد آزاد کی گوجری شاعری

۱۹۴۸ تا　　عیسوی

اِک بُلا رو آن کی گل ہے، کھلو تلو اُڈیکاں ما
پکھنوں بن کے ہوں نہ آؤں، نہیں نہیں　توبہ لکھ واری

ترجمہ　:ایک بار تیرے پکارنے کی دیر ہے میں تو تیار کھڑا ہوں میں پرندہ بن کر نہ آجاؤں نہیں نہیں توبہ میری یعنی ایسا ہو نہیں سکتا۔

بِلدّے　وہ　پھرے　ننگو　،تے　ٹُھڈ　لمکا　ہوؤ　تیلو
وہی سغموں جھڑو　　تکیو میں کعبہ کول کئیں　واری

ترجمہ　: قلا بازی مارتا ہے برہنہ بدن گھومتا ہے منہ لٹکایا ہوا اور سوکھ کر کانٹا ہوا ہے ہو بہو اسی شخص کو میں نے کعبہ کے پاس کئی بار دیکھا ہے۔

شیخ آزاد احمد آزاد کا تعلق خاص سرنکوٹ سے ہے گوجری پہاڑی کے ممتاز شاعر ہیں اردو میں بھی خوب شعر کہتے ہیں کہنے کو تو گوجری میں بہت سے شعرا کو اکیڈمی کی طرف سی ایوارڈ ملا ہے لیکن شیخ آزاد احمد ہر اعزاز کے مستحق ہیں وہ خود تو اپنے گھر میں کشمیری زبان کے علاوہ پہاڑی بولی بھی بولتے ہیں لیکن گوجری اس قدر با محاورہ بولتے اور لکھتے ہیں کہ بہت سے لوگ جنہوں کی مادری بولی ہی گوجری ہے انہیں پڑھ اور سن کر ششدر رہ جاتے ہیں شیخ آزاد احمد آزاد نے گوجری میں افسانہ بھی لکھے ہیں اور ایک شعری مجموعہ تتلوس بھی چھپ چکا ہے شیخ آزاد احمد نے عمر ساری فن کے چراغ

جلائے اور انہی کی روشنی میں زندگی گزاری ہے زمانے کے گرم و سرد کو بہت نزدیک سے دیکھا ہے ان کی شاعری میں ان کے مشاہدات اور تجربوں کا نقار خانہ ہے جہاں وہ کسی کی نہیں سنتے اپنی سناتے ہیں ان کے یہاں جزبات کی یورش دکھائی دیتی ہے شیخ آزاد احمد آزاد انقلابی شاعر ہیں ان کی شاعری میں عزم کی بلندی کے لئے خود داری ٹھاٹھیں مارتی ہوئی دکھائی دیتی ہے۔انہوں نے مشکل ردیف ''نہیں توبہ لکھ واری'' کو خوبصورت پیرایۂ اظہار میں نبھایا ہے اس معیار کی غزلیں گوجری میں معدودے چند ہی ملتی ہیں۔

تیں نہ گھہلی خیر جے جھولی،
بُھل کے سجناں اِکواری
ہور کسے کے بہیڑے جاؤں،
نہیں نہیں توبہ لکھ واری

آزاد نے کھاہدا زور یہ چوبھا،اپنا نالے لوکاں کا
تیرا بھی ہُن چوبھا کھاؤں،نہیں نہیں توبہ لکھ واری

ہیں سارا شہر کا کُتّاں نے اِکّو چھونٹ بٹّی بھی
ہوں بیٹھو ہاں دیا غیرت کا، اہنا بال کے بیبا

بانہہ یہ گُنج کے آزاد کے بہیڑے
سارا اج کا دجّال آ پُجّیا

کاغذ کی کشتی پر بیٹھو
کچر توڑی اُس نے ٹُرنو

غزل ۱

کہل مکھلّو ڈھوک ہوں جاؤں نہیں نہیں توبہ لکھ واری
تیرا دل نا آپ دُکھاؤں، نہیں نہیں توبہ لکھ واری

جس کی خاطر دُنیا چھوڑی، چھوڑ دِتا سب اس کا غم
ہوں بچھوڑا ما مرجاوں، نہیں نہیں توبہ لکھ واری

ہجر کو موسم اگ المنبا، سینے پئی ڈاہڈی ساڑ
باہج تیرے جوگی بن جاؤں، نہیں نہیں توبہ لکھ واری

اِک بُلا رو آن کی گل ہے، کھلو تلو اُڈیکاں ما
پکھنوں بن کے ہوں نہ آؤں، نہیں نہیں توبہ لکھ واری

غــزل ۲

جڑوں پٹ کے ہوں نفرت کا، یہ بوٹا گالتو رہوں گو
محبت کی پنیری راہ کے ہتھیں پالتو رہوں گو

جھڑا ہیرا تے موتی رُل گیا بے قدر بستی ما
انہاں وسطے عمر ساری جفر جالتو رہوں گو

کُھرس اپنی انہاں نے دس کے اگ لائی ہے بستی ما
ہوں لگّی اگ کا بامڑ انشاء اللہ سہالتو رہوں گو

تیرا محلاں نا کے کرنو، ہوں کُکّھاں کی ڈھاری ما
ہنر اپنا کا مُورا تے سدا ہی بالتو رہوں رہوں گو

ہوں اُچّو رَکھ کے سر اپنو، ٹروں گو تم تے فر تیکیو
کلھکڑا نال ہلکایا ہلُٹ کے بھالتو رہوں گو

وفا نا اُچّو کر کے تے جفاواں نا نساؤں گو
دلاں کی تال ساری تال کے بھی تالتو رہوں گو

تسایو رہ نہ ہی بھُکّھو کوئی سووے گو اِت آزاد
ہوں ظالم کا تے ظلماں ناہمیشاں ٹالتو رہوں گو

غـزل ۳

محبت کی اُٹھکل سِکھا بلّیں بلّیں
کجھ اپنا بھی دُکھڑا سُنا بلّیں بلّیں

بُھلیکھاں ماں کٹّی، اڈیکاں ما گُذری
یاہ آساں کی بستی، بسا بلّیں بلّیں

ویہ ہجّن تے کھیڈن کا، دن یاد کر کے
ہُسیراں کا گھمّن بنا بلّیں بلّیں

زمانہ کا ڈم نالے ڈنجّا کلیجے
تو دے اس نا ہوا بلّیں بلّیں

یاہ گل راز آلی سدو راز ہی رہے
تُوں جا کول اُسکے سُنا بلّیں بلّیں

شیخ آزاد احمد آزاد

ماخذات

ا۔ تتلوس شعری مجموعہ، شیخ آزاد احمد آزاد

عبدالرشید چوہدری پریم کوٹی کی گوجری شاعری

یکم جنوری ۱۹۵۳تا عیسوی

قطعہ نما غزل کے اشعار:

سوہنی تیری ٹور غضب کی
پانچو چوڑی دار غضب کو

نک کی پتلی دھار غضب کی
چہرہ کو لشکار غضب کو

بھرمٹّہ تلوار غضب کی
دنداں کو چمکار غضب کو

بنگ چَھنکَ چھنکار غضب کی
اکھاں کو جھمکار غضب کو

چہرہ اُپرّ ہاں غضب کی
ہوٹھاں ور انکار غضب کو

عبدالرشید چوہدری

مذکورہ بالا قطعہ نما غزل دراصل معشوق کا سراپا ہے لیکن گوجری میں اس قسم کی اعلیٰ وصف بیانی میری نظر سے نہیں گذری اشعار میں بلا کی آمد وفورِ شوق اور آبجوؤں جیسی ہلچل اور روانی دلوں کو موہ لیتی ہے۔شاعری اگر ساحری نہیں تو وہ کم درجے کی شاعری ہو جاتی ہے لفظوں کی نشست و برخاست اور برتاؤ treatment مثالی ہے۔

ایک اور غزل سے کچھ اشعار:

اُفراں ڈھّو تے لوء پُھٹّی
بال کُھلا تے رات ہوگئی

اس کے آتاں نمل ہوئ
جاتاں ہی برسات ہوگئی

ہوٹھ رہیا چُپ چپیتا
اّکھاں رستے بات ہوگئی

عبدالرشید چوہدری

یہاں مذکورہ بالا اشعار میں محاکات اور سراپا نگاری لجواب ہوئی ہے۔عبدالرشید چوہدری نعوت،غزلیات کے علاوہ میدانِ طنز ومزاح کے بھی شہسوار ہیں۔

عبدالرشید چوہدری نے سماج میں موجود ڈونگیوں،منافقوں کھوکھلی اقدار نام نہاد ماڈرن ازم، جاہلانہ رسوم کی اندھا دھند تقلید، سرمایہ داروں کے ہتھکنڈے افسر شاہی کی تباہ کاریاں اور سماج میں پائی جانے والی بہت سی برائیوں کا ذکر شاعری میں کیا ہے ان کے کلام میں موجود لطیف طنز ومزاح نے ان کی پند ونصیحت کو شاعری کا رنگ دے دیا ہے اور ان کا کلام خشک زاہدوں کے پند گوئی جیسا نہیں رہا بلکہ ایک تبسم زار بن گیا

ہے انکا کلام ہمارے طبیعت کو گدگداتا ہے اور ہمیں سوچنے پر مجبور کرتا ہے یہی سچی شاعری کا وصف ہے یاد رہے۔

طنز و مزاح لکھنا بہت مشکل ہے اس میں ذرا سی بے احتیاطی ناگوار بلکہ طبائع پر گراں ہو جاتی ہے لیکن عبدالرشید چوہدری نے یہ اپنے خیال رنگ محل کو بڑی مہارت سے استوار کیا ہے اور اپنے موقلم سے اس کی آرائش بھی کی ہے اور بی شک ان کے کلام میں استادانہ چابک دستی اور مہارت بدرجہ اتم موجود ہے۔

بقول نظامی

بہ چابکدستی و استاد کاری
کنی در کار این قصر استواری

ایک مزاحیہ نظم

اک بڑھاپو ہی دوجی شادی ماں رکاوٹ نیں تھو
پہلی ٹبری بھی رکاوٹ نالے مہنگائی بھی ہے

بال کالا کرن کو ہتھ آگیو شرعی جواز
لے کے قینچی خاصی خاصی داڑھی کترائی بھی ہے

ہوگیا ہیں ما ڈَرنْ اس دور کا کئی مولوی
شرٹ بھی پتلون بھی گردن ماتھ نِک ٹائی بھی ہے

دس کے اک نازک کلی، ڈولی ماںْ جھڑی گھل دِتی
قد تیں بدھ کے اُس کی موٹائی بھی چوڑائی بھی ہے

عبدالرشید چوہدری کی نعت گوئی اور غزل گوئی بھی لاجواب ہے اور یہاں کہنا بے جا نہ ہوگا کہ موصوف عصر حاضر میں گوجری کے دو تین بڑے باحیات شعرا کی صف میں آتے ہیں۔

یارمی منّی تھی مشکل ما آسانی ہوگئی
بن گیو کم پیچ کھادو میں بھی لیلو پیر کو

مــزید نمونہ اشعــار :

سینہ مانھ دل دھڑکے پر
کاہناں دھڑکے یار بناں

ہوں تے سوہنی پیار کراں
مُدّت تیں اظہار بناں

ایک اور غزل کے چند اشعار

سجداں کو جے رکّھے شونق
رکھیئے سُتھری سُتھری نیت

مناں دیوے سبق نماز
سب انساناں کی پرتیت

دل بچ کالکھ کلوں لے
خلقت کاہناں گئی مسیت

عبدالرشید چوہدری کی نعت گوئی

جدید گوجری ادب میں ۱۹۶۵ء کے آس پاس غزل کے ساتھ ساتھ نعت گوئی کا رجحان عام ہوا۔ حاجی شمس الدین مہجور سیلاں سرنکوٹ نے مشہور نعت لکھی جس کے کچھ اشعار یہ ہیں :

خدایا مدینہ کو دربار دسیے
شہنشاہِ دو عالم کو بازار دسیے

سمندر کی لہراں میں نہ جہاز ڈُبّے
تو سنگ خیر کے جہاز ناں پار دسیے

گلی بیر علی کی توں لنگھتاں خدایا
مدینہ کا روضہ کا مینار دسیے

رہوں دیکھتو سبز گنبد نا مُڑ مُڑ
مدینہ کا بنگلاں کا چمکار دسیے

حاجی شمس الدین مہجور

اس نعت میں ایک عاشق رسول علیہ السلام کی فریاد اور اشتیاق موجیں مار رہا ہے ہند سے سمندری جہاز کا سفر آٹھ دس دن اور اتنی راتوں کا ہوتا تھا سب سے بڑا سمندری جہاز اکبری تھا۔ سمندری سفر کے دوران دل میں گزرنے والے خطرات کو مہجور نے بخوبی بیان کیا ہے۔

اس میں شک نہیں پچھلے پچاس سالوں میں ریڈیو پروگراموں اور عوامی مجلسوں میں اس نعت کو بے حد پزیرائی ملی ہے میرے خیال میں ہمارے خطۂ پیر پنجال میں گوجری کے حوالہ سے یہ نعت حرف آخر سمجھی جاتی رہی ہے نعت میں سوز وگداز عیاں ہے۔

اسرائیل اثر نے بحر ہزج مسدس محذوف میں نعت پاک لکھی جس کے ایک دو شعر تخیل پردازی و خیال بافی کے اعتبار سے قابل ذکر ہیں:

زمیں تے عرش تک اک پل ما پہچے
نگہ جُھگّی میری ور ایک پایئے

یہ ٹیپا گُل تے ہر ذرّہ نسیمے
درودِ اشنا محمد نا پہچایئے

اسرائیل اثر

ظاہر ہے جو سوز و گداز اور وفورِ شوق، مہجور کی نعت میں پایا جاتا ہے اور اوزان بھی کھینچ تان کر برابر کیئے ہیں لہذا اسرائیل اثر کی لکھی نعت میں وہ کیفیت نہیں پائی جاتی بہرحال ان کے دلی جذبات کی قدر کرتے ہیں۔ عبدالرشید چوہدری نے شمس الدین مہجور کی نعت میں استعمال کی گئی بحر کو کس بلاغت سے باندھا ہے عقل دھنگ رہ جاتی ہے:

شعر

دروداں کا گجرا، سلاماں کی ڈالی
لے آیو ہوں آقا، کھلو ہوں سوالی

عبدالرشید چوہدری

بحر ہندی مربع مضاحف ایک مشہور و معروف آہنگ ہے جس کا آخری رکن کبھی پورا اور مضاحف استعمال ہوتا ہے

ایک وزن: فعلن فعلن فعْل فَعَ یہ ہے افاعیل میں رخصتیں برتی جاتی ہیں

اس آہنگ کی خوبصورتی عبدالرشید چوہدری کی نعت میں اوج پر دیکھی جا سکتی ہے۔

فرش تیں لے عرشاں تک
کت کت مہاری گل نہ کی

وس *جمیو نِنجھ جمیو وہ
جس نے تھاری گل نہ کی

قلم گھسائیں دنیا نے
اجھاں وی پوری گل نہ کی

* وس یعنی عبث

بحر متدارک مثمن میں لاجواب نعت کے اشعار

اُن کی گلیاں کو رُوڑو سَمَرْ کے لے آ
تیرا درداں کی یاہی دوا لازمی

اُن کی صورت تے کردار ہیں سامنے
اُن کی سیرت عَمَل ماںھ لے آ لازمی

نیچے دی گئی نعت میں جس کیفیت کا وِرد ہوا ہے وہ بیان سے باہر ہے عبدالرشید چوہدری کی یہ نعت اب تک کی گوجری کی بہترین نعت کہی جا سکتی ہے اس کی بحر بھی مہجور والی ہی ہے یہاں عاشق رسول علیہ السلام مہجور کی طرح بازار کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ رسول پاک علیہ السلام کے تصور میں گم ہو جاتا ہے اور اسے وہ دنیا و مافیہا کی پروا تک نہیں ہوتی ۔کمال کی نعت ہے ۔

نعت

مدینہ مانھ پُجیو ہوں اکھ میچ لیں تے
بزاراں مانھ پھر یو ہوں اکھ میچ لیں تے

مدینہ تیں مکّے تے مُڑ کے مدینے
خیالاں مانھ ٹُر یو ہوں اکھ میچ لیں تے

تصوّر مانھ غارِ حرا ہیر آیو
کعبہ تیں مُڑ یو ہوں اکھ میچ لیں تے

مواجہہ مانھ ہووَو ہوں بلِّغ سلامی
ادب نال کھلیو ہوں اکھ میچ لیں تے

ہزاراں فرشتہ تے خلقت سلامی
فرشاں مانھ رلیو ہوں اکھ میچ لیں تے

عبدالرشید چوہدری

عبدالرشید چوہدری کے نعتیہ شعری مجموعہ ''ہور تے پلّے کُجھ وی نیں'' کا تجزیہ:

ہزار بار بشویم دہن بہ مشک و گلاب
ہنوز نامِ تو گفتن کمال بے ادبیست

عبدالرشید نے اسی سے ملتی جلتی کیفیت کا اظہار کمال بلاغت سے رواں بحر میں یوں کیا ہے:

سوبار زباں دھوئیے سرکار کو ناں لیتاں
اتھروَاں تے وضو کرئیے سرکار کو ناں لیتاں

ازل تیں ابد فیض جاری ہے جس کو
یوہ رحمت کو دریا رواں کتنو سوہنو

ہُوا جگ ماہ کتنا ہُوا سوہنا سوہنا
وہ سب سوہناں کے درمیاں کتنو سوہنو

یعنی

اس جہان میں کتنے ہی حسین وجمیل لوگ ہو گزرے ہیں وہ یعنی آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سب حسینوں میں خوبصورت ہے یہ اشعار پڑھ حضرت حسان کے نعتیہ اشعار کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔

یہاں جمال سے مراد ہر دو جمال ظاہر و باطنی ہے عبدالرشید چوہدری نے آنحضرت کی حضوری کی خواہش اور تمنا کا اظہار کیا ہے عاشق تو اپنے معشوق کے قول و فعل کا مطیع و فرمانبردار ہوتا ہے اور تم گناہ کرتے ہوئے محبت خداوندی کے دعویدار ہو بقول امام شافعیؒ

إن المحب لمن يحب مطيع
تعصي الإله وأنت تظهر حبه

الشافعی

تھاری سُنتو ،تھاری منتو
ہور نہ سُنتو منتو آقا

تھاری سوچ ہی سوچی ہوتی
دنیا وِچ نہ پھستو آقا

عبدالرشید چوہدری نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کی لئے سچے دل سے دعائیں کی ہیں :

شعر

خدا یا عطا کر نبی جی کے صدقے
محبت اویسی اطاعت بلالی

اور آنحضرت علیہ الصلوٰ والسلام کی جامع الکمالات ہستی مبارک کے عملی پہلوؤں کو بھی ضبط تحریر میں لانے کی سعی کی ہے بیشک آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غریب پروری، اخلاق حسنہ دنیا کے لئے مثالی حیثیت رکھتا ہے جس عمل پر ان کی مہر نہیں وہ سکّہ کھوٹا ہے نیچے دیے گئے اشعار میں موصوف نے استفہامیہ لہجہ میں کئی سوال کئے ہیں جنکا جواب سوالات کے اندر ہی رکھ دیا ہے کس مہارت اور کس کمال کا اظہار ہوا ہے:

کس کے پیروں روتا ہسیا
لسّا سینے لایا کس نے

کس نے ظلم کا سنگل کپیا
لوک آزاد کرایا کس نے

ایک اور نعت کے اشعار:

کالی راتاں ماںھ کس نے سویرو کیو
دور دنیا تیں کِس نے اندھیرو کیو

سبق کس نے پڑھایو مساوات کو
کس نے رُلتاں ناں چا کے اُچیرو کیو

بھن دتا سارا رسماں رواجاں کا بت
حق تے باطل کو کس نے نکھیڑو کیو

اسلامی عمارت کی بنیاد مساوات پر رکھی گئی ہے بے شک حسن اخلاق ہی آدمی کی فضیلت کی پہچان ہے یہی تقوی کی حقیقت ہے اور معیارِ شرافت۔

اسلام میں کنبہ پروری اور خاندانی وجاہتوں کے بجائے فرد کا کرداراور حسن عمل ہی ہر اک فضیلت کا معیار ہے صاف دوٹوک الفاظ میں کہہ دیا گیا ہے:

''لافضل لعربی علی عجمی، ولا لعجمی علی عربی، ولا لأبیض علی أسود ولا لأسود علی أبیض اِلا بالتقویٰ'' یعنی کسی عربی کو عجمی پر، کسی عجمی کو عربی پر، کسی گورے کو کالے پر، کسی کالے کو گورے پر کوئی برتری نہیں، مدارِ برتری اور معیارِ اکرام صرف تقویٰ ہے،

عبدالرشید کہتے ہیں:

ہُوا سارا بندہ برُو بر برُو بر
مساوات کی دسیاں راہواں تیں صدقے

محمد کو ناں ہے میرا دل کی ٹھنڈک
میری جان خضریٰ کی چھانواں تیں صدقے

من چگویم کزین جمال و جلال
باشد اندیشہ گُنگ و ناطقہ لال

ہرچہ اندیشہ را بر آن دستست
پیش قدر بلند او پستس

جامی

ترجمہ : میں ان کے جمال و جلال کا بیان کیا کروں وہاں فکر و اندیشہ بہرا ہے اور نطق گونگی ہے۔ جہاں تک بھی فکر کی رسائی ہوتی۔

آنحضرت کی اوصاف بیان کرنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں لیکن عبدالرشید چوہدری نے توفیق ایزدی سے بہت سی عمدہ اور معیاری نعوت کہی ہیں۔

بنایا ہیں جہاں سارا محمد مصطفیٰ وسطے
زمیں اشمان چن تارا محمد مصطفیٰ وسطے

کتنے پڑتل کتنے کائل کتنے بوٹا چناراں کا
بنایا رُکھ یہ چھتنارا محمد مصطفیٰ وسطے

یہاں رعایت وزنی سے ''واسطے'' کو ''وسطے'' باندھا ہے ویسے بھی گوجری میں وسطے ہی موزوں ہے اور واوَ کے بعد کا الف کھینچ کر نہیں پڑھا شاعرانہ مہارت قابل داد ہے ایسے زیر نظر کتاب میں کہیں کہیں کسی شعر میں ٹائپو سرزد ہوا ہے۔

''بلّے بلّے'' پنجابی اور گوجری میں تحسین و آفرنش کا مشہور کلمات ہیں عبدالرشید چوہدری نے اس کو ردیف میں بطور احسن برتا ہے ان کی نعوت میں یہ نعت نہایت خوبصورت ہوئی ہے۔

نیچے دی گئی نعت کا وزن و آہنگ مشہور نعت پاک ''بڑا لطف آیا سویرے سویرے'' کا ہی ہے گوجری میں یہ نعت بھی کسی شہکار سے کم نہیں بلا مبالغہ اس نعت کا ہر

شعر دڑ شہوار ہے سبحان اللہ

نعت پاک

مدینہ کی آب و ہوا بلّے بلّے
زمیں بلّے بلّے فضا بلّے بلّے

طلب تھی کہ آقا کو دربار دیکھوں
طلب بلّے بلّے عطا بلّے بلّے

سلامی نا آیا ہزاراں فرشتہ
سلامی ہے خلق خدا بلّے بلّے

کیو میرا درداں کو آقا نے چارو
مرض بلّے بلّے دوا بلّے بلّے

وسیلے نبی کے دعا منگ کے آیو
قبول ہو گئی ہر دعا بلّے بلّے

سبھے ماندا لاچار بنْ ہوکے آیا
مدینہ کو دارالشفا بلّے بلّے

رشید انکا در تیں گدا لے کے آیو
سنبھالی نیں جاتی گدا بلّے بلّے

عبدالرشید چوہدری

عبدالرشید چوہدری کی حمد نگاری:

سرو سفیدا ہَل ہَل بولیں
یا اُچّیاں تے اُچّیا
کل وڈیائی تیرا کولے، رب سچّیا رب سچّیا

عبدالرشید چوہدری

ترجمہ سرو اور سفیدا کے پیڑ ہل ہل کر کہہ رہے اے سب سے برتر ذات ہر بڑھائی کا سزاوار تو ہے (سبحانہ تعالیٰ)

عبدالرشید چوہدری کی فکری بالیدگی وفنی کمال کا قایل ہونا ہی پڑتا ہے ۔انہوں نے بلند شکر سخن سے ڈھیر سارے پختہ ثمر اتارا تار کر گوجری کی جھولی میں ڈالے ہیں یہ بھری ہوئی زنبیلوں میں سلیقے سے سجائے ہوئے بے داغ ثمر بے حد لذیذ اور فرح بخش ہیں ۔

ایک حمد کی ردیف ''یا رب سچیا توں'' پڑھ کر وجد کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے ہمارے اردگرد طیور زمزمہ پرداز ہوتے ہیں میوہ دار شجر تسبیح پڑھتے دکھائی دیتے ہیں گیاہ وعلف ہواؤں میں وحدت کی عطر پاشی کرتے ہیں یہ جہان ایک وسیع وعریض توحید گاہ بن جاتا ہے ۔ہے کوئی سننے والا ۔۔۔ یہ ردیف کس قدر سحر انگیز ہے ذرا اس حمد کا سے حظ یاب ہوتے ہیں ۔

حمد باری تعالیٰ

کوئل ،کُکّو ،بُلبُل بولے، یارب سچّیا تُوں
باز کبوتر وی چُنج کھولے، یارب سچّیا تُوں
کُہکی ، ہُدہُد، طوطا ، مینا باشا کونج اُڈار
شوہڑی ماہی تسبیح رولے، یارب سچّیا تُوں
نرگس،موتیو،کنول بنفشو،پھُل ہر دُل گلاب
پُھلا کی خوشبو ماھ دہسے یارب سچّیا تُوں
سیب خوبانی، بگو گوشہ داخ انگور
مٹھو ماکھی منہ ماں گھولے،یارب سچّیا تُوں
بُوٹو، بوٹو، پتّر، پَتّر ، تُنگ بیاڑ دیار
توت شہتوت اکھوڑی بولے،یارب سچّیا تُوں
تے ست سمندر پانی پانی، ندیاں کو شونکار
لہریں بحریں نیڑے کولے،یارب سچّیا تُوں
عیب بڑا مُج پہارا،پہارا،بخش، ستّار غفّارا
رکھیے دنیا کولوں اوہلے، یارب سچّیا تُوں
سکھنو کر کے دل کو ڈولو،کوچ رشید لے آیو
کہل دے خیر توں سکھنے ڈولے یارب سچّیا تُوں

عبدالرشید چوہدری

اس حمد کے مزکورا بالا اشعار میں قافیہ کا التزام اور الفاظ کا دروبست خوب ہوا ہے البتہ کچھ اشعار طوالت کے خوف اور دیگر وجوہات کی بنا پر یہاں شامل نہیں کئے گئے ہیں ۔ایک اور منظم کالا جواب شعر:

سروسفید اہَن ہَن بولیں یا اُچّیاں تے اُچّیا
کل وڈیائی تیرا کولے ،رب سچّیا رب سچّیا

یہ نیچے دی گئی حمد سیف الملوک کی بحر میں ہے جس کے ہر مصرعہ میں ۲۸ ماترائیں ہوتی ہیں پہلا وسرام (وقف) ۱۶ ماتراؤں پر ہوتا ہے اور دوسرا وسرام ۱۲+۲ (چال کی ماترائیں یعنی ۱۴ پر ہوتا ہے۔

میاں محمد رح کا شعر

درد ہووے تے آہ نکلدی، کوئی نہ رہندا جر کے
دلبر اپنے دی گل کریئے، ہوراں نوں مونہہ دھر کے

پنجابی کے ناقدین نے تصریح کے ساتھ لکھا ہے کہ حافظ برخوردار، دمودر، ہاشم شاہ غلام رسول عالم پوری اور امام بخش وغیرہ نے یہی بحر استعمال کی ہے

عبدالرشید چوہدری نے نیچے دی گئی حمد باری تعالیٰ میں محولہ بالا چھند کو نہایت چابک دستی سے برتا ہے یقیناً یہ شاعری گوجری ادب میں گرانقدر اضافہ کی حیثیت رکھتی ہے اور معیار کا تعین بھی کرتی ہے۔

حمد باری تعالی (جل جلالٗ عمّہ نوالہٗ)

عمر گناہواں اندر گالی، یا رب توبہ توبہ
در تیرا ور کھلو سوالی، یارب توبہ توبہ

وحدہٗ لا شریک الٰہی، پاک شریکوں شرکوں
تیرو رُتبو سب تیں عالی، یارب توبہ توبہ

اُس کے مہابے بخش خدایا عیب میرا مُچ پہارا
جس کے موہنڈے کملی کالی، یارب توبہ توبہ

کرم تیرا کی ساہی مولا، ہور نیں کوئی چارو
عملاں آلو دفتر خالی یارب توبہ توبہ

کورو پلّو داغی کیو، کالکھ مل گنوایو
بخش خدایا کھلو سوالی، یا رب توبہ توبہ

کھلو رشید سوالی مولا، فضل تیرا کی ساہی
بھر دے میری جھولی خالی یارب توبہ توبہ

عبدالرشید چوہدری

عبدالرشید چوہدری کی اصلاحی گوجری شاعری:

میرا اُمتا نین سمندر
مُچ دردیلہ بین سمندر

کوزہ ما ہے بند دریا
قطرہ ما بے چین سمندر

میں اک پھٹکو پانی منگیو
اے پر اُس کی دین سمندر

ترجمہ

شعر ا۔میرے امنڈتے ہوئے آنسوسمندر،بہت ہی درد بھرے بین (نالے) سمندر ہے۔

شعر ۲۔کوزے میں بند دریا قطرے میں بے چین سمندر ہے۔

شعر ۳۔میں تو قطرہ مانگا تھا لیکن اُس کی (دین) عطاسمندر ہے۔

شاعر کے ایک شعر سے اس کی فصاحت بلاغت اور ندرت معانی کا اندازہ لگ جاتا ہے فارسی کا محاورہ ہے۔مشت نمونہ خرواراست لیکن یہاں معاملہ جدا ہے،جس غزل یا نظم کو پڑھتا ہوں اس میں سے کچھ نیا اور انچھوا شعر مل جاتا ہے نین سمندر کے آغاز میں شاعر کے حالات زندگی اور نجی معاملات کا اجمالی ذکر ہوا ہے۔

عبدالرشید چوہدری کا اصل اعجاز فکری اور مزاحیہ غزلیں/نظمیں ہی ہیں ان کی حمد وثنا اور نعوت کے بارہ میں پہلے ہی مفصل مضمون لکھ چکا ہوں۔

رشید پریم کوٹی نے محبوب کا سراپا بھی موثر انداز میں لکھا ہے

واز ماں ایسی چھنک کہ بنگ کریں چھنکار تیں توبہ
اکھ نیشلی ما یو کاجل کیسو سوبھے توبہ
قد سرو کی گل نہ پچھو زلفاں کی زنجیر تیں توبہ
رخ خوبانی سیب پکّا کی رس چوئے رے توبہ توبہ
گورو رنگ تے ٹھوڈی اپر کالا تل کو جادو

ایسا جادو سحر کو منتر پھُرے نہ ہوٹھے توبہ توبہ

خالص غزل کی صنف کے ساتھ بھی عبدالرشید پریم کوٹی نے انصاف کیا ہے الفاظ کی نشست و برخاست اور حسن استعمال اپنی مثال آپ ہوا ہے

ایک غزل

انّکھاں ما افسانہ رکھیا چہرو کھلّی کتاب
بن کے ناگر نیش سمندر اکھوں ڈلھی کتاب

بے معنی بے لذت جہیا ورق کالا کیا
کجھ دیاہاڑاں پیچھّوں ردّی تلُی کتاب

مُدتاں تیں سطرنج پر ٹنگی، کلوں کلوں ہوئی
چاہڑ کڑہنجی ٹنگیاں ٹنگیاں کھا گئی اُلّی کتاب

کشتی جہاز بنانویں بچّہ ورقو ورقو پاڑ
دادا ابّا کی لکھی وی اسراں رُلّی کتاب

انکا مزاحیہ کلام لاجواب ہے اور طنز بھی بے مثال۔

دین منہ زوراں کے ہتھ دنیا ہے بدماشاں کے ہتھ
فیصلو چڑیاں کی ہے تقدیر کو باشا کے ہتھ

آہلنو تے بن گیو تھو تیلو تیلو جوڑ کے
آنڑاں بچاں کو ہے ہُن فیصلو کاگاں کا ہتھ ماں

ترجمہ شعر ا۔ دین منہ زور ملاؤں کے ہاتھ میں آگیا اور دنیا بدمعاشوں کے قبضے

میں آ گئی۔ چڑیوں کی تقدیر کا فیصلہ بازوں کے ہاتھ میں ہے۔

شعر ۲۔گھونسلہ تو میں نے بنالیا تھا تنکا تنکا جوڑ کر لیکن اب انڈوں اور چوزوں کا فیصلہ کوّے ہی کریں گے؟

''ہوں تے اڈّا ہور'' یعنی میں اور میرا والد صاحب شاہکار مزاحیہ نظم ہے اس نظم میں پورے گوجر سماج میں ہونے والے مظالم کی داستاں رقم کر دی ہے۔

پڑھن لکھن تے نستا رہیا ہوں تے اڈّا ہور
بوری توڑا ڈھواں پیا ہوں تے اڈّا ہور

سوچ سیانف آلا سارا لوک مدرسے ٹریا
گاں تے بھیڈ چراتا رہیا ہوں تے اڈّا ہور
کھڑپینچاں کا دّسن اُپر ساڑیا کوٹھا گھاء
خبرے کے کے کرتا رہیا ہوں تے اڈّا ہور

ہوٹل اُپرِ بیٹھ کے منصف رگڑ رہیا تھا مُرغا
تھانے ککّڑ بنیا رہیا ہوں تے اڈّا ہور

موٹاں موٹاں نے لیا رتّا رتّا نوٹ
سُکّا نعرہ لاتا رہیا ہوں تے اڈّا ہور

نک نقشو اک سوہنو دیکھ کے فٹ کڈھا رو کیو
آن کچہری پھسیا رہیا ہوں تے اڈّا ہور

عبدالرشید چوہدری

ترجمہ:

شعر ۱۔پڑھنے لکھنے سے کتراتے رہے میں اور میرا والد اب بوریاں اور توڑے ڈھو رہے ہیں میں اور میرا والد۔

شعر ۲۔سوجھ بوجھ رکھنے والے لوگ اسکول اور کالج میں داخل ہوئے گائے بھینس چراتے رہے میں اور میرا والد۔

شعر ۳۔کھڑ پنچوں اور مقدموں کے کہنے پر ہم نے لوگوں کے مکان اور گھاس کے ذخیرے جلائے اور پتہ نہیں کیا کیا الٹ کرتے رہے میں اور میرا والد۔

شعر ۴۔شعر منصفوں نے ہوٹل ہر بیٹھ مرغے اڑائے ہیں اور تھانے میں مرغا بنے رہے میں اور میرا والد۔

شعر ۵۔بڑے بڑے سرداروں نے سرخ نوٹ لئے اور ہم مفت ہی گلے پھاڑ پھاڑ کر نعرے لگاتے رہے میں اور میرا والد۔

شعر ۶۔ناک اور نقش دیکھ کر ایک عورت کو بھگا لیا elopement کی سزا یعنی اغوا کے کیس میں پھنس گئے میں اور میرا والد۔

اس کے علاوہ پیروں کی لوٹ مار کا بھی خوب ذکر کیا ایک جگہ کہتے میں تو پیر کا چوڑا چکلا چہرہ مہرہ دیکھ کر اس کے دام میں جا پھنسا تھا لیکن اس کی نظر میرے بھینسے پر تھی دراصل اس زمانے کے تقریباً ہر ہر پیر کی نظر مرید کی جیب پر لگے بکسوئیں safety pin پر ہوتی ہے

قوم

یاہ چادر ہم نے بیتر چھوڑی
ادھ بچھکاروں لے کے کات

موٹا کہیں لسّاں ناںْ دبّو
موڑ دباؤ اُٹھن سات

پڑھ گیا تے دبنا مشکل
کھسّو ہتھّوں قلم دوات

عبدالرشید چوہدری

ترجمہ:

شعر ۱۔ یہ چادر ہم نے قینچی سے پارہ پارہ کر ڈالی۔

شعر ۲۔ سرمایہ دار کہتے ہیں غریبوں کو اُٹھتے ہی دبا ڈالو۔

شعر ۳۔ اگر غریب لوگ پڑھ گئے تو انہیں دبانا مشکل ہو جائے گا۔ لہٰذا ان سے قلم دوات چھین لو۔

ملاں نظم

فرقہ واری دہشتگردی
چارے گُتّھ فساد ملّا
مقتدیاں کی رگ رگ بدیو
شر فساد عناد ملّا

حلوۂ　چندو　مرغ　پلاؤ
سانجھو　اک　سواد　مُلّاں

ترجمہ

شعر ۱۔ملاوں نے دہشتگردی terrorism اور فرقہ واریت کو بڑھاوا دیا۔ملا نے دنیا کے چار کونے فساد سے بھر دیے۔

شعر ۲۔ملاوں نے اپنے ماننے والوں میں اپنی صحبت سے شر عناد فساد کا زہر پھیلا دیا۔

شعر ۳۔ملا کی طاقت اور زور صرف چندہ کے روپے پر یہ لوگ مل کر مرغ پلاؤ کھاتے ہیں گویا انکا سواد و مفاد یا ذائقہ مشترک ہے۔

یعنی ملا اور ان کے مقتدی ایک ہی تھیلے کی چٹے بٹے ہیں۔

گوجری نظم ہیکھی (حسرت) مع اردو ترجمہ :

ماہل　پنجال　کو　تلّو　ہوتو
نیلو　کہاہ　مصلّو　ہوتو

ہور　نہ　کوئی　ہوتو　دل　مانھ
دل　مانھ　رب　اکلو　ہوتو

اندروں　باہروں　اُس　کو　ہوکے
اُس　کے　باندے　کھلو　ہوتو

نیچھ　عبادت　اُسکی　کرتو
ہور　نہ　کوئے　رَلُو　ہوتو

پاگل پاگل دنیا کہتی
اُس کی یاد ماٹھ چھلو ہوتو

عبدالرشید چوہدری

ترجمہ

شعر ۱۔ کاش میں پنچال کی گگر کا سبز تلّا (green patch) ہوتا اور ہری گھاس، مصلیٰ ہوتا۔

شعر ۲۔ میرے دل میں کسی اور کا گزر نہ ہوتا اور صرف اک وحدہٗ لاشریک ہوتا۔

شعر ۳۔ میں ظاہر اور باطن ایک جیسا ہو کر اس کے سامنے کھڑا ہوتا۔

شعر ۴۔ میں اس مالک کی مخلصانہ عبادت کرتا اس میں رتی بھر ملاوٹ یا شرک نہ ہوتی۔

شعر ۵۔ مجھے دنیا پاگل پاگل کہتی اور میں اُس کی یاد میں ہوش باختہ (دیوانہ) ہوتا
''چھاڑ ولا'' نہایت خوبصورت نظم:

اُٹھ رے چھلیا ڈوریا، چھاڑ ولا

جھاڑ ولگا، استعاراتی کلمات ہیں عبدالرشید چوہدری نے ان چند ہلکے پھلکے اشعار میں ایک بہت بڑا پیغام سمیٹ دیا ہے کوئی تصنع نہیں کسی بناوٹ کا شائبہ نہیں خود بخود تسنیم وکوثر میں دھلے ہوئے الفاظ ہمارے دل پر رم جھم برستے ہوئے محسوس ہوتے ہیں یہاں الفاظ دکھائی ہی نہیں دیتے فقط خیال ہی رنگ ونور کی پھوار کی طرح برس رہا ہے یہ وہی شاعری ہے جس کی تعریف ورڈ لیس یعنی بے لفظ شاعری ہے۔

"wordless as the flight of birds."

یہاں پرندہ نہیں دکھائی دیتا نہ ہی اس کے پر۔۔۔۔بلکہ صرف اس کی پرواز دکھائی دیتی ہے۔سبحان اللہ

یہ اشعار شاعری سے زیادہ کسی روحانی مقام پر فائز شخص کی قلبی واردات کا نتیجہ معلوم ہوتے ہیں۔

کسی زمانے ابوسعیدؒ نے کہا تھا
باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما در گہ نومیدی نیست
صد بار اگر تو بہ شکستی باز آ

لوٹ آلوٹ آ آتو جو بھی ہے لوٹ آ(یعنی برائی چھوڑ کر ہماری طرف لوٹ آ)

تو کافر مجوسی بت پرست جو بھی ہے لوٹ آ ہماری درگاہ میں ناامیدی نام کی چیز ہے نہیں اگر تو نے سو بار توبہ توڑی ہے تو بھی لوٹ آ۔

عبدالرشید چوہدری کی یہ نظم اسی قسم کے مست مولا عاشقوں جیسی شیفتگی اوروالہانہ انداز کی حامل ہے۔ نظم مع اردو ترجمہ

اُٹھ رے چھلیا ڈوریا چھاڑو لا
رپھڑ ہیں مُچ رمیا چھاڑو لا

ترجمہ:

اٹھ، ارے اور ناداں بہرے جھاڑو لگا
تونے بہت سے جنجال سر لئے ہیں ، جھاڑو لگا

دِل مسیت کے بہڑے بہاری پھیر
اُٹھ رے سُتیا سُتیا چھاڑو لا

ترجمہ

دل مسجد کے صحن میں جھاڑو لگا
اٹھ او سوئے سوئے پڑے ہوئے شخص، جھاڑو لگا

کِس نے رُوڑو سٹیو یوہ نہ ہیر
چھاڑو مارن آلیا چھاڑو لا

ترجمہ :یہ نہ دیکھ،کس نے کوڑا کرکٹ پھینکا ہےتو جھاڑو مارنے والا ہے لہذا جھاڑو لگا۔

ہر اک دِل دالان مانھ نفرت ہے
کنڈا ہیں مُچ جمیا چھاڑو لا

ترجمہ :ہراک محراب دار کشادہ عمارت (دالان) میں نفرت کے کانٹے اگ آئے ہیں جھاڑو لگا۔

نفرت کا مُچ اجڑ چھڑیا ہیں
پیار محبت ہیں مُچ سمیا چھاڑو لا

ترجمہ : نفرت کے غول ہرطرف پھیل گئے ہیں پیارمحبت کاقحط پڑا ہے،جھاڑو لگا۔

متھاں وچ کرہٹھ کرونج نہ ھیر
کالا مُچ مراڑا کھِنڈیا چھاڑو لا

ترجمہ: تو ماتھے کی شکنیں اورمنڈلاتے بادلوں کے سائے نہ دیکھ۔ ہرطرف ادھ جلی لکڑیاں سلگ رہی ہیں، جھاڑو لگا۔

لگی اگ ورچھیتی پانی ڈوہل
خبرے کتنا پھانبڑ بلیا، چھاڑو لا

ترجمہ: تو اس پھیلی ہوئی آگ پر فوراً پانی چھڑک پتہ نہیں کتنے ہی سوزانی شعلے اٹھ چکے ہیں، جھاڑو لگا۔

ماخذات

۱۔ نین سمندر شعری مجموعہ، از عبدالرشید چوہدری پریم کوٹی، مطبوعہ ۲۰۱۰ باردوم ۲۰۱۵ عیسوی

۲۔ ''ہور تے پلّے کجھ وی نیں'' نعتیہ شعری مجموعہ از عبدالرشید چوہدری پریم کوٹی

منشا خاکیؔ کی گوجری غزل گوئی

۱۹۵۹ء تا عیسوی

آخر گل تیں لاہنی پے گئی
ہوں اُس پاٹی لیر نا رُنّو
(منشا خاکی)

ترجمہ : آخر کار اسے گلے سے اتارنا پڑا، میں اُس پھٹے ہوئے کپڑے کی حالت یا انجام پر رو دیا۔

پیس کے منّاں سُرموں کر کے
اکّھاں ماھ توں پالے پہاویں
(منشا خاکی)

ترجمہ : مجھے پیس کر سرمہ کر ڈالو اگر تم چاہو تو آنکھوں میں بھرلو

بلتی اگ ما سٹ کے منّاں
چر لایو تے پچھتاوے گو
(منشا خاکی)

ترجمہ : جلتی آگ میں مجھے ڈال کر اگر تو نے آنے میں دیر کردی تو تُو پچھتائے گا؟

نہایت باوقار خاموش طبع عزم و استقامت اور صبر و استقلال کے پہاڑ ایسی شخصیت جس نے کبھی کسی گستاخ کی بھی دلآزاری نہیں کی اگر کوئی شفقت سے ملا تو دل و جان سے اسی کے ہو لئے اگر کسی نے بے اعتنائی برتی تو اسے اپنی عالی ظرفی سے درگزر کر دیا کلچرل اکیڈمی میں ریسرچ ورک جانفشانی سے کیا لخت لخت شعری دیدہ زیب شعری مجموعہ ۲۰۰۳ء منظر عام پر آچکا ہے ۔گوجری کے نامور شاعر اور ادیب اقبال عظیم چوہدری کے گھنے سائے میں ادبی مرحلے طے کئے اور ریاستی کلچرل اکیڈمی میں گوجری کے اڈیٹر رہے نہایت ایمانداری اور خلوص سے فرائض منصبی نبھائے ۔

یہ شعر ان پر منطبق ہوتا ہے

میں پربتوں سے لڑتا رہا اور چند لوگ
گیلی زمین کھود کے فرہاد ہو گئے

چھوٹی بحر میں عمدہ غزل کہتے ہیں

غــزل

دل کو ساز بجا لے بھاویں
آ مناں وی گا لے بھانویں

ہوں کد ہلوں اپنی گلوں
سو باری ازما لے بھانویں

بس اکھاں ما یا فِر یاہ کر
دل ما ڈیرو لالے بھاویں

پیس کے مناں سُرموں کر کے
اکھاں ماتھ توں پالے بھاویں

منشا خاکی کا شعری اسلوب

ذری تھوہ نہیں چلتو مناں رستا کو
ڈیرے جاتاں بھُلوں نہ تے کے چارو

میرو سوٹھو گنڈھ ہے مرنو بھُورا کی
ہر پہڑا ماں کُھلوں نہ تے کے چارو
(منشا خاکی)

ترجمہ:

شعر:۱

مجھے تو ذرا دھیان نہیں رہتا اپنے ڈیرے یعنی گھر کا راستہ بھی بھولے بغیر نہیں بنتی یعنی گھر کا راستہ بھول ہی جاتا ہوں۔

شعر:۲

میرا ''سوٹھا'' یا ''وہ جانے کہنا'' اونی لوئی کی گانٹھ کی طرح ہیں میں ہر پہڑا یا بڑی پوہڑی پر چڑھتے ہوئے کُھل جاتا ہوں۔شعر

تو تے بھانویں جس کو ہو جا
میں نہیں یار وٹایو کہیئے

ترجمہ: جو چاہے جس کا مرضی ہو جا اسے اتنا کہنا کہ میں نے یار جانی دوست نہیں بدلا۔

سہل ممتنع اشعار

اُس نے وی کد صرفو کیو
دیتاں بے شمار دِتّو ہے

کد خبرے وہ پُچھ بیسے گو
اس نے سب ادھار دتّو ہے

لاجواب اشعار ہیں

ترجمہ:

اس نے دیتے ہوئے کب کفایت شعاری یا کنجوسی کی ہے

دیتے وقت اس نے بے شمار دیا ہے

شعر ۲۔ پتہ نہیں وہ کب حساب مانگ لے، اس نے سب کچھ ادھار دیا ہے

محاسبہ پر کمال شعر ہے۔

اسلوب کا معنی میں بہت اختلاف ہے البتہ اسلوب نثر یا شعر لکھنے اور کہنے کا سلیقہ ہے ایسا مخصوص اندازِ بیان جسے ایک لکھاڑی وضع کرتا ہے اسلوب میں ایسی مخفی خوبیاں یا اوصاف ہوتے ہیں جو بظاہر کچھ خامیوں پر پردہ ڈال دیتے ہیں۔

اسلوب سے مراد وہ طرز نگارش بھی ہے جس کی بنا پر شاعر یا ادیب دوسرے لکھنے والوں سے متمیز ہوتا ہے میر امن کی باغ و بہار میرؔ کی غزلیں، غالبؔ کے خطوط، غالبؔ و اقبالؔ کی شاعری، ابولکلام آزاد کی نثر (غبار خاطر) اردو کے جیتے جاگتے اسالیب ہیں۔

یاد رہے ہر انفرادیت یا نرالا پن اسلوب نہیں کہلاتا بلکہ اسلوب وہ ہے جس کو ہر حسّاس قاری کا ذوقِ سلیم اچھا سمجھے اور تحریر میں ساحرانہ کشش و جاذبیت کا حامل بھی ہو۔

اسلوب کامل کی سرحدیں ابلاغ وارسال سے ملتی ہیں یعنی نظم یا نثر کی اثر آفرینی یا وہ قاری کے ذہن پر کتنا دیر نقش چھوڑتی ہے اسلوب کا خاصہ ہے۔

شیکسپیئر کے بارہ میں کسی نے کہا تھا۔

''وہ غلط انگریزی لکھتا ہے کتنی اچھی انگریزی لکھتا ہے''

یعنی قاری پر اپنی ایک چھاپ چھوڑتا ہے اور صاحب اسلوب کی تحریر بعض نقائص کے باوجود حساس قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہے۔شعری اسلوب میں آہنگ اور الفاظ کی نشست و برخاست بھی اسلوب کا پتہ دیتے ہیں۔جیسے غبار خاطر کی لفاظی تخیل آرائی کے پردہ میں بری نہیں لگتی بلکہ اس میں چھپ جاتی ہے غالب کی فارسی زدہ اردو بھی طبع پر گراں نہیں گذرتی۔جبکہ ظفر اقبال کی یہاں بریزر اور بنیان مستعمل الفاظ ذوق سلیم کو سخت چُبھتے ہیں بلکہ سوہان روح بن جاتے ہیں۔

اب چونکہ جدید گوجری شاعری کی عمر سو سال بھی نہیں ہوئی اس میں کسی بڑے صاحب اسلوب شاعر کا پیدا ہونا فی الحال التوا میں پڑا ہے زبان ابھی ابتدائی مراحل طے کر رہی ہے تاہم مخلص وجدانی اقبال عظیم صابر آفاقی اسرائیل اثر،منشا خاکی اور رفیق انجم، شعرا نے مختلف اسالیب کی نیو یا بنیاد ضرور رکھی ہے۔

منشا خاکی کا اسٹائل مخلص وجدانی کے قریب ہے سیدھے سادھے الفاظ،سہل ممتنع شعر کہتے ہیں ان کی شاعری ان کے مشاہدات پر منتج ہوتی ہے اس لئے پڑھنے والوں کو اپنی دلی واردات تاثر دیتے ہیں اور ہر قسم کا قاری ان کی شاعری میں اپنے جذبات کو منعکس پا کر محظوظ ہوتا ہے بقول حضرت غالب

دیکھنا تقریر کی لذت کہ جو اس نے کہا
میں نے یہ جانا کہ گویا یہ بھی میرے دل میں ہے

منشا خاکی کے نیچے دیے گئے اشعار سے ان کے اعلی ذوق اور معیار کا پتہ چلتا ہے میرے خیال میں اقبال عظیم مخلص وجدانی صابر آفاقی نسیم پونچھی اور اسرائیل اثر کے بعض اشعار کے علاوہ ایسے گندھے ہوئے well knitted مکمل اور فکر انگیز اشعار فی الحال کسی دوسرے شاعر کے نہیں ملتے ہیں۔

منشا خاکی کے دس لافانی اشعار

چنگی مندی گل وی لوک نبھاویں تھا
اچّو بول کون جرے اس بستی ماں

نیں بھاتی یاہ مندی عادت دنیا کی
اپنی عزت گوجے پاکے رکھے کر

میں نہیں پچھیو تیرے بارے لوکاں توں
آپے گل کریں تھا تناں کے دسّوں

سوچ سمجھ کے رہیئے، گیو جے شہراں ماں
گوجرا سوٹھا مہارا نہ لے کے جائیے

قدر کسے کا اتھروں کرتاں کی یارا
کس کی اکھوں چویا ہیں، یاہ توں کے جانے

اُڈّن کی نہیں سائی اِس نا
جُساّ پر ہیں کھم بہتیرا

موج آ آکے ٹکّر مارے
پچّھاں مُڑ کنارا کہیں تھا

جڑ میریں نیلیں ہوتیں
ہوں وی پتّر ہریا کرتو

رحمت کو وہ بدّل تکیے برہیا ماں
گجّے ارار تے پار برے گو ایسوں وی

ساراں کا دُکھ سانجھا میرا
ہوں غریب امیر نا رُنّوں

منشا خاکی کی لاجواب غزل

غـــزل

رُنّو وقت آخیر نا رُنّو
متھا کی تقدیر نا رُنّو

آخر گل تیں لاہنی پے گئی
ہوں اُس پاٹی لیر نا رُنّو

سارا مِنّاں ہستا دسّیں
ہوں کھڑا دلگیر نا رُنّو

بوہے بوہے بجیو پھریو
ہر حیلہ تدبیر نا رُنّو

سارا کا دُکھ سانجھا میرا
ہوں غریب امیر نا رُنّو

ایویں سوٹھا ہاڑا کریا
منشا کی اِس ریر نا رُنّو
(منشا خاکی)

ماخذات

ا۔ ''لخت لخت''شعری مجموعہ،ازمنشا خاکی،مطبوعہ ۲۰۰۵عیسوی

چوہدری حسن پرواز کی ترجمہ نگاری و ڈرامہ نویسی

۱۹۶۱تا عیسوی

حسن پرواز مانے ہوئے پروڈیوسر اور براڈ کاسٹر ہیں۔ان کا تعلق راجوری کے دہریاں گاؤں کے کسانہ خاندان سے ہے۔بے شک گوجری لکھائی یا لکھاوٹ کے اصول مرتب کرنے کا بانی چوہدری بشیر الدین نسیم پونچھی ہی ہے۔گوجری شاعری کو معیار اعتبار وقار دینے والے پہلے شاعر اقبال عظیم ہیں معیاری اردو نثر نگاری کی شروعات نسیم پونچھی نے ہی کی۔

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر
لوگ ساتھ آتے گئے اور کارواں بنتا گیا

گوجری کے پہلے مستند شعراء کی فہرست میں ذبیح راجوری،اسرائیل اثر،نسیم پونچھی ،اقبال عظیم اور مخلص وجدانی ہیں ایسے ہی گوجری ادب کی ای بکس بنانے اور انہیں انٹر نٹ پر لے جانے میں سب سے بڑا کردار ڈاکٹر جاوید راہی نے نبھایا ہے گوجری ادب کی تاریخ انہیں یاد رکھے گی گوجری ادب کے فروغ میں ڈاکٹر صابر آفاقی صاحب کی خدمات کو بھی ہم نہیں بھلا سکتے وہ اجل عالم تھے ایسے ہی اور بھی بہت سے حضرات ہیں۔ اس کے علاوہ حسن پرواز نے مہر الدین قمر اور فتح درہالوی کے کلاموں کو بھی مرتب ومدون کیا ہے۔

حسن پرواز ایسے شریف النفس حضرت ہیں کہ شاید اپنے گھر میں کھانا بھی مانگ

کر نہیں کھاتے ہوں گے بے نیازی کا عالم یہ ہے درجن بھر کتابیں لکھنے اور شایع کرنے کے بعد بھی کسی ناموری کا رتی بھر شوق نہیں بلکہ کنج تنہائی میں تازہ اور شگفتہ پھولوں کی طرح مہکتے رہتے ہیں۔ میں نے ہمیشہ ان کے چہرہ کو سدا بہار تبسم زار پایا ہے جب بھی ان سے ملا ہوں مجھے حوصلہ اور توانائی ملی ہے۔

بقول طالب آملی

ہوا ز فیضِ لبِ غنچہ شد تبسم زار
چمن ز عکس دلِ عندلیب ، عیش آباد

ایسا شخص جس نے گاندھی جی کی سوانح حیات جو دنیا کی چند بڑی اور اہم کتابوں میں شامل ہے کا گوجری میں ایسا رواں دواں ترجمہ کر دیا ہے کہ اس پر اصل کا شبہ ہوتا۔

the story of my experiments with truth

کا گوجری ترجمہ ایک یادگار زمانہ کام ہے اس کے علاوہ موصوف نے عبد المالک چوہان کی شہرہ آفاق کتاب، شاہان گوجر کا بھی نہایت اصیل اور بامحاوہ گوجری ترجمہ کر دیا ہے۔ یہ ترجمہ کیا ہے کیا کہوں؛ پھلجھڑیاں سمجھیں یا موتی کی لڑیاں، یہ ضخیم کتابیں پڑھتے پڑھتے چھوڑنے کا دل نہیں کرتا۔

گاندھی جی کی سوانح عمری کا عنوان

''میں از مایو سچ'' ہے

چوہدری حسن پرواز کی نثر نگاری کا نمونہ:

''ادب کا مُچ ڈونگا دریا بچوں اپناں وجود ماں تر ان پیدا کرن آلو ہی کنڈے لگ سکے بھانویں کسی کو ہتھ ہی پکڑ کے شروعات کرنی پے۔

دیکھتاں دیکھتاں اسکا قدم اتنا بنک جائیں جے وہ چڑھی کا نگ کا تھل ناں کھنگال کے باہر آجائے تے ادب کا ویہ اَنْ مُلا موتی بٹیل لیاوے جھڑا ادبی خزانہ نا ہمیشا واسطےلشکا چھوڑیں۔

مھارا خصیر ا ادیب ماشاءاللہ اس فن ماں دوجاں کولوں پچھے نہیں بلکہ پنجالاں کی بکل ماں رہتاں واں اس (صنف) ناں پنجالی چوٹیاں کی ہانْ ماں کھلو کر رہیا ہیں۔

ادب کسے اک صنف کو ناں نہیں بلکہ اس کا تمام پہلواں (صنفاں) ناں باندھے لیانو ہی اس کی بقا ہے۔نثر ہووے یا شاعری لوک ورثو ہووے یا ثقافتی اثاثو تخلیقی ہووے یا تحقیقی سارا اسے کا رنگ ہیں تے اس ست رنگی پینگ ناں سجانو، سریرنو ہی مکمل ادب ہے۔

اقتباس از ''میں از مایو سچ'' صفحہ ۱۴

ڈراما نگاری کی تاریخ اور گوجری

ڈرامہ نگاری:

جسطرح سایہ انسان کے ساتھ رہتا ہے اور وہ ایک طرح انسان کی شکل وصورت اور اس کی ہئیت کذائی کی عکاسی کرتا ہے ایسے ہی ڈراما سمعی اور بصری دونوں حواس کے ذریعہ انسان کی عملی زندگی کو تصور کرنے اور اس کے مختلف گوشوں کو سمجھنے میں مدد کرتا ہے افسانہ کی طرح ڈراما میں بھی واقعات کی کڑیاں ایک دوسرے سے جڑی ہوتی ہیں یہ سننے اور دیکھنے والوں کے دلوں کی تاروں کو چھیڑتا ہے۔افسانہ کی طرح ڈرامہ صرف لکھنے تک ہی محدود نہیں ہوتا بلکہ یہ اسٹیج پر پیش کئے بغیر ادھورا رہتا ہے لہذا اس میں ایسے شامل واقعات یا قصوں جو اداکاری کے ذریعہ سر انجام دیے جاتے ہیں کا مختلف کرداروں کے شایان شان ہونا ضروری ہیں ظاہر ہے افسانہ کی طرح ڈراما

میں مرکزی خیال تسلسل واقعات پلاٹ کردار مکالمہ وغیرہ تو ہوتے ہی ہیں ساتھ ہی ڈراما میں افسانہ کی طرح تجسس suspense کے علاوہ نقطۂ اوج climax بھی ضروری ہے بلکہ ان سب اجزائے ترکیبی یا عناصر کو کمال قدرت کے ساتھ اپنانے اور اُن میں مہارت پیدا کرنے ہی سے ڈرامے کے معیار کا تعین ہوتا ہے۔

پرانے زمانے سے لے کر آج بھی مذہبی کہانیوں کی جھلکیاں پیش کی جاتی رہی ہیں جیسے رامائن مہا بھارت ہندوستان کے رزمی epic قصے مشہور ہیں۔ ہندوستان میں کالی داس کے میگھ دوت اور شکنتلا وغیرہ دنیا کے قدیم ادب کے خالص ادبی ڈرامے ہیں۔

ڈرامے کی تاریخ میں کئی اتار و چڑھاؤ آئے آہستہ آہستہ دنیا کی تمام زبانوں میں یہ صنف رائج ہوگئی ہندوستان کے بعد یونان میں قریب پانچویں صدی عیسوی میں یہ صنف کافی مقبولیت حاصل کر چکی تھی ابتدا میں ڈرامہ تاریخی، مذہبی، قہرمانی یا رزمی نوعیت کا تھا دوسرے دور کا ڈرامہ عشق و محبت کی کہانیوں کا عکاس تھا جیسے میگھ دوت شکنتلا وغیرہ۔

قرون وسطیٰ میں المیہ ڈراما یعنی ٹریجڈی نے بہت ترقی کر لی تھی انگریزی میں شیکسپیئر نے ٹریجڈی کی صنعت کو بام عروج تک پہنچایا کافی دیر بعد انیسویں صدی میں اردو ادب میں ڈراما نگاری مقبول ہوئی اردو میں آغا حشر کشمیری نے پہلی مرتبہ صنف کو معیار و اعتبار بخشا۔

ہر ایک دور میں مزاحیہ لوک ناچوں بھانڈوں کی اداکاری بھی ڈرامہ کی ایک صورت سمجھی جاتی ہے۔ لہٰذا اس قسم کی روایت ہر ملک ہر قوم بلکہ قبائل میں تواتر کے ساتھ ملتی ہیں۔ دراصل ڈراما کا مقصد سٹیج پر اداکاری یعنی قول و فعل کی آمیزش سے

واقعاتی سلسلہ یا داستانی کرداروں کو موثر ترین انداز میں سمجھانا ہے بلکہ ذہن نشین کروانا ہے۔بعض اوقات ڈراما میں ملی جلی یا عوام زبان slang کا استعمال بھی موثر ثابت ہوتا ہے۔ضروری نہیں ڈرامے میں زیادہ کردار ہوں جو بھی کردار ہو لیکن جتنے بھی کردار ہوں وہ نمایاں ہونا چاہئے کہیں بھی تناقص وتعارض (cotradiction) کی صورت نہیں پیدا ہونی چاہئے۔

گوجری میں ڈرامے سماجی نامساوات، امداد باہمی (relief)، حب الوطنی، قومی بھائی چارہ، کھڑ پینچوں، چوہدریوں زمینداروں (landlords) جابروں کی تعدی سرمایہ داروں وٹھیکیداروں کی زیادتی، وڈیروں اور مقدموں کے ظلم، بیوروکریٹوں، حاکموں اور افسروں کی چیرہ دستیاں، جہیز کے نقصانات، رسمی اور پیشہ ور پیروں فقیروں کی مفت خوری، باجیوں اور سائیوں کی مکاری، پٹواریوں کی رشوت ستانی کے علاوہ پولیس کی دھونس بے روزگاری کے مسائل بچپن کی شادی کی تردید، کثیر زوجی (polygamy) کی مذمت وتضحیک، تعلیمی بیداری، کاشتکاروں کی بد حالی، انسدادِ دہشت گردی، تحفظِ ماحولیات، گوجر بکروال قبائل کے مسائل، ان کی خانہ بدوشی کی درد بھری زندگی وغیرہ موضوعات کی عکاسی کرتے ہیں۔ ۱۹۸۰ء کے بعد جگہ جگہ کلب بنائے گئے سٹیج ڈراما کو گوجروں میں بالخصوص راجوری کالاکوٹ میں کافی مقبولیت حاصل کر لی یاد رہے حقیقی ڈراما صرف منظر نگاری پر فوکس نہیں کرتا بلکہ سماجی، معاشی، مسائل کا تجزیہ اور حل بھی نکالتا ہے۔مقصد واضح ہے کہ سادہ لوح لوگوں کو نئی روپ میں سماج پر مسلط ظالموں کی اصلی صورت دکھانا اور لوگوں کو تعمیر وترقی کے راستے پر لگانا ہے وقت کے ساتھ ساتھ ڈرامے کے موضوعات بدلتے رہتے ہیں۔پچھلے تیس سالوں میں ریڈیو ڈرامے نے لوگوں کی سوچ بدلنے میں مثبت اثرات مرتب کئے ہیں۔

گوجری میں اسٹیج ڈراموں کے علاوہ ریڈیائی اور ٹی وی ڈرامے بھی لکھے جا چکے

ہیں ۔گوجری میں پہلا ڈرامہ غلام احمد رضا نے ۱۹۶۲عیسوی میں لکھا تھا اور ۱۹۶۴ع میں سروری کسانہ نے اسے گوجر دیس میں شایع کیا اس صنف میں طبع آزمائی کرنے والے احباب کی نامکمل سی فہرست یہ ہوسکتی ہے ۔اے کے سہراب قیصرالدین قیصر، رانا فضل حسین، غلام حسین ضیا، گلاب الدین طاہر، عبدالحمید کسانہ، چوہدری حسن پرواز، غلام رسول آزاد ،اقبال عظیم چوہدری، عبداللطیف فیاض، غلام حسین اظہر، سرور صحرائی، وغیرہ گوجری کے چند مشہور ڈرامے مع اسم مصنف کچھ یوں ہیں:

۱۔ ادھ وادھ (ٹی وی ڈراما) غلام رسول اصغر

۲۔ غیرت (ریڈیائی ڈراما) / کرم دین چوپڑا

۳۔ ککھاں کی کلی، بے منزل کا مسافر وغیرہ (ریڈیائی ڈراما) / چوہدری حسن پرواز۔

۴۔ کھیڈ نصیباں کی ،نورو، آس کی ڈھیری، پہاڑاں کی رانی، وغیرہ (ٹی وی ڈراما) / چوہدری حسن پرواز

۵۔ غماں کی سَلو (ریڈیائی ڈراما) اقبال عظیم چوہدری

۶۔ پیر کی مرگ (ریڈیائی ڈراما) غلام حسین ضیا

۷۔ لیڈری کو چسکو / انور حسین

۸۔ سرحداں کا راکھا، عزت کو سوال تے قرض (تین ریڈیائی ڈرامے) / قیصرالدین قیصر

۹۔ روشنی / رانا فضل حسین

۱۰۔ نکا کی اڑی اور کچی تاہنگ (ریڈیائی ڈرامے) / عبدالحمید کسانہ

۱۱۔ اندھیرا مالو (ریڈیائی ڈراما) / گلاب دین طاہر

۱۲۔ بُڈھا کو بیاہ تے تحصیلدار کی عدالت / بابو نور محمد

۱۳۔ پیلا پتر (ریڈیائی ڈراما) / ڈاکٹر رفیق انجم

۱۴۔ نواں گھر کی نیں (ریڈیائی ڈراما) ڈاکٹر جاوید راہی

۱۵۔ غریبی (ریڈیائی ڈراما) طارق فہیم

ان کے علاوہ پروفیسر مرزا خان وقار، شوکت نسیم، منشا خاکی وغیرہ کے ڈرامے بھی ٹی وی سے نشر ہو چکے ہیں۔ظاہر ہے ریڈیائی ڈرامے میں ندائیہ اثرات sound effect سے ہی ترسیلی پہلو اجاگر کئے جاتے ہیں اور اگر یہ سماعت سے مکمل ترسیل میں کامیاب نہ ہوں تو سمجھو فلاپ ہیں ۔اس کے برعکس سٹیج ڈرامہ میں اداکاری بھی ترسیل میں مدد کرتی ہے جب سٹیج ڈراما کو کیمرہ کی آنکھ سے دیکھا جاتا ہے اور اگر ساتھ کانوں کی بھی تائید ہو تو پھر کیا کہنے ۔۔۔ٹی وی اور سٹیج ڈرامہ میں اداکاری اور سکرپٹ ، دونوں میں کمال درکار ہے اب تو ٹی وی ڈراما بھی فیلمی نوعیت کی انڈسٹری بن چکا ہے۔

چوہدری حسن پرواز نے، نورا ڈرامہ میں مشہور تاریخی گوجر کردار نورا کی کہانی کا خوبصورت احاطہ کیا ہے حسن پرواز کا یہ تاریخی کردار theatrical genre کی عمدہ مثال ہے اس کے بعد بے منزل کے مسافر بھی بہترین ڈراما کہا جا سکتا ہے۔

چوہدری حسن پرواز ڈراما نگاری، ترجمہ نگاری اور مضمون نویسی میں اپنی مثال آپ ہیں چوہدری حسن پرواز کی بہت سی کتابیں زیر اشاعت ہیں۔

جیسا کہ میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں نثری ترجمہ بہت لوگ کرتے ہیں لیکن وہ بالکل عامیانہ اور مشینی زبان استعمال کرتے ہیں جب کہ حسن پرواز کی تراجم میں نثر، تخلیقی جوہر سے مالا مال ہے۔نسیم پونچھی کے انشائیوں کے علاوہ مدینی قافلو، ترجمہ شیخ

سعدی، ترجمہ رباعیات خیام وغیرہ میں نثری زبان کے بعد حسن پرواز فی الحال اس اقلیم کے شہباز ہیں ان کے تراجم بالخصوص ''میں آزمایو سچ'' پر اوریجنل تخلیق کا شائبہ ہوتا ہے یہ ایک ضخیم کتاب ہے اور ۷۸۴ صفحات پر مشتمل ہے حسن پرواز نے تاریخ ابن خلدون کا جو ترجمہ کیا ہے وہ پانچ جلدیں تقریباً پانچ ہزار صفحات پر مشتمل ہیں۔اور شاندار کارنامہ ہے

شاہانِ گجر کا خوبصورت ترجمہ کیا ہے یہ کتاب ۸۷۰ صفحات پر مشتمل ہے گوجری کا لعل، علم الدین بن باسی کی شاعری کی تدوین ۲۷۳ صفحات پر مشتمل ہے۔

''بیوہ'' پریم چند کا ترجمہ، گوجری کا لعل، قد آور، الفاروق وغیرہ کتابوں کا رواں دواں اور خوبصورت ترجمہ کیا ہے۔

سو یہ کہنا کہ حسن پرواز نے فقط ٹی وی سیریل لکھا۔ یا وہ فقط ایک اچھے ڈرامہ نگار اور فیچر نگار ہیں۔اس قسم کا بیان جہالت پر مبنی ہوگا تحریری شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ فی الحال نسیم پونچھی اور حسن پرواز کی گوجری نثری نمونوں کا کوئی جواب نہیں ممکن ہے کل کوئی گوجری ادیب ان سے بھی عمدہ نثر لکھے۔

رہی بات افسانوں کی ابھی تک پروفیسر مرزا وقار کی کارکردگی اور اسمیں مستعمل نثر مثالی ہے فی الحال یا نزدمستقبل میں کوئی ایسا ادیب نظر نہیں آتا جو گوجری ادب کو اس جمود سے باہر نکالے مجھے خوشی ہے اب نئے ادیبوں نے اچھی آغاز کی ہے لیکن ہنوز دلی دوراست۔میں از مایو سچ میں گاندھی کے پیش لفظ کا ترجمہ ملاحظہ کریں اور نثر سے محظوظ ہوں حیران ہوں گاندھی کی قلم حسن پرواز کو کیسے مل گئی:

''چار پنج سال ہویا میں اپنا کجھ مٹھا پیارا دوستاں کا کہن پر اپنی زندگی کا حالات لکھن کو ارادو کیو شروع تے میں کر چھوڑ یو وراجاں پہلو ورقو پرتن کی نوبت بھی نہیں آئی تھی

جے بمبئ ماں فتنہ شروع ہوگیا تے یوہ کم اڑک گیو" ۔۔۔۔انھاں نے فرمائش کی جے تم سارا کم سٹ کے آپ برتی ناں سرے لا چھوڑو" اقتباس از صفحہ ۱۷

''جو کجھ ہوں ان صفحاں ور لکھ رہیو ہاں کدے اس بچوں کسے چیز ناں پڑھن آلا نا غرور کو شک نظر آوے تاں انہاں نا سمجھ لینو چاہیے جے میری تلاش ماں کوئی کھوٹ ہے تے جہڑی جھلک مناں نظر آتی رہ واہ صرف وہم کو چھل ہے بھانویں میرا اجئیاں سینکڑاں کی شہرت مٹی ماں رل جائے ور سچ اُچّو رِہ میرا جسا فانی انساناں کا عملاں کو نچھیڑو کرنْ ماں تم ناحق توں بال برو بر نہیں ہٹنو لوڑے"صفحہ ۲۳

ماخذات، کتابیات وحوالہ جات

۱۔ میں ازمایو سچ (مہاتما گاندھی کی آپ بیتی کا گوجری ترجمہ) مطبوعہ ۲۰۰۶ عیسوی

۲۔ 'ککھاں کی کُلّی' لکھاڑی: حسن پرواز، مطبوعہ جمال پبلیکیشنز بٹھنڈی جموں، مطبوعہ ۲۰۲۰ عیسوی

ڈاکٹر رفیق انجم کی گوجری شاعری

۱۹۶۲تا عیسوی

اس نے بھل جان کی دعا کی ہے
لاج رکھئیے توں یا خدا اُس کی

موم کا پر تے دینہہ کے سنگ یاری
خواب میرا تھا کے خطا اُس کی

(ڈاکٹر رفیق انجم)

ڈاکٹر رفیق انجم کا تعلق پونچھ کی مَردم خیز دھرتی سے ہے وہ گوجری ادب کے محقق اور قابلِ اعتماد ادیب ہیں پونچھ وہی دھرتی ہے جہاں چراغ حسن حسرت اور ٹھاکر پونچھی جیسے ادیب یگانۂ روزگار ہوئے رفیق انجم نے میڈیکل کالج جموں کے دوران ہی شاعری کا آغاز کیا ابتدا سے تغزل نمایاں دکھائی دیتی ہے ان کی اچھی غزلیات ۱۹۸۳اور ۲۰۰۳ء کے بیچ میں منصۂ شہود پر آئیں۔

پہلا گوجری شعری مجموعہ ''دل دریا'' ۱۹۹۴ء
غزل سلونی ۱۹۹۵ء
سوچ سمندر ۱۹۹۶ء

ہم کہہ سکتے ہیں کہ شاعری کا یہ دریا جوانی کی عین بہار میں امڈا اس کے پیچھے کسی

ہیر کا کوئی قصہ بھی کارفرما ہوسکتا ہے۔آگے کردار کی فوتگی کے بعد رفیق انجم کا دریائے سخن بھی تھم جاتا ہے جہاں تک مجھے معلوم ہے ۲۰۰۳ء کے بعد انہوں نے گوجری شاعری کا کوئی مجموعہ نہیں چھاپا البتہ اردو، پنجابی وگوجری تینوں زبانوں میں شاعری کی ہے ۲۰۱۸ء میں اردو، پنجابی اور گوجری غزلیات کا مجموعہ زنبیل شایع کیا گویا یہ ان کی مکمل کلیات ہوسکتی ہے کیونکہ قرین قیاس بھی یہی ہے کہ ان کی پچھلے بائیس سال کی شاعری اسی میں شامل کردی گئی ہے یا پھر ان کی ترجیحات ادب وفنون کے دوسرے پہلوؤں پر مرتکز رہی ہوں گی۔

رفیق انجم کے مبصروں میں محمد آصف ملکؔ، کے ڈی مینی، پریم سنگھ، سریندر نیر اورعرش صہبائی شامل ہیں ۔ان کے تاثرات ''زنبیل'' کے آغاز و انتہا میں شامل کئے ہیں ان حضرات نے رملیوں اور جعفریوں کی طرح وہی رسمی پیشین گوئیاں کی ہیں اور داد سخن بھی دی ۔بقول حافظ:

تو و طُوبیٰ و ما و قامتِ یار
فکرِ ہر کس بقدرِ ہمّتِ اوست

تُو ہے اور طُوبیٰ یعنی جنت کا خیال ہے میں ہوں اور دوست کا قد کاٹھ، ہر کسی کی فکر اس کی ہمت کے اندازے کے مطابق پرواز کرتی ہے۔

فی الحال ہم رفیق انجم کی گوجری شاعری پر ہی بات کریں گے۔زنبیل کے گوجری حصہ جو کہ کسی مصلحت کے تحت کتاب کے آخر میں رکھا گیا ہے۔

مقدر میں جو سختی تھی وہ مر کر بھی نہیں نکلی
لحد جب میری کھودی گئی تو پتھریلی زمیں نکلی

زیر بحث کتاب میں گوجری کی کل اکتیس غزلیں شامل کی گئی ہیں اس کے علاوہ

اک دعا سی حرفی کی کچھ اشعار اور فردیات ہی رفیق انجم کا کل گوجری سرمایہ ہیں (فی الحال) یہ تینوں زبانوں کا کلام ۱۶۸ صفحات پر مشتمل ہے۔

اس میں شک نہیں کہ رفیق انجم کے کلام میں بلا کی روانی اور سلاست پائی جاتی ہے کہیں آمد کی کیفیت کے انقطاع سے اشعار ایک بحر سے دوسری بحر کی طرف مراجعت کر گئے ہیں یا پھر بعض اشعار میں اسقام رہ گئے ہیں اس کے قطع نظر ان کے اکثر اشعار گوجری زبان میں مثالی اور اعلیٰ نمونہ کی حیثیت رکھتے ہیں رفیق انجم کا میدان تغزل ہے

چن کی گوگی سینے لاکے تاراں نال بھروں گو گوجھا
دل پاگل نا روز اوّلیں پات یہ لاوے خورے کون

دنیاں مانھ کوئے اک نہ لبھو، جس نا اپنو کہہ لیتا
جاتاں مانھ ہُن چھیکا لانویں کتنا تندو رشتاں کا

غزل کے دو اشعار:

میرو کم ہے دعا کرنی دلوں لے کے زباں توڑی
نکل کے میرا ہوٹھاں تیں دعا جانے خدا جانے

یہ عمدہ شعر بحر ہزج سالم مثمن کے وزن پر ہے۔
اسی غزل کا اگلا شعر طبیعی انزلاق سے بحر رمل مثمن محذوف میں ہوگیا ہے:

اس زمانہ نے میرا اک درد کی کاری نہ کی
ہوں تے لکھاں واسطے کے کے دوا لکھتو رہئیو

بہر حال دونوں عمدہ شعر ہے

رفیق انجم چھوٹی ہندی بحر میں مہارت تامہ سے شعر کہتے ہیں۔

ہوٹھیں چپ کا جندرا لا کے
نیناں کا تکرار نا ڈیکوں
کتنیں کتنیں تِس نیہہ بجھتی
ساون کا دھسکار نا ڈیکوں
اجاں نی دنیا دل تیں نکلی
اپی ہور اڈاری لے جا

ڈاکٹر رفیق انجم نے گوجری میں کم ہی لکھا مگر یہ کیا کم ہے کہ ان کے یہاں بعض اشعار نہایت خوبصورت ہوئے ہیں اور بے شک ان اشعار کو اس صدی کی نہج شاعری کا نمونہ سمجھا جانا چاہیے اس عہد کی شاعری میں نئے نئے استعارے اور تشبیہات دیکھنے میں آتے ہیں نیچے دیے گئے اشعار میں ''دل درویش''،''کوڑ کا بنگلا''،''دوانی لگنا''، ''آس کا ٹاپو''،''ائیر دسنا''،''موم کا پڑ''،''دینہہ کے سنگ یاری'' وغیرہ یہ سب استعارے تازہ کاری اور جدّت طرازی کی مثالیں نہیں تو اور کیا ہیں۔

کسی پنجابی شاعر نے بس bus لفظ کو کتنا اچھے طریقے سے استعمال کیا ہے

کملیا پوری گل تے سن دا
بس دا کی سی ہور آجاندی

اب پنجابی کو چھوڑیں اور ڈاکٹر رفیق انجم کے اشعار سے محظوظ ہوں۔

منتخب اشعار:

دل درویش نہ راضی ہویو
اٹّھیں خیر بہتیریں اکھ

کوڑ کا پکّا بنگلا تکیا
سچ کو ٹہارو چوتو دیکھیو
خواب ماںھ آکے جے مل جاتو
لگتی نہ دوانی تیری

دل دریا نے آس کا ٹاپو
کتنی وار ڈبویا ویں گا

جگہ جگہ انسانیت کی قبراں کا کجھ ایر دسیں
کسے زمانے یاہ وی شائد بستی تھی انساناں گی

ڈاکٹر رفیق انجم

غزل

میری مرضی ہے جو رضا اُس کی
میں قبولی ہے ہر سزا اُس کی

حرف ہوٹھاں کو ساتھ گے دیتا
دل تے میرو تھو پر دعا اُس کی

میں تے خواباں کی چاکری کی ہے
میں نہ برتی کدے وفا اُس کی

اُس نے بُھل جان کی وفا کی ہے

لاج رکھئے یا خدا تو اُس کی

موم کا پر تے دینہہ کے سنگ یاری
خواب میرا تھا کے خطا اُس کی

دل نے انجم ضرور کہنو ہے
اج تے کائے غزل سنا اُس کی

میرا چیتا ور کے پے گئی
وعدا یاد کرایا ہوتا
اج آیا تے کھادی کھٹی
امن زمانے آیا ہوتا

ڈاکٹر رفیق انجم

رفیق انجم نے یہ غزل بحرِ ہندی/متقارب اثرم مقبوض محذوف میں ہے اور اس کی روانی سلاست اپنی مثال آپ ہے یہاں اس غزل کے تمام اشعار میں کوئی جھول محسوس نہیں ہوتی ایک خوبصورت شعر

اتنا غم نہ کھائیے انجم دیکھ چن جی نا ذرا
داغ سینہ کا جُدا ہیں چانتی اپنی جگہ

غزل

اتھروں کاش نہ آیا ہوتا
کے کے خواب سجایا ہوتا

تیری گلیئیں جے نہ رلتا
کتنا شہر بسایا ہوتا

اکّھیں جے نہ ساون لگتو
دل کا زخم تسایا ہوتا

اج آیا تے کھاہدی کھٹی
امن زمانے آیا ہوتا

میرا چیتا ور کے پے گئی
وعدہ یاد کرایا ہوتا

تیرے نال وفا نہ کرتا
جگ نے سینے لایا ہوتا

ڈاکٹر رفیق انجم

عجیب لذت ہے اج وی قسمیں وصل کی یاداں پرانیاں ماٹھ
ایہہ بانگ توڑی رہی ہاں روتی ہوں داغ دل کا دُکھا دکھا کے

بحرِ جمیل میں کہے گئے نہایت ہی خوبصورت اشعار ہیں

کائے ☆ حکیمی نہ راس آئی یوہ درد تیرو نہ جان لے لے
میں صدئیں رکھی ہیں کالجہ نال روز گھٹی تپا تپا کے

ڈاکٹر رفیق انجم

کائے ☆ کوئے وزن پر باندھا گیا ہے

ماخذات،کتابیات وحوالہ جات

۱۔ دل دریا گوجری شاعری مطبوعہ، ۱۹۹۴ عیسوی
۲۔ زنبیل شعری مجموعہ (اردو پنجابی وگوجری کلام) مطبوعہ ۲۰۱۸ عیسوی

غنی غیور کی گوجری شاعری (بقلم خود)

۱۹۶۲ تا عیسوی

سمندر وہ پرایو ہو گیو فِر
تسایو مُچ تسایو* ہو گیو فِر
میں ہتھیں لائیو تھو جھڑو بوٹو
مرا سِر غو وہ سایو ہوگیو فِر

نہ پڑھیو کسّے عاشق کو جنازو
وُہ مرتاں مرتاں یاہ گل کہہ گیو تھو

توسنا حال کے

ہوربل پابجا*

دریا ٹھہرتو نیں اک جگہ ور
تُوں کیوں مِناّں روکے یارا

یوہ پنچھی اپنا پر بدلے گو
اُچّا بوٹاں در دیکھے یارا

غنی غیور

بندۂ ناچیز عبدالغنی جاگل ولد الحاج وزیر محمد جاگل عاصی کا تعلق موہڑہ پھامڑا ناڑ موضع گورسائی تحصیل مہنڈھر ضلع پونچھ سے ہے ہم پچھلی سات آٹھ دہائیوں سے یہاں ہی آباد ہیں مجھے شاعری کا شوق شروع سے ہی تھا جب میں نے ہوش سنبھالا میرے والد مرحوم گوجری میں شاعری کرتے تھے میں نے بچپن سے ان کے ساتھ پیر حاکم شاہ قمر سائیں محمد دین ساقی وغیرہ کو دیکھا۔شاعری کوئی باعث اعجاز نہ سہی لیکن میں نے بچپن سے لوگوں کو انہیں مولوی اور شاعر کہتے سنا تھا ۱۹۷۲ عیسوی میں انہوں نے حج کا فریضہ ادا کیا تو حاجی لقب مشہور ہوئے۔ بہر حال میرے والد مجھے شاعری کرنے سے منع کرتے تھے اور مجھے پڑھنے کی تلقین کرتے تھے۔ ۱۹۸۵ء انجینئرنگ کے بعد ۱۹۹۲ عیسوی تک میں دینیات اور ادبیات عربی و فارسی کی طلب میں سر گرداں رہا،ملازمت کے ساتھ ساتھ مزید ۱۵ سال تک یہی شغل رہا ۲۰۰۵ عیسوی میں نے اردو شاعری شروع کی کچھ کتابیں شایع کیں لیکن احساس ہوا ابھی اور مطالعہ کیا جائے لہذا ۲۰۱۲ء عیسوی تک کی شاعری مجھے خود پسند نہیں آئی اور اسے مسترد کر چکا ہوں مزید مطالعہ جاری رکھا۔شعر

ہمارے حوصلوں نے پر نکالے
نکالے دیر سے مگر بہتر نکالے
اندھیروں سے ڈرا کرتے تھے لیکن
اُجالوں نے ہمارے ڈر نکالے
غنی غیور

جہاں تک گوجری شاعری کا تعلق ہے۔ ۲۰۰۵ء کے بعد میں نے کچھ نظمیں گوجری اور پہاڑی میں لکھی تھیں لیکن سچ تو یہ کہ میں نے ۲۰۲۲ء تک گوجری شاعری کی طرف

کوئی زیادہ دھیان نہیں دیا اردو شاعری اور فکشن پڑھتا لکھتا رہا ساتھ ساتھ تنقیدی مضامین بھی سپردِ قلم کرتا رہا۔ ۲۰۱۵ء میں ''حکایتِ نیم شب'' افسانوی مجموعہ شایع ہوا پھر ''دیر تک'' اردو شعری مجموعہ شایع ہوا۔ ۲۰۱۶ تا ۲۰۲۰ء فارسی مطالعہ کا شوق رہا۔ میں نے ''غزلیات سعدی کا اردو ترجمہ کیا ہے اور کچھ مضامین بھی لکھے ہیں جو ''سعدی سخن و قلم'' میں زیور طباعت سے آراستہ ہو چکے ہیں، بیدل کی غزلیات کے مطالعہ پر ۲۰۲۱ء میں ''محیط بے ساحل'' شایع کی اس کے ساتھ ہی ''قلم قلم روشنی'' (اردو شعری مجموعہ) بھی شایع کیا۔

مجھے احساس ہو رہا ہے کہ میں نے گوجری شاعری کے میدان میں دیر سے قدم رکھا بہر حال ایک شعری مجموعہ زیرِ ترتیب ہے ابھی گوجری شاعری کا تسخیری عمل جاری ہے۔ جہاں تک گوجری شاعری کا تعلق ہے میری حیثیت ایک مبتدی کی سی ہے بہر حال ناامید بھی نہیں ہوں ۔گذشتہ تین چار دہائیوں کا مطالعہ وتجربہ غنیمت سمجھتا ہوں۔ ۲۰۲۱ء کے بعد کہی گئی میری غزلوں میں سے چند اشعار:

کم دیہاڑی کو جنوں* چھٹ ماں کرے
سرگی ویلے کم ہر اک چھوتو رہئیو

کاغ آیا تھا ڈار بن بن غے
نال بازاں غے رَل نہیں سَکیاَ

رَل غے گدَڑْ ہزار آیا تھا
شیر کی وَنڈ مَلْ نہیں سَکیاَ

باٹ دِلا در گیو، کد نیں آیو
یاد مگر ہوں قضیئے زد نیں آیو

آیا تھا ذائقو بَدلَن
نقصان مہارو کر گیا
لُٹّن ہویا مسافر رَہ ماں
کُجھ ڈاکو؛ ہو رَہبَر گیا

تھک گیو ہاں بُلا بُلا سجناں
ہور تِنّاں بُلا نہیں سکتو

نظر تیز مِنّاں قدم تاولو دے
ہوں بے آسرو ہاں کوئے آسرو دے

درد ترِو چھوڑتو ہی نیں
اسّو دیکھے نہ منگھر دیکھے

دل دیکھتو نہیں؛ یار پہیڑو
میلی کڑتی غو کالر دیکھے

یار تُوں احسان کر احسان کو بدلو نہ منگ
ہوں تے نیں کہتو جے بدلے دین کے تو دین دے

پہلاں بن بن کے ماریو مِنّاں
عشق نے فیر تاریو مِنّاں

ناں تیرے گِلو نہیں کوئے
بَل کِیَو تیں بساریو مِنّاں

غزل ۱

درد دل ماہنہ تھا متاَ، بسنیک سارا ٹُر گیا
تیں کے ماری پھوک یارا تیرا منتر پھُر گیا

کے پئی مغز ور ہے اج، دھیان میرو کت گئو
تو گیو تے ساز دل غا نال تیرے سُر گیا

جدڑوں تھو نال میرے درد کی اک فوج تھی
لوک میرا قافلہ نا دیکھتاں تُر تُر گیا

نعرہ ماریں لوک تھا ویہہ اپنی اپنی گہل* ماں
دھاڑتو اک شیر آیو چہرہ اُن غا جھُر گیا

تیں نہ دتّی میرا زخماں کی دوا آ غے غنی
بلّیں بلّیں آپے دل کا سارا چھا لا بھُر گیا

☆گہل یعنی راستہ

غـزل ۲

کریں کوشش ہیں تیرے سامنے وے کھل نہیں سکتا
سمندر نال کٹھاں کا ،کدے وس چل نہیں سکتا

حکیماں کی ہوئی حکمت ہے سب بیکار کوشش کی
یہ کاگاں کوئلاں کا بچّہ بالکل رَل نہیں سکتا

یَہ جو شیراں کی ہے،ات کوئے کم نیں بھنگلتیاں کو
یہ ڈھلّی کوچیاں* آلا کدے وی مَل نہیں سکتا

یوہ نور اک نور ہے سچّا خدا کو، علم کی برکت
غماں کا تیل بن، شعراں کا مُورا بَل نہیں سکتا

محَّن محنت کدے کُجھ وی تے نہیں ملتو کسے نا بھی
غنی اج گودڑی ماں لعل وی تے پَل نہیں سکتا
غنی غیور

* کوچیاں یعنی چھوٹا جھاڑو یا ماںجھیاں

غـــزل

گوڈی میں کی جِنہاں کی ویہہ ٹانڈا نِسر گیا
بس دیر کَچھ* لگَن کی تھی منّاں بسَر گیا

کس وعدہ کی کراوے لگو یاد توں یرا
دُھپ ٹھنڈ کو یوہ اثر ہووَ پتّھر کھسَر گیا

کوئے تھو تخت پر کوئے رووے تھو بخت ناں
کُجھ دانہ تھا خرید کے آنن مِصَر گیا

لوکاں نے آن وعدہ کیا تھا کِھلَر کِھلَر
لگتاں ہی سیک، ساگ کی طرحا ہسَر گیا

اتنی کمائی کرگیا بے چارہ وَیہہ غنی
آیا تھا اِتْ صِفَر کی شَکَل ما صِفَر گیا
غنی غیور

* کُچھ یعنی مکئی کی ہری بالی، گڈی یا بھُٹّا

غـزل

لوگ اپلاتی سطار گیا
چھپ گیا تھا زخم ویہہ پتراں کے ہیٹھ

لوگ نقلی پاسو دستا رہیا فِر
عمر گذری چھپ کے ای قلعیاں کے ہیٹھ

جد وی بیٹھا اُس کا دستر خوان پر
ذائقا اُملن لگا جیباں کے ہیٹھ

وے ڈراوا کی طرح ہر پاسے تھا
سولیاں کی ہم رہیا چھانواں کے ہیٹھ

ہم کھجوراں کی ریاست کا امین
ہویا ہاں سافوٹ عتباراں کے ہیٹھ

سوت چٹّو ہم نے وی تھو کت لیو
چھت کھلی وربیں کے تاراں کے ہیٹھ

تار ریشم کی بنیں ہم نے غنی
پلیا تھا جد موت کی جاڑاں کے ہیٹھ

غنی غیور

تاج الدین تاج ۔گوجری کے قطعہ نگار

۱۹۶۶ تا عیسوی

جتنو مرضی حدوں ٹپ جا
میرو فر وی دل دریا ہے
تاج الدی تاج

تاج الدین تاج کا تعلق اوڑی کشمیر نامبلہ گاؤں کے بھروال خاندان سے ہے یوں تو تاج الدین تاج نے گوجری میں غزلیں بھی کہی ہیں لیکن اُن کی قطعہ نگاری سے ایک منفرد اسلوب کا عندیہ کھلتا ہے تاج الدین تاج کا ایک شعری مجموعہ "خواب سلونا" بھی منظر عام پر آچکا ہے تاج الدین تاج ایک نہایت ہی خوش خلق انسان ہیں انکی ملنساری اور گرمجوشی کا قائل ہوں ۔انکے قطعات سے گوجری کے محاوروں اور کہاوتوں کو سمجھنے میں مدد ملتی ہے دریا کو تو اپنی روانی سے کام ہے وہ اپنے کے ساتھ کی گئی زیادتیوں سے اپنا سفر نہیں روکتا ہے ایسے لطیف خیال کا حامل شعر دیکھیں:

جتنو مرضی حدوں ٹپ جا
میرو فر وی دل دریا

دل دریا والے شعر کا معنی روز روزشن کی طرح عیاں ہے۔

محولہ بالا شعر کا کلیدی لفظ دل ہے اور ترکیب "دل دریا" دل کو دریا اس لئے کہا گیا ہے کہ اس میں کوئی لاکھ پتھر پھینکے تو بھی یہ گدلا نہیں ہوتا۔یعنی کسی کی دلآزاری سے دل

میں رنجش کبیدگی وکدورت پیدا نہیں ہوتی۔

تاج الدین تاج کو ڈھونگ فریب،تلبیس،تزویر،دورُخے پن،دوغلے پن اور منافقت سے سخت نفرت ہے ایسے ہی لوگوں پر جو" پدرم سُلطان بود" یانسلی تفاخر کے قائل ہیں کونشانہ بناتے ہیں

قطعو

جُھگّی جِتنی جا نہیں جس نا
وہ لوکاں نا کھولا بنڈے
امّی مر گئی کھا کھا لکھّو
بچّی دُدھ کا ڈولا بنڈے

تاج الدین تاج

ماں مرگئی لکھنیاں نال دھی کوناں تھندی

یہاں یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اصل محاورہ اسی طرح ہے البتہ شاعر نے اپنے کلام میں شعری ضرورت کے تحت الفاظ بدلے ہیں لیکن مفہوم جوں کا توں ہے۔

ایک اور خوبصورت قطعہ دیکھیں اس کے پیچھے ایک مخصوص فکر کارفرما ہے دراصل شاعر کہنا یہ چاہتا ہے کہ اگر ہماری بھی پیٹھ یا تکیہ مضبوط ہوتا تو ہم مشکل سے مشکل کام سر انجام دے سکتے تھے یہاں کلّا، تکیے یا پیٹھ کا استعارہ ہے الغرض چند لفظوں میں بڑا پیغام دیدیا ہے۔ 1603 عیسوی میں شیکسپیئر نے مشہور ڈرامہ ہیملیٹ میں کیا ہی اہم نکتہ کی طرف اشارہ کیا ہے"اختصار ہی اعجاز ہے"۔

Brevity is the soul of wit. (William Shakespeare)

تاج الدین کا لکھا ہوا قطعہ دیکھیں:

رسو گھل ہور کِلاّ کے
ڈاہڑی کر ٹھکور کِلاّ کے
سجّے کھبّے ہیکھی کرتاں
کٹّی تاہنگے زور کِلاّ کے

توضیح وتشریح وتنقید :

یہاں تاج الدین تاج نے پہلے تو کلّے کو مضبوطی سے گاڑنے کی بات کی ہے یعنی کِلاّ مضبوط چاہیے اور ساتھ رسّہ بھی کِلے کے تناسب سے مضبوط ہونا چاہیے کیونکہ شاعر کو یہ تجربہ نوخیز بھینس (کٹیا) کے ہیکھی یعنی تازہ چارے کے لئے خواہش مندی و بیقراری کی صورت میں جب وہ رسا توڑ کر کھلنے یا آزاد ہونے کوشش کرتی ہے تو اس کا زور رسّے اور کلّے کو جھیلنا پڑتا ہے اور جتنا رسا اور کِلا مضبوط ہوں گے اتنا ہی زور بھی زیادہ لگانا پڑتا ہے۔

مزید اس شعر کی کئی اور توضیحات بھی کی جاسکتی ہیں اچھے شعر کی یہ خصوصیت ہے کہ اس کے معنی بالکل مشخص ومحدود defined and limited نہیں ہوتے ہیں بلکہ اس کے ایک سے زائد جہات واتجہات ہوتے ہیں ۔اس شعر کا یہ معنی بھی لیا جاسکتا ہے حدود توڑنے سے مراد معشوق کی لگائی گئی قدغنوں کو توڑنے کی سعی بھی ہوسکتا ہے ۔کلّا مرکزی نقطہ یا pivot بھی ہوسکتا ہے ۔رسا تعلق کے علاوہ حد بندی کا بھی اشارہ ہے۔

یہاں مادّی ترقی اور اقدار کے درمیاں رسا کشی کا عمل یا مخالف کششوں کشش ثقل اور کشش مثقل ہی جیسی کیفیت پائی جاتی ہے۔

یہ بھی درست ہے رسا یا رشتہ یا تعلق جتنا مضبوط ہوگا اتنی ہی ہم آہنگی یا

coordination برقرار رہے گی یہ دنیا کا نظام تضاد opposites پر قائم ہے

اس میں جدو جہد اور survival of the fittest یعنی جہد للبقا کی تھیوری بھی آجاتی ہے۔ بقول غالبؔ

ہوس کو ہے نشاطِ کار کیا کیا
نہ ہو مرنا تو جینے کا مزہ کیا!!!!

یہاں رسا بدلنے کی بات بھی کی ہے رسا یہاں صلاحیت تقویت پیدا کرنے کے و عطائے اختیار empowerment کا استعارہ بھی ہے ۔

تاج الدین تاج نے اپنے گوجری وراثت وثقافت کے قصوں کو شعروں میں شیر وشکر کی طرح گھول دیا ہے ان کی شاعری میں الفاظ ،رکھ، ڈوگا، جرگو لانو وغیرہ ان کے اپنے معاشرہ کی عکاسی کرتے ہیں ان کی شاعری عشق مشک کی شاعری نہیں بلکہ اپنے ماحول میں سانسیں لیتی ہے۔

حاجی خاقان سجاد کی گوجری شاعری

۱۹۶۷ء تا عیسوی

خاقان سجّاد کا تعلق کشتواڑ کے علاقہ بھلیس سے ہے انہوں نے سی حرفیوں اور غزلوں کے علاوہ ڈرامے بھی لکھے ہیں مثلاً شیر بچی وغیرہ میرے خیال میں حاجی خاقان سجّاد نے گوجری کی سی حرفی کی روایت کو بطور احسن پروان چڑھایا ہے خاقان سجاد کے ابیات میں معرفت اور روحانیت کی چھاپ نمایاں ہے اور گوجری بیت نگاری کا یہ بنیادی وصف ہے تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ ابیات میں عشق و مستی اور جذب وشوق کے علاوہ دوسرے مضامین بھی باندھے تو جاسکتے ہیں لیکن سی حرفیاں بنیادی طور پر عارفانہ کلام لکھنے کے لئے نہایت موزوں اور کامیاب صنف ہے گوجری میں سی حرفی کی صنف پنجابی زبان کے راستے ہی داخل ہوئی پنجابی میں سلطان باہو، محمد بوٹیا وغیرہ کی سی حرفیاں جموں وکشمیر کے بالائی علاقوں میں رہنے والے گوجری اور پہاڑی بولنے والے قبائل میں مقبول ہیں ۔حاجی خاقان سجاد نے اپنے قلب کی روحانی آنچ سے منجمد و مثلّج حروف کو پگھلا کر ایک آبجو رواں کر دی ہے ۔ان کے اشعار سوز وگداز رکھنے والے لوگوں کے لئے ایک خوبصورت تحفہ ہے۔

اکھر اکھر جوڑ بنایا ،گیت پیارا میتاں کا
ٹھنڈا ٹھار کورا کا پربت، گالے تے گرماوے کون

حاجی خاقان سجّاد

ترجمہ:

میں نے حرف حرف جوڑ کر پیارے دوستوں کے گیت بنائے ہیں اِن ٹھنڈے اور یخ بستہ پہاڑوں کو کون پگھلائے اور کون گرمی دے۔ یعنی

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا
ہر مدعی کے واسطے دارو رسن کہاں

ان کی بیت نگاری کے نمونے:

ب:بیسنو کم نہیں عاشقاں کو
رہیں طلب ما دن تے رات جانی
اوکھاں سوکھاں گی نہیں پروا ہوتی
لبھیں سجناں کی جد سوغات جانی
رہتی لوڑ نہیں چانی بجلیاں کیں
جیکر ماریو اک جھات جانی
اِک الف کی گل سجّاد کرے
جھڑی پاک سچّی عالی ذات جانی

الف :اللہ کے واسطے اُٹھ ماہی،
ویلو بیتیو ٹنگ بسار سارو
ساتھی لنگھ دور اگیر ہویا،
مندو حال خراب بیکار سارو
جیتا لوک اذان کے نال جاگیں،
تائیں لُٹ گئیو گھر بار سارو

لائی نیند کے نال سجّادیاری،
جھوٹی مستی جھوٹو خمار سارو

ت : توڑ نبھایے جیکر حرف کریے
ٹٹ پہج جائیے عہد توڑیے نہ
انا الحق کو ورد منصور کیو،
پلّو ہمت کو ہتھ تیں چھوڑیو نہ
ٹٹّیاں پہجّیاں کے نال پیار کریے،
لسّاں ماندا‌ں نا ہور مروڑیے نہ
دیے سچ کو ساتھ سجّاد ہردم،
جھوٹ کے نال رشتہ جوڑیے نہ

ب : بولیے بول محبتّاں کا،
لِسّاں ماندا‌ں کے نال پیار رکھیے
گزرے گھڑی نہ کائے بیکار تیری،
خدمت واسطے کس مہار رکھیے
اوکھا وقت ماں آتا رہیں کم جھڑا
انہاں سجناں کو اعتبار رکھیے
خود غرض مکّار دھوکے باز کولوں،
اپنی قوم سجاد ہوشیار رکھیے

محولہ بالاابیات میں تکرارخیال اوریکسانیت کے باوجود سوز وگداز اور جذب وشوق

کی کیفیت نے کلام کو ممتع القرأت اور قابل ہضم بنا دیا ہے لہذا ان کی تکرار طبیعت پر گراں نہیں گذرتی بلکہ دل کو تاروں کی چھیڑتی ہے انکا یہ رنگ سخن دیکھا بھالا ہوا لگتا ہے:

ا : اکھ پھرکے بیہڑے کاگ بولے،
ڈیکوں بیس کے سجناں بیلیاں ناں
تھاری یاد ما بیس کے رات کٹوں،
پتو کوئے نہیں سنگناں سہیلیاں نا
بوہا تھارا ما ملے جے جا ہمناں،
لوڑاں کدے نہ محل حویلیاں نا
تھاری گلی کی خاک سجّاد چُموں،
تجّوں پُھل گلاب چنبیلیاں نا

خاقان سجاد

خاقان سجاد کے بیتوں میں خدا بخش زار کا سارنگ جھلکتا ہے بلکہ گمان گذرتا ہے خدا بخش زار نے پہلے ہی اس رنگ میں کمال کے ابیات کہے ہیں یہ کاگ بولنا، آنکھ پھڑکنا، روٹی کے کنارے چرنا myths کا زار نے نہایت خوبصورت استعمال کیا ہے خاقان سجاد بھی غالباً زار سے متاثر ہوئے ہیں:

ک : کاگ اُڈاؤں تے فال کھلوں
روٹی چرے بھلاوڑا کھاؤں تیرا
پھرکے اکھ تے مکڑی چڑھے سِر پر
پیہڑا ڈاؤں تے پلنگ بچھاؤں تیرا
رات چانی بیس غے راہ تکوں،

تاکی کھول چھوڑوں گیت گاؤں تیرا
کھڑی گل تیں زار بسار چھوڑی
وفا داری کا رنگ ازماؤں تیرا

خدا بخش زار

حاجی خاقان سجاد کے نہایت ہی خوبصورت اشعار جن میں انہوں نے فطرت سے سرگوشیاں کی ہیں عشق کی روشن فضاؤں میں تخیل کی پینگیں بڑھائی ہیں اور سرور کے عالم میں لمبے لمبے جھونٹے لئے ہیں یہ کلام ان کی روشن ضمیری اور سخن گیری کا بہترین نمونہ ہے ایسے ابیات ہیں جن کا حرف حرف قابل ستائش بلکہ داد کا مستحق ہے۔

ی : یاد تیں باہج بے کار ہو
کٹی عمر تیں خام خیالیاں ما
چڑھیو نہیں توحید کو رنگ ڈھوکیں،
گایو گیت نیں عشق کی ماہلیاں ما
رہیو رب نا جنگلیں لوڑ تو توں،
ڈِٹھو نور نیں نیلیاں ڈاہلیاں ما
سینے لا قرآن سجّاد چُم کے،
تیرو خضر سنہریاں جاہلیاں ما

حاجی خاقان سجّاد

ڈاکٹر جاوید راہی کی گوجری غزل گوئی

۱۹۷۰ تا عیسوی

دل درویش نہیں اپنا جوگو
دنیا ما سلطانی بنڈے

جاوید راہیؔ

مرن تیں بعد ہوں سوچن لگو
تیرا در پر مریو ہوتو

جاوید راہیؔ

ڈاکٹر جاوید راہیؔ کا تعلق پونچھ چنڈک کی کھٹانہ برادری سے ہے اور وہ گوجری ثقافت کے ماہر ہیں کافی پہلی بات ہے کہ غزل کے حوالہ سے میری بات گوجری کے لیونگ لیجنڈ اور عمدہ شاعر جناب مخلص وجدانی صاحب سے ہوئی تو انہوں نے کہا ''گوجری میں تو آپ کے وہاں بہت سے اچھے اچھے شاعر موجود ہیں اور یہاں تو بس چند لوگ ہیں''، مخلص وجدانی نے جو نام لئے ان میں سر فہرست ڈاکٹر رفیق انجم اور ڈاکٹر جاوید راہی کے نام تھے شاید وہ مزید نام بھی گنتے لیکن میں نے کچھ سوالات داغ دیے۔ اور موضوع کہیں اور چلا گیا 2007 عیسوی ڈاکٹر صابر آفاقی اور مخلص وجدانی دونوں ایک ساتھ جموں کشمیر میں بطور مہمان وارد ہوئے تھے بعد ازاں آفاقی نے اپنی سرگزشت سفر

''سفر محبتوں کے'' کتابچہ کی شکل میں شایع کی اس کتابچے میں مسعود احمد چوہدری کا بحیثیت اہم ترین اور واحد دانشور ہونے کا انکشاف کیا اس میں شک نہیں عملی میدان میں جو کام مسعود احمد چوہدری نے کیا اسکا کوئی جواب نہیں۔

معاصر گوجری شعراء ڈاکٹر رفیق نے بہت پہلے ہی عمدہ سفر کا آغاز کر لیا تھا اور ان کے ایک عشرہ بعد ڈاکٹر جاوید راہی نے بطور شاعر اپنی پہچان بنالی لیکن آگے چل کر ڈاکٹر جاوید راہی نے شاید اپنی ترجیحات کو شاعری کے بجائے رابطہ کاری (anchoring) اور پھر قبیلائی تحقیق سے بدل ڈالا موصوف اس میدان میں کہاں پہنچے یہ کہانی پھر سہی۔

جے جھولی ما سل نہ ہوتا
ہوں اڈتو تے وہ بھر دیتا

جاوید راہی

ترجمہ: اگر میری جھولی میں چھید نہ ہوتے تو میں انکے سامنے پھیلاتا اور وہ بھر دیتے۔

مجموعی طور پر غزل کی صنف یکسانیت کا شکار ہوتی آئی ہے جس کی وجہ نقالی imitation ہے ہمارے شعرا مشاعروں میں ایک دوسرے کی دیکھا دیکھی گھسے پٹے اور پامال مضامین کی جگالی کرتے رہتے ہیں اردو گوجری کی عام مشاعراتی شاعری میں حسن و جمال زلف و خال کے علاوہ ہجر و فراق ،گل و بلبل کے پامال تلازمہ کو دہرانا عام سی بات ہے مزید آج کے اس دور میں انٹرنٹ نے اوریجنل شاعری کے امکان مسدود نہ سہی تو بھی محدود کر دیے ہیں پرانے زمانے میں شعرا عرصہ تک یکسوئی کے ساتھ اور تنہائی میں شعری مشق کرتے تھے لہٰذا ان کا ایک اسلوب بنتا تھا آج اس دور میں شاعری میں یکسانیت آگئی ہے تاہم ہم نا اُمید نہیں اس دور میں بھی کچھ ذہین شعرا

کسی کی اتباع یا تقلید نہیں کرتے بلکہ اپنے لئے مخصوص جادہ تلاش کرتے ہیں۔

محمد اسرائیل اثر، اقبال عظیم، نسیم پونچھی، رفیق انجم گوجری میں یہ اسٹائلز یا اسالیب دور سے پہچانے جاتے ہیں مخلص وجدانی کے یہاں میر جیسی درد کی میٹھی کسک، اقبال عظیم کے یہاں غالب جیسی خیال کی پیچیدگی اور گہرائی، نسیم پونچھی کے یہاں مضبوط شعری بندش اور خیال بافی یا خیال کی بنت مثالی ہے رشید پریم کوٹی کے یہاں مزاحیہ عنصر اوج پر معلوم ہوتا ہے صابر آفاقی کے یہاں تدبر و عمل کی تلقین عیاں بیاں ہے ایسے ہی رفیق انجم کی شاعری میں تغزل، اور جاوید راہی کے یہاں استعجابی و محزونی کیفیت لاجواب ہے۔

غـزل

یوہ احسان وی تم کردیتا
آس کا پنچھی نا پر دیتا

جے جھولی ما سل نہ ہوتا
ہوں اڈّتو تے ویہ بھر دیتا

بھار غماں کو بھارو ہوتو جے
ہوں چالیتو تم دھر دیتا

جے ہم ہار پھلاّں کا ہوتا
ویہہ وی سِر نیووں کردیتا

جاوید راہی